مزارات اهل بیت

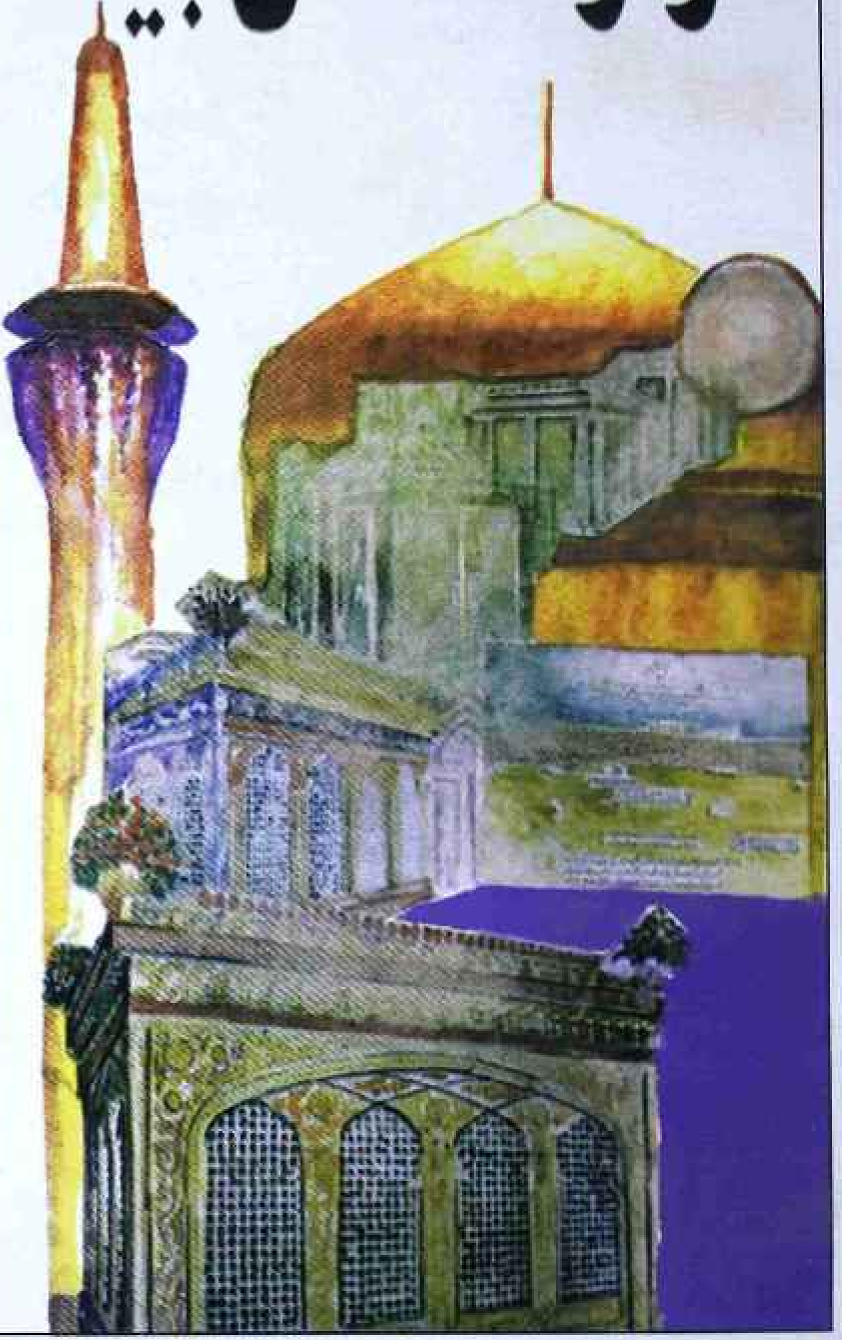

...مجاہدہ محمد حسین... Status ....
C
NAJAFI BOOK LIBRARY

بسم اللہ الرحمن الرحیم

2495

مزارات اہل بیت

NAJAFI BOOK LIBRARY
Managed by Masoomeen Welfare Trust (R)

آیت اللہ محمد حسن جلالی

محفوظ بک ایجنسی • مارٹن روڈ کراچی
Tel: 4124286-4917823 Fax: 4312882

مرتبہ: انیس عباس رضوی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہے

نام کتاب ☜ مزارات اہل البیت علیہم السلام

مؤلف ☜ آیت اللہ سید محمد حسین جلالی

ترجمہ ☜ طیب رضا نقوی

سرورق ☜ مختار حیدر

کمپوزنگ ☜ احسان علی

سنہ اشاعت ☜ ۲۰۰۲ء

ناشر ☜ سید انیس عباس رضوی

قیمت ☜ ۱۵۰ روپے

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۔	سر آغاز	۹
۲۔	زیارت کی شرعی حیثیت	۱۲
۳۔	حرمت کی دلیل	۱۳
۴۔	زیارت کا وجود سنت میں	۱۴
۵۔	آئمہ علیہم السلام اور زیارت	۱۸
۶۔	شبہات......توسل	۲۱
۷۔	تعمیر قبور	۲۳
۸۔	مشاہد مقدسہ	۲۶
۹۔	زیارت کی مشروعیت اور اس کا جواز	۲۹
۱۰۔	زیارت کے آداب	۳۰
۱۱۔	اہلبیت کے مزارات	۳۲
۱۲۔	سرزمین حجاز (مدینہ منورہ)	۳۳
۱۳۔	حجرہ رسولؐ تاریخ کی روشنی میں	۳۴
۱۴۔	اعمال مدینہ	۳۵
۱۵۔	زیارت فاطمہ زہراؑ	۳۷

۱۶۔	ستون ابی لبابہ	۳۸
۱۷۔	ریاض الجنہ ...... مقام جبرئیل	۳۹
۱۸۔	زیارت ائمہ بقیع	۳۹
۱۹۔	بقیع تاریخ کے آئینے میں	۴۰
۲۰۔	اطراف ونواحی مدینہ	۴۲
۲۱۔	مسجد قبا...... مشربہ ام ابراہیم	۴۳
۲۲۔	مسجد الفضیح ...... مسجد احزاب	۴۴
۲۳۔	مسجد غدیر...... مسجد قبلتین	۴۵
۲۴۔	اُحد (قبر حضرت حمزہؓ)	۴۵

عراق......نجف اشرف

۲۵۔	تعمیر مزار اقدس	۴۸
۲۶۔	اطراف نجف اشرف، وادی السلام	۵۰
۲۷۔	مسجد حنانہ۔ مزار کمیل بن زیاد	۵۱،۵۲
۲۸۔	مسجد کوفہ	۵۳
۲۹۔	مزار مسلم ابن عقیل	۵۵
۳۰۔	مزار مختار ثقفی، ہانی ابن عروہ	۵۹،۶۱
۳۱۔	میثم تمار	۶۳
۳۲۔	مسجد سہلہ ...... مسجد صعصعہ	۶۴،۶۵

کربلائے معلی

۳۳۔	روز عاشورہ۔ (دس محرم)	۶۸،۷۲
۳۴۔	علی اکبرؑ	۸۱

۳۵۔	قاسم ابن حسن	۸۲
۳۶	قمر بنی ہاشم (ابوالفضل العباس)	۸۳
۳۷۔	قبر حسینؑ	۸۵
۳۸۔	مقتل	۸۵
۳۹۔	قبر حبیب ابن مظاہر اسدی	۸۶
۴۰۔	قبر ابراہیم مجاب	۸۷
۴۱۔	خیام گاہ حسینی	۸۸
۴۲۔	حضرت حُرؑ، عونؑ	۸۸
۴۳۔	مسیب (طفلان مسلم)	۹۶
۴۴۔	کاظمین	۹۷
۴۵۔	زندگانی امام موسیٰ کاظمؑ	۹۸
۴۶۔	شہادت امام موسیٰ کاظمؑ	۱۰۵
۴۷۔	زندگانی امام تقی جواد	۱۰۹
۴۸۔	اقوال امام جوادؑ	۱۱۸
۴۹۔	شہادت امام جوادؑ	۱۱۹
۵۰۔	زیارت کی فضیلت	۱۲۱
۵۱۔	نواب اربعہ	۱۲۸
۵۲۔	مقبرہ شیخ کلینی	۱۳۶
۵۳۔	قبر سلمان پاک (مدائن)	۱۳۷
۵۴۔	قنبر علی	۱۴۳

سامرہ

۵۵۔ قدیم وجدید تاریخ ۱۴۴
۵۶۔ تاریخ مزار ۱۴۵
۵۷۔ سرداب امام ۱۴۷
۵۸۔ حکیمہ بنت امام جوادؑ، نرجس خاتون مادر امام عصر ۱۵۱
۵۹۔ سید محمد ۱۵۱
۶۰۔ ائمہ عسکریین علیہم السلام کی حیات ۱۵۴
۶۱۔ امام مہدیؑ ۱۷۲
۶۲۔ مہدی سنت و روایات کی روشنی میں ۱۷۶
۶۳۔ طول عمر ۱۸۶
۶۴۔ علامات ظہور امامؑ ۱۹۴

ایران

۶۵۔ مشہد امام رضاؑ ۱۹۸
۶۶۔ ولی عہدی ۲۰۱
۶۷۔ شہادت امام رضاؑ ۲۰۵
۶۸۔ تاریخ مزار ۲۰۹
۶۹۔ اطراف مشہد ۲۱۴
۷۰۔ قم مقدسہ ۲۱۴
۷۱۔ تاریخ مزار معصومہ ۲۱۶
۷۲۔ رے۔ (صاحب مزار) ۲۱۸
۷۳۔ سید حمزہ بن امام کاظمؑ ۲۱۹

۷۴۔ شیراز (صاحب مزار) ۲۲۷

شام (دمشق)

۷۵۔ السیدہ زینبؑ ۲۳۵
۷۶۔ تاریخ مزار ۲۳۸
۷۷۔ راس (سر امام حسینؑ) ۲۴۰
۷۸۔ سیدہ رقیہ ۲۴۲
۷۹۔ وادی عذراء ۲۴۶
۸۰۔ عمار بن یاسر ۲۵۰
۸۱۔ سعد ابن عبادہ ۲۵۱
۸۲۔ سقط ۲۵۲
۸۳۔ مشہد النقطہ ۲۵۳
۸۴۔ مقام قطرہ خون امام حسینؑ ۲۵۴

اردن

۸۵۔ جعفر بن ابی طالب ۲۵۶
۸۶۔ غزوہ موتہ ۲۶۰
۸۷۔ مقتل جعفر ابن ابی طالب ۲۶۱
۸۸۔ القدس ۲۶۳
۸۹۔ کنیسہ جثمانیہ ۲۶۴
۹۰۔ بیت لحم ۲۶۴
۹۱۔ مقام موسیٰ ۲۶۵
۹۲۔ عصر اسلامی میں ۲۶۶

۹۳۔	مسجد اقصیٰ	۲۶۸

مصر (القاہرہ)

۹۴۔	سیدہ زینب	۲۷۵
۹۵۔	زندگانی زینب پر ایک نظر	۲۷۸
۹۶۔	تاریخ المرقد	۲۸۱
۹۷۔	تراث سیدہ زینبؑ	۲۸۵
۹۸۔	راس امام حسینؑ	۲۸۶
۹۹۔	محمد ابن ابی بکرؓ	۲۹۴
۱۰۰۔	مشہد زین العابدینؑ	۲۹۷
۱۰۱۔	سیدہ نفیسہ	۲۹۸
۱۰۲۔	تاریخ مزار	۳۰۰
۱۰۳۔	مالک اشترؒ	۳۰۱
۱۰۴۔	زیارت جامعہ (مختصر)	۳۰۵
۱۰۵۔	مصادر	۳۰۶

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

سر آغاز

خاندان نبوت کے چشم و چراغ، دودمان رسالت کے پروردہ اعلائے کلمہ حق کے لئے جان و مال واولاد کی آزمائشوں سے گزرنے والے اسرار الٰہی کی حفاظت کی خاطر غریب الدیاری کے مصائب اٹھانے والے نفوس قدسیہ صرف حیات ظاہری کے دوران ہی ظلم وستم کا شکار نہیں رہے بلکہ بقائے اسلام کی خاطر جان قربان کر دینے کے بعد بھی دست تعدی ان کے آثار کو مٹا دینے کے لئے دراز رہا۔ اسلام کی تاریخ اپنے ابتدائی عہد میں یہ مشاہدہ کر چکی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چہیتی بیٹی کو پردہ شب میں پوشیدہ طریقے سے دفن کیا گیا مگر غاصبان اجر رسالت نے پھر بھی بضعۃ رسول کی نبش قبر اور بے حرمتی تک کی ناکام کوشش کی۔ عداوتوں کا یہ مظاہرہ ہر زمانے اور ہر صدی میں جاری رہا۔ عصر حاضر میں آل سعود کے حکم پر قبور آل محمد علیہم السلام کی تاراجی اور صدام ملعون کی حکومت کے ہاتھوں عراق میں حرم ہائے اہل بیت پر حملے اس کا تازہ ترین ثبوت ہیں۔

انسانی عقل اس بات پر متحیر ہے کہ جن آثار کو مٹانے کے لئے زمانہ ہمیشہ سرگرداں رہا ان ہستیوں کی قبور آج زیارت گاہیں بن کر مرجع خلائق ہیں ایسا صرف

انتظام قدرت، اور اہتمام مشیت کے باعث ممکن ہوا۔ زمانے کی خواہش مٹا دینے کی تھی جب کہ اللہ کی مرضی یہ تھی کہ آل محمد علیہم السلام کے آثار اور ان کی یاد باقی رہے۔ لہٰذا جس نے ان آثار و برکات کی حفاظت اور ابلاغ کے سلسلے میں کوشش کی وہ خوشنودی خدا کا مستحق ہو جانے کے اعزاز سے سرفراز ہوا۔

آیت اللہ سید محمد حسین جلالی دام ظلہ کی ذات والا صفات بھی ایسی ہی معزز و محترم شخصیات میں سے ایک ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کا نصب العین محمد و آل محمد علیہم السلام کے مشن کی خدمت اور ان کے آثار کی تحقیق و نشر کو قرار دیا ہے۔ آپ کا تعلق کربلائے معلّی کے ایک مقدس اور علمی خانوادہ سے ہے۔ آپ نے نجف اشرف میں جن جلیل القدر اساتذہ سے تربیت پائی ہے ان میں آیت اللہ العظمیٰ خوئی قدس سرہ، آیت اللہ شیخ محسن رازی، آغا بزرگ طہرانی، آیت اللہ میرزا حسن بجنوروی، اور آیت اللہ سید ہبۃ الدین شہرستانی، قدس اللہ اسرارہم شامل ہیں آپ نے اب تک متعدد کتابیں تالیف فرمائی ہیں جو تمام کی تمام آپ کی دقت نظر، کمال تحقیق کا ثبوت ہیں۔

"مزارات اهل البیت و تاریخها" بھی آپ کی ایسی ہی تالیف ہے یہ کتاب جو نہ صرف آپ کے برس ہا برس کے مطالعے اور کاوش کا نتیجہ ہے بلکہ بیشتر عنوانات پر آپ نے اپنے ذاتی مشاہدات کو تحقیق کا حصہ بنایا ہے۔ حتیٰ کہ اختلاف روایت کو بھی بغیر استدلال اور شواہد کے نقل نہیں فرمایا ہے۔

اردو زبان میں راقم کی نگاہ میں مزارات کے عنوان پر کتب ناپید ہیں۔ اس بات کی شدید ضرورت تھی کہ "مزارات اہل البیت و تاریخہا" کا اردو ترجمہ شائع کیا جائے۔ میں جناب مولانا طیب رضا نقوی دام فضلہ، لیکچرار علی گڑھ یونیورسٹی

ہندوستان کا تہ دل سے متشکر ہوں کہ انہوں نے میری درخواست پر کتاب کا ترجمہ بہت ہی کم عرصے میں فرمایا۔ اس کے علاوہ ذاکر اہل بیت محترم جناب انیس عباس رضوی صاحب کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے اشاعت کے مراحل کی تمام ذمہ داریاں بحسن وخوبی انجام دیں۔

جناب انیس رضوی صاحب قومی و مذہبی خدمات کے حوالے سے کراچی پاکستان میں معروف ہیں۔ دعا کرتا ہوں کہ خداوند عالم بہ طفیل معصومین علیہم السلام ان کے کارہائے خیر کا بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین۔

میں اس امر کا اعتراف کرتا ہوں کہ ہر کتاب کی اشاعت کے بعد اس میں مزید اصلاح اور بہتری کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ لہٰذا قارئین جس مقام پر کتابت وطباعت کی امکانی غلطی پائیں تو دامن عفو میں جگہ دیں اور مطلع فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں اصلاح کی جا سکے۔

وماتوفیقی الاباللہ

سید تسنیم زیدی

نیوجرسی، امریکہ

زیارت کی شرعی حیثیت

انبیاء و آئمہ اور اولیاء علیہم السلام کی قبور کی زیارت کے شرعی جواز کے بارے میں تمام مسلمان شیعہ و سُنی متفق ہیں۔ اس ضمن میں بہت سی روایات منقول ہیں جن میں سے کچھ کا ذکر ہم آگے تحریر کریں گے۔

اس بارے میں سوائے متاخرین حنابلہ کے جو وہابی گروہ کے نام سے مشہور ہیں کسی نے مخالفت نہیں کی ہے اور خاندانِ آلِ سعود نے جو نجدی ہیں اور حجاز، نجد اور احساء وغیرہ پر بطور حاکم مسلط ہیں وہابیت کی پیروی کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ مطہر کے علاوہ باقی تمام مزارات اور روضے شہید کر دیئے انہوں نے اپنی قائم کردہ حرمتِ شرعی سے صرف قبرِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مستثنیٰ رکھا جبکہ ایسا کرنے سے تناقض لازم آتا ہے اس لیے کہ حکمِ حرمت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضریح اور کسی دوسری ضریح کے درمیان فرق نہیں ہے۔ چاہے نبیؐ کی ضریحِ مبارک ہو یا دوسری ضریح پس کس سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضریحِ مبارک کو باقی رکھا اور بقیہ تمام ضریحیں منہدم کر دی گئیں۔ اس سلسلہ میں ابنِ سعود نے متعدد مرتبہ اس طرح اعلان کیا "ہم اپنے جان اور اموال سے بلکہ ہر چیز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف اور گھر کی حفاظت کرتے ہیں اور ہم نے جو مدینہ منورہ کی حصار و حد بندی کی ہے اس سے آنحضرتؐ اور آپ کی مسجدِ شریف کی حرمت و عظمت مقصود ہے۔ کیا اس مقام پر کوئی سائل سوال نہیں کرسکتا کہ اس حرمت و عظمت کو آنحضرتؐ کی قبر اور مسجد ہی سے کیوں مخصوص کیا گیا۔ اہلبیتِ نبویؐ اور اُن کی قبروں کا کیا قصور تھا؟

حرمت کی دلیل

عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے اپنے رسالے میں اس طرح تحریر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سنت ہے مگر اگر خاص طور سے سوار ہو کر آیگا تو فقط مسجد کی زیارت اور اُس میں نماز پڑھنے کے لیئے ہی آیگا اور اگر اس کے ساتھ زیارت کا بھی قصد کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ بخاری کی ابی ہریرہ کے واسطے سے آنحضرتؐ کی اس روایت پر استدلال کرتے ہیں کہ فقط تین مساجد کے لیئے سفر کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ مسجد الحرام ۲۔ مسجد رسولؐ ۳۔ مسجد الاقصیٰ

جبکہ روایت کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ یہ مساجد دوسری مساجد کے مقابلہ میں زیادہ فضیلت رکھتی ہیں (جیسا کہ ذکر ہوا ہے) کہ ان کی جانب سوار ہو کر آنا اور سفر کرنا مستحب ہے اس لیئے کہ سفر کسی اہم امر ہی کے لیئے کیا جاتا ہے۔ بخاری کی جلد دوئم صفحہ ۲۳۲ میں اس طرح تحریر ہے کہ آنحضرتؐ ہر ہفتہ کے روز پا پیادہ یا سوار ہو کر مسجدِ قبا تشریف لاتے تھے۔

چونکہ گفتگو کا تعلق مساجد کے علاوہ کسی دوسری چیز سے نہیں اس لیئے اس کا ایک پہلو یہ نکالا جا سکتا ہے کہ خاص مساجد کے بارے میں یہاں سفر اضافی ہے کیونکہ جائز اور شرعی کاموں مثلاً تجارت اور جہاد وغیرہ کے سفر کرنے سے روکنا غیر معقول ہے اور یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ زندگی میں فقط انہیں مساجد کے سفر پر انحصار کیا جائے۔

مذکورہ تین مساجد کے علاوہ عبادت اور زیارت کی غرض سے سفر کرنا کس طرح حرام ہو سکتا ہے جب کہ مسجد میں نماز کی ادائیگی عبادت ہے تو مسجد کی جانب سفر کرنا کس طرح حرام ہو سکتا ہے اس لئے کہ اطاعت اور بندگی کے لئے سفر کرنا اطاعت و بندگی ہے جس طرح معصیت کے لئے سفر کرنا معصیت کے سوا اور کچھ نہیں۔

زیارت کا وجود سنّت میں

ہم گمان کرتے ہیں کہ اسلام میں زیارت کے جواز میں بحث کرنے والے اب مطمئن ہو جائیں گے۔ کیونکہ جو کچھ زیارت کے متعلق سنّت میں وارد ہوا ہے اُس کی روایات حفاظ اور آئمہ احادیث نے کی ہیں اس میں سے کچھ روایتیں ہم یہاں تحریر کر رہے ہیں۔

۱۔ عبداللہ بن عمر کے واسطے سے آنحضرتؐ سے روایت کی گئی ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اُس پر میری شفاعت واجب ہے۔ یہ روایت حفاظ کے ایک گروہ اور آئمہ احادیث نے کی ہے جن کے اسماء حسبِ ذیل ہیں۔

عبید اللہ بن محمد ابو محمد الوراق نیشا پوری متوفی ۲۵۵ھ، ابن ابی الدنیا ابو بکر عبداللہ بن محمد القرشیؒ متوفی ۲۸۱ھ اور ان کے علاوہ الدولابی ابو بشر محمد الرازی متوفی ۳۱۰ھ

۲۔ عبداللہ ابن عمر کے واسطے سے اس طرح روایت کی گئی کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے حج کا سفر کیا پھر میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا کہ اُس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ اس کے علاوہ یہی روایت دیگر طریقوں سے بھی کی گئی ہے جن میں وارد ہوا ہے کہ "ایسے شخص نے میری مصاحبت اختیار کی" اس روایت کو حفاظ کے ایک گروہ نے بیان کیا جن کے اسماء ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

حافظ عبدالرزاق ابو بکر الصیفانی متوفی ۲۱۱ھ، حافظ ابو العباس الحسن بن سفیان الشیبانی متوفی ۳۰۳ھ

حافظ ابو یعلی احمد بن علی الموصلی متوفی ۳۰۷ھ نے اپنی مسند میں اور ان کے علاوہ کئی دوسروں نے بھی روایت کی ہے لیکن ہم یہاں انہی ناموں پر اکتفا کرتے ہیں۔

۳۔ حضرت عمرؓ سے اس طرح روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا "جس نے میری قبر کی زیارت کی" یا جس نے میری زیارت کی میں اس کی شفاعت کرونگا "یا میں اس پر گواہ

ہوں گا" اور جو شخص دونوں حرم (حرم کعبہ و مسجدِ نبویؐ) میں کسی ایک حرم میں انتقال کرے خداوندِ عالم اس کو قیامت میں امن وامان سے رکھے گا۔

حافظ ابوداؤد طیالسی متوفی ۲۰۳ھ اپنی مسند کے صفحے ۱۲ پر اس روایت کو نقل کرتے ہیں۔

حافظ ابونعیم اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔

حافظ البیہقی متوفی...... ۴۵۸ھ "السنن الکبریٰ" میں صفحہ نمبر ۲۴۵ پر یہ روایت نقل کی ہے اور ان کے علاوہ کئی دیگر نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔

۴۔ ابوہریرہ نے اس طرح روایت کی کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا "جس نے میرے انتقال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور جس نے میری زیارت کی میں اس پر گواہ ہوں اور قیامت کے روز اس کی شفاعت کروں گا اس حدیث کے راوی حسب ذیل ہیں۔

حافظ ابوبکر احمد بن موسیٰ بن مردویہ متوفی ۴۱۶ھ، حافظ ابوسعد احمد بن محمد بن احمد بن الحسن الاصفہانی متوفی ۵۴۰ھ، ابوالفتوح سعید بن محمد الیعقوبی متوفی ۵۵۲ھ نے اپنی کتاب "فوائد" میں اور مذکورہ افراد کے علاوہ دیگر افراد نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔

۵۔ انس نے اس طرح روایت کی کہ" آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا جس نے میری زیارت مرنے کے بعد کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت کی قیامت کے روز اس پر میری شفاعت واجب ہے اور جس کے لئے میری امت میں سے وسعت ہو پھر بھی میری زیارت نہ کرے تو اس نے مجھ پر ظلم کیا اور اس کے لئے کوئی عذر قبول نہیں ہے"۔ حسب ذیل راویوں نے بھی یہی روایت کی ہے۔

حافظ ابوعبداللہ محمد بن محمد ابن نجار متوفی ۶۴۳ھ نے اپنی کتاب" الدرۃ الثمینہ فی

فضائلِ المدینہ'' میں نقل کیا ہے۔

تقی الدین السبکی متوفی ۷۵۶ھ نے اپنی کتاب "شفاء السقام" کے صفحے نمبر ۲۸ پر اسے نقل کیا ہے۔

حافظ زین الدین العراقی متوفی ۸۰۶ھ نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔

۶۔ابنِ عباسؓ نے آنحضرتؐ سے اس طرح روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا" جس نے میری زیارت میرے انتقال کے بعد کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت کی میں قیامت کے روز اس پر گواہ ہوں گا" یا حضرتؐ نے ارشاد فرمایا" میں اس کی شفاعت کرونگا"۔ اس روایت کو حسبِ ذیل راویوں نے بیان کیا ہے:

حافظ ابو جعفر العقیلی متوفی ۳۲۲ھ نے کتاب "ضعفاء" میں سعید المازنی کے حالاتِ زندگی کے ذیل میں یہ روایت بیان کی ہے۔ حافظ ابنِ عساکر متوفی ۵۷۱ھ "شفاء الشفاء" میں صفحہ ۲۱ اور "وفاالوفاء" صفحہ ۴۰۱ پر اور شوکانی نے نیل الاوطار میں صفحہ ۳۲۵ اور ۳۲۶ پر یہ روایت لکھی ہے۔

۷۔حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا "جس نے میرے انتقال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور جس نے میری قبر کی زیارت نہیں کی اس نے مجھ پر جفا کی۔ یہ روایت ابوالحسینی یحییٰ بن الحسن بن جعفر الحسنی نے اپنی کتاب "اخبار مدینہ" میں کی ہے اور اس کے علاوہ بھی کئی راویوں نے اسے بیان کیا ہے۔

۸۔اولادِ خطاب کے ایک شخص نے آنحضرتؐ سے اس طرح روایت کی "ارشاد فرمایا جس نے میری زیارت کی وہ قیامت کے روز میرے جوار میں ہوگا جو شخص دونوں حرموں میں سے کسی ایک میں مرجائے خداوندِ عالم اس کو پناہ میں قرار دیگا" اور شحافی نے حضرتؐ کے ارشاد (یوم

القیامۃ) یعنی "روزِ قیامت" کے بعد اسطرح اضافہ کیا ہے" آنحضرتؐ نے فرمایا جو شخص مدینہ میں سکونت اختیار کرے اور اس کی مصیبت و پریشانیوں پر صبر کرے میں اس کی گواہی دوں گا اور قیامت کے روز اس کی شفاعت کرونگا"

یہ روایت حسب ذیل حفاظ نے بیان کی ہے۔

۹۔ حافظ ابو جعفر العقیلی متوفی ۳۲۲ھ، حافظ ابوالحسن الدار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، حافظ ابو عبداللہ الحاکم متوفی ۴۰۵ھ اور ان کے علاوہ کئی دیگر حضرات نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا" جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی اور مجھ پر سلام کیا میں اس کے سلام کا جواب دس مرتبہ دوں گا اور دس ملائکہ اس کی زیارت کریں گے اور سب کے سب اس پر سلام کریں گے اور جو شخص اپنے گھر میں مجھ پر سلام کرے گا اس سلام کو خداوند عالم میری روح تک پہنچادے گا اور میں اس پر سلام کروں گا"۔

اس روایت کو شیخ شعیب حریفیش متوفی ۸۰۱ھ نے الروض الفائق جلد دوئم صفحہ ۱۳۷ پر تحریر کیا ہے۔

ہم صرف علمائے جمہور کے اقوال پر اکتفا کرتے ہیں جیسا کہ قسطلانی شہاب الدین احمد بن محمد المتوفی ۹۲۳ھ "مواہب لدنیہ" میں تحریر کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زائر کو چاہیئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ دعا و گریہ وزاری کرے اور آنحضرتؐ سے استعانت، شفاعت اور توسل چاہے پس جو شخص آپؐ سے طالب شفاعت ہوگا اس بات کا زیادہ سزاوار ہے کہ خداوند عالم اس کو بخش دے گا۔ وہ بیان کرتے ہیں یقیناً استغاثہ کرنا مدد طلب کرنا ہے پس استغاثہ کرنے والا شخص مستغیث سے اعانت کا طالب ہوتا ہے کہ اس کو مدد حاصل ہو پس مدد چاہنے میں فرق نہیں ہے کہ استغاثہ یا توسل یا شفاعت یا توجہ اور تجوہ (یعنی پناہ) کے لفظ سے تعبیر کرے اس لیئے کہ یہ دونوں الفاظ (توجہ اور التجوہ) وجاہت سے ہیں دونوں کے معنی قدر و منزلت کے بلند ہونے کے ہیں یقیناً توسل کرنے والا شخص ایسی ذات سے متوسل ہوتا ہے جو اس سے اعلیٰ و افضل ہو پھر کہتے ہیں

آنحضرتؐ سے استغاثہ و توسل کرنا اور شفاعت کا طلبگار ہونا (جیسا کہ تحقیق النصرہ و مصباح الظلام) میں ذکر کیا گیا ہے۔ ہر حال میں واقع ہے آپ کے خلق ہونے سے پہلے بھی اور خلق ہونے کے بعد بھی۔ آپ کی زندگی دنیا میں اور انتقال کے بعد برزخ میں ہے۔

آئمہ اہلبیت علیہم السلام نے بہت سی نصوص میں زیارت کرنے کی ترغیب فرمائی ہے اس بارے میں علماء نے مستقل کتب تحریر فرمائی ہیں اور روایتیں بیان کی ہیں۔

آئمہ علیہم السلام اور زیارت

۱۔ **کامل الزیارات**:۔ یہ کتاب شیخ جعفر بن قولویہ الاشعری متوفی ۲۹۹ھ کی ہے جو نجف اشرف میں طبع ہوئی اس پر شیخ عبدالحسین ارمنی کی تحقیق ہے۔

۲۔ **فضل الزیارات**:۔ یہ کتاب عبداللہ محمد بن علی العلوی متوفی ۴۴۵ھ کی ہے جو ابھی تک مخطوطہ ہے جس کا تذکرہ ہم نے "الصیانہ لمانی الخزانہ" میں کیا ہے۔

۳۔ **المزار**:۔ شیخ مفید متوفی ۴۱۳ھ کی ہے ابھی تک یہ کتاب مخطوطہ ہے اس کا تذکرہ بھی ہم نے "الصیانہ" میں کیا ہے۔

۴۔ **المزار**:۔ شیخ بن المشھدی کی کتاب ہے جو ۶۰۰ھ کے علماء میں سے ہیں جس کا ہمارے پاس ایک قدیم نسخہ موجود ہے جس کے بارے میں ہم نے الصیانہ میں تحریر کیا ہے۔

۵۔ **المزار**:۔ سید ابن طاؤس متوفی ۶۶۴ھ کی کتاب ہے۔

ان نصوص کی اسناد کو علامہ شیخ محمد باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۱ھ نے اپنی کتاب بحار الانوار (مجلد المزار) میں جمع کیا ہے جو ۱۳۸۸ھ کی جدید طبع کی ۱۰۱ ویں جلد ہے جن میں سے ہم بعض نصوص پر اکتفا کرتے ہیں۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "ہر امام کا اپنے دوستوں اور شیعوں کی گردن پر ایک عہد ہے پس اس عہد کا ادا کرنا اور بجالانا ان کی قبروں کی زیارت کرنا ہے پس جس نے رغبت کے ساتھ ان کی قبروں کی زیارت کی اور اس کی تصدیق کی تو قیامت کے روز اس کے آئمہ اس کی شفاعت فرمائیں گے"۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "جس نے آلِ محمد کے شہداء کی قبروں کی زیارت کی وہ اپنے اس عمل کا بدلہ اپنے نبیؐ سے چاہے تو اُس کے گناہ اس طرح ختم ہو جائیں گے جیسے نومولود بچہ"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "جس نے کسی ایک امام کی زیارت کی پس اُس نے رسول اللہ کی زیارت کی اور اُس کا ویسا ہی ثواب ہے جیسا ابوالحسنؑ الاوّل علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "جو ہماری زیارت کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو پس اسے چاہیئے کہ ہمارے صالح دوستوں کی زیارت کرے اس کے لئے ہماری زیارت کا ثواب لکھا جائیگا اور جو ہمارے ساتھ صلہ رحم کرنے کی قدرت رکھتا ہو اس کے لئے ہمارے نیک و صالح دوستوں کے ساتھ صلہ رحم کرنے کا ثواب لکھا جائے گا۔

کتاب وفاء الوفاء میں ابن ابی شیبہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے واسطے سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ فاطمہؑ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جناب حمزہؓ کی قبر کی زیارت کرتیں اس کو درست کرتیں اس پر پتھر لگاتیں تھیں اور حاکم نے اس فقرہ کا اور اضافہ کیا ہے "آپ ہر جمعہ کو وہاں جا کر نماز پڑھتی اور گریہ فرماتی تھیں"۔

زیارت کے بارے میں اس قدر تاکید کا وارد ہونا اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ زیارت کرنے والے کا ہدف نصیحت کو حاصل کرنا ہے اور صاحبانِ قبور کی زندگی کے اہداف، ان کے کارنمایاں اور اس کی راہِ خدا میں دی جانے والی قربانی کی عظمت پیشِ نگاہ رکھنا ہے لیا رؤسائے حکومت

"غیر معروف فوجیوں" کی تعظیم اور زیارت اس ہدف کے پیشِ نظر نہیں کرتے ہیں؟ کیا آئمہ معصومینؑ کا مرتبہ ایک غیر معروف فوجی سے بھی کم ہے؟ ہر گز نہیں پس زیارت اہم ترین اسلامی ہدف ہے جس کا لازمہ یہ ہے کہ ہر مسلمان خالص اسلام کی زندگی گزارے جیسا کہ خالص اسلامی قیادت کے بارے میں نصوص وارد ہوئیں ہیں۔ اس مقام پر ہم زیارت کے بارے میں گفتگو تمام کرتے ہیں اور آدابِ زیارت کے بارے میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی بیان کردہ روایت نقل کرتے ہیں جس سے روحِ اسلام کی تکمیل ہوتی ہے حضرتؑ نے ارشاد فرمایا!

۱۔ جس سے تم محوِ گفتگو ہو اسے حسن نصیحت تمہارے لئے لازمی ہے۔

۲۔ کلام مختصر ہو مگر خیر کے ساتھ۔

۳۔ ذکرِ خدا بکثرت کرنا تم پر لازم ہے۔

۴۔ تم پر غسل ضروری ہے۔

۵۔ مجالس کی پاکیزگی ضروری ہے۔

۶۔ خضوع و خشوع سے بکثرت نماز پڑھنا اور محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیجنا لازمی ہے۔

۷۔ جو تمہارے لئے مناسب نہیں ہے اس سے محفوظ رہنا ضروری ہے۔ اور جو مناسب ہے اس کا انجام دینا۔

۸۔ جس پر نظر کرنا تمہارے لئے حلال نہیں ہے اُس سے چشم پوشی لازمی ہے۔

۹۔ اپنے برادران کو جب ضرورتمند پاؤ تو ان کی حاجت پوری کرنا تم پر لازمی ہے۔

۱۰۔ تقیہ کرنا جس میں دین کی بقا اور منع کی ہوئیں چیزوں سے پرہیز کرنا، دشمنی کا ترک کرنا اور ایمان میں ترقی کرنا تم پر لازم ہے۔

اگر تم نے یہ سب انجام دیا تو جس کا تم نے مطالبہ کیا ہے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لیے اس کو حاصل کرلو گے۔

شبہات:۔

وہابیوں نے اپنے مذہب میں بعض شبہات سے تمسک اور وابستگی اختیار کی ہے جس کی رو بہت سے شیعہ اور اہلسنت علماء نے پیش کی ہے جن میں سے بعض اہم شبہات کی جانب ہم یہاں اشارہ کر رہے ہیں۔

توسل:

محمد بن عبد الوہاب نے اپنی کتاب التوحید میں بیان کیا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ خداوند عالم نے آیہ مجیدہ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۵۷ ترجمہ: یہ لوگ (مشرکین) جن کو پکارتے ہیں وہ خود اپنے پروردگار کا قرب حاصل کرنے کے لئے وسیلہ تلاش کرتے ہیں اور اس کی رحمت کے امید وار ہیں، اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور بیشک تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے) میں مشرکین کی رد کی ہے لہذا آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ شرک اکبر ہے اور کہتے ہیں کہ غیر خدا کے سوا کسی کو پکارنا اور مدد چاہنا دین اسلام سے مرتد ہونے، مشرکین اور بت پرستوں میں شامل ہونے نیز ان کے مال اور خون کے حلال ہونے کا باعث ہے مجموعہ رسائل ابن تیمیہ ۲۔۱۶۰ اس کے جواب میں صرف اتنا ہی کافی ہے کہ کیا صحابہ میں سے کوئی ایک بھی اس کو نہیں سمجھا کہ یہ عمل شرک ہے یا بدعت ہے۔ (تعصب و تنگ نظری کی وجہ سے عبد الوہاب کی نظر آیت کے ظاہری الفاظ پر جم کر رہ گئی اور مفہوم حقیقی پر رسائی نہ ہو سکی۔ آیہ مذکورہ میں مطلق وسیلہ کی نفی نہیں کی گئی بلکہ متنبہ کیا گیا کہ ہر کس و ناکس کو وسیلہ مت قرار دو..... ناشر)

خود حضرت عمرؓ بن خطاب (جیسا کہ بخاری نے روایت کی ہے) ایسے دوسرے شخص کے ذریعہ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت ہوتی خداوند عالم سے متوسل ہوتے تھے بخاری روایت کرتے ہیں کہ (بلاشبہ عمرؓ بن خطاب قحط کے زمانے میں جناب عباسؓ (عم رسولؐ) کے ذریعہ طلب باراں کرتے وہ اس طرح کہتے پروردگار ہم تیری جانب اپنے نبیؐ کے

واسطے سے مانگتے ہیں جب ہم قحط کی حالت میں ہوتے پس ہمیں سیراب فرما اور ہم تجھ سے اپنے نبیؐ کے چچا کا واسطہ دیتے ہیں کہ سیراب فرما، کہتے ہیں پس سیراب کر دیئے جاتے تھے (یعنی خداوندِ عالم بارانِ رحمت نازل فرماتا)۔ علامہ قسطلانی کی کتاب المواھب کا خلاصہ اس طرح ہے کہ عمرؓ بن خطاب جب جناب عباس کے ذریعہ طلب باراں فرماتے تو کہتے تھے اے لوگو بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب عباس کو اسی طرح دیکھتے جس طرح بیٹا اپنے باپ کو دیکھتا ہے پس آنحضرتؐ کے چچا عباسؓ کے ذریعے ان کی پیروی کرو اور اللہ کی طرف ان کو وسیلہ قرار دو۔ پس واضح ہو گیا کہ دعا اور استغاثہ یا طلبِ شفاعت شرک نہیں ہے اور مسلمان مذکورہ تمام حالات میں مزوّر (صاحب مزار) کی عبادت و پرستش نہیں کرتا نہ ہی مسلمانوں کی دعائیں مشرک بت پرستوں کی مانند ہیں اس لئے کہ بت پرست مشرکین ایسے بتوں سے مدد چاہتے ہیں جو نہ ان کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ ہی نقصان۔ حالانکہ مسلمان اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا نہ ہی کسی ایسی ذات سے طالب شفاعت ہوتا ہے جو اس کو نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتی بلکہ وہ تو اُن ذواتِ گرامی قدر سے طالب شفاعت ہوتا ہے جن کو اللہ نے بلند درجہ عنایت فرمایا ہے۔ کسی شخص کی عدم موجودگی میں اس کے بارے میں دعا کرنے کی قبولیت کے متعلق آنحضرتؐ سے روایات وارد ہوئیں ہیں (آنحضرتؐ نے فرمایا جس شخص کے بارے میں اس کا بھائی اس کی عدم موجودگی میں دعا کرتا ہے تو خداوندِ عالم اس کے لیئے ایک فرشتے کو مقرر فرما دیتا ہے) پس جو بھی دعا اپنے بھائی کے لیئے کرتا ہے فرشتہ کہتا ہے تیرے لیئے بھی اسی طرح ہے۔ پس جب ایک مسلمان کا حق دوسرے مسلمان کے لیئے اس طرح ہو سکتا ہے کیا رسولِؐ اسلام کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ زندہ اور مردہ کے درمیان فرق نہیں ہے مسلمان مُردے کے حق میں سورۂ فاتحہ پڑھنا اور اسکے لیئے طلب رحمت کرنا مفید ہے۔

تعمیر قبور

ابن القیم نے کہا قبروں پر بنے ہوئے روضے (جن کی پرستش کی جاتی ہے اور خدا کے سوا عبادت کی جاتی ہے) کا انہدام واجب ہے۔

صفائی نے تطہیر الاعتقاد میں کہا (جو کچھ زمانہ جاہلیت میں انجام دیتے تھے جس کا نام انہوں نے بت رکھا ہوا تھا یہی سب قبروں کی زیارت کرنے والے کرتے ہیں۔ اس کا نام انہوں نے ولی اور روضہ اور مشہد رکھا ہے لہذا ان کو بت پرستی سے خارج نہیں کیا جاسکتا)

۱۳۴۴ھ میں شیخ عبداللہ بن بلیھد نے علماءِ مدینہ سے مدینہ منورہ میں قبروں کی تعمیر کے متعلق سوال کیا انہوں نے اس طرح جواب دیا قبروں کی تعمیر اجماعی طور پر ممنوع ہے اس بارے میں صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں جس میں ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ لہذا مذکورہ احادیث کی روشنی میں بہت سے علماء نے قبروں کے انہدام کا فتویٰ دیا اس بارے میں ابی ہیاج سے کہا گیا میں تجھے اس چیز کا حکم دیتا ہوں جس پر آنحضرتؐ کو مبعوث کیا گیا کہ کسی بھی تمثیل کو نہ چھوڑنا مگر یہ کہ اُسے مٹا دینا نہ ہی کسی قبر کو مگر یہ کہ اس کا نشان مٹا دینا۔ اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

ہم اس مقام پر یہ ذکر کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ ابی ہیاج اپنی اس حدیث کے بیان کرنے میں منفرد ہے سیوطی نے سنن نسائی کی شرح میں صفحہ ۲۸۶ پر تحریر کیا ہے کہ ابی الهیاج کی کتب میں اس حدیث کے سوا نہیں ہے اس کی دلالت میں غور و تامل کرنا ضروری ہے اس حدیث میں لفظِ تسویہ (یعنی مساوی کرنا) سے مراد کیا زمین کو اس طرح برابر کر دینا ہے کہ قبر کا بالکل ہی نشان مٹ جائے یا اس سے مراد قبر کا مسطح (یعنی چوکور) کرنا ہے اس معنی میں یہ تسنیم کے مقابل میں ہے اس لیے کہ تسنیم کے معنی خاص طرح کی بلندی ہے یعنی قبر کو اونٹ کے کوہان کی مانند بلند بنانا۔ مصباح المنیر میں اسطرح ہے کہ "مکانوں کا مساوی کرنا اور اعتدال قائم کرنا" اور میں نے اس

کو درست کیا اس میں اعتدال قائم کیا۔

مذکورہ مثال میں انہدام اور تسویہ کرنے کے درمیان فرق واضح ہے تسنیم کے معنی قبر کو اونٹ کے کوہان کے مانند قرار دینا اور تسویہ کے معنی کسی قبر کو مسطح قرار دینا ہے اور ہدم کے معنی آثار مٹا دینے کے ہیں اس سے مراد واضح ہے اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب الجنائز میں روایت کیا ہے اور اس سے قبل حسب ذیل حدیث کی روایت کی ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ ہم سرزمینِ روم پر برودس میں فضالہ کے ساتھ تھے ہمارے ایک دوست نے انتقال کیا فضالہ نے اس کی قبر کا حکم دیا پھر اس کو درست کیا پھر اس نے کہا میں نے سنا ہے کہ آنحضرتؐ قبر کے تسویہ (یعنی مساوی) کرنے کا حکم فرماتے تھے۔

پھر مسلم نے اپنی صحیح میں ابی الھیاج کی مذکورہ حدیث کا ذکر کیا ہے دونوں حدیثیں قبر کے مساوی یعنی مسطح کرنے کا فائدہ دیتی ہیں لہذا فقہاء کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ سنت یہ ہے کہ قبر کو ایک بالشت سے زیادہ بلند نہ کیا جائے چنانچہ شیعوں کا طریقہ یہی ہے کہ وہ قبروں کو ایک بالشت سے زائد بلند نہیں کرتے۔

قسطلانی نے ارشاد الساری جلد۲ صفحہ ۶۲۸ پر قبر کو مسطح کر کے بنانے کی فضیلت میں تحریر کیا ہے کہ وہ رافضیوں یعنی شیعوں کا طریقہ اس پر اثر انداز نہیں ہوتا اس لئے کہ اس بارے میں صاحبانِ بدعت کے موافق ہونے سے سنت کو ترک نہیں کیا جاسکتا۔ کیا اس بارے میں امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے ارشاد کی مخالفت نہیں ہوتی؟ آپؑ نے ارشاد فرمایا کے مجھے آنحضرتؐ نے حکم فرمایا کہ میں کسی بھی قبر کو مساوی کے بغیر نہ چھوڑوں اس حدیث میں تسویہ سے مراد قبر کا زمین کے برابر کر دینا نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود قبر کا مسطح کرنا اور چوکور بنانا ہے۔

کچھ ایسی روایات ہیں جن میں قبر پر تعمیر کرنے سے روکا گیا ہے جیسا کہ مسلم میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرتؐ نے قبر کو پختہ کرنے اور اس پر تعمیر کرنے سے ممانعت فرمائی ہے۔ اور مذہب اہلبیتؑ

سے بھی جو ''نہی'' وارد ہوئی ہے وہ بر بنائے کراہت ہے نہ کہ حرمت اس چیز پر مسلمانوں کے مقبروں میں ان کی سیرت قائم ہے خاص طور پر آنحضرتؐ کی قبر شریف اور آنحضرتؐ کے پہلو میں دفن شدہ آپ کے اصحاب اور خود وہابیوں نے اپنی قبروں کے نشانات اور ان پر بنی ہوئی ضریحوں کو کیوں نہیں نیست و نابود کیا اور نبیؐ کے سبز گنبد کو منہدم کیوں نہیں کیا اس چیز کا قصد و ارادہ آنحضرتؐ سے دشمنی رکھنے والا ہی کر سکتا ہے اس لیے کہ آپؐ کی تعظیم آپ کی نبوت کے سبب ہے۔ اسی سبب سے آنحضرتؐ نے بعض اصحاب کی قبور کا اہتمام کیا جیسا کہ ابن ماجہ میں صفحہ ۲۴۲ پر وارد ہوا ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت عثمان بن مظعون کی قبر پر پتھر نصب فرمایا۔

کتاب 'وفاء الوفاء' جلد ۲ صفحہ ۸۵ پر تحریر ہے کہ جب عثمان بن مظعون نے انتقال کیا اور انہیں دفن کیا گیا تو آنحضرتؐ نے ایک شخص کو پتھر لانے کا حکم فرمایا! اس سے پتھر نہیں اٹھا تو آنحضرتؐ بنفسِ نفیس خود تشریف لائے اور اپنے دستِ مبارک سے بلند فرمایا راوی کہتا ہے آپؐ نے اپنے ہاتھوں کو اتنا بلند فرمایا کہ مجھے آپؐ کی بغل کی سفیدی نظر آنے لگی آپؐ نے پتھر کو سرہانے رکھا اور فرمایا جان لو کہ یہ میرے بھائی کی قبر ہے اور جو میرے اہل سے انتقال کرے گا اس کو یہاں دفن کروں گا۔

پس جب آنحضرت اپنے صحابی کی قبر پر علامت و نشانی مقرر فرما سکتے ہیں تا کہ اس کو خاص طور پر جانا جائے تو کیا آپؐ کی سیرت کی پیروی کرنا جائز نہیں ہے؟ اور آپ جانتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء حضرات کی قبروں سے غرض ان کا اعلام و اعلان ہے اور معین کرنا ہے اور خود آنحضرتؐ کی قبر شریف کہ آپؐ اپنے بیت الشرف ہی میں دفن ہوئے اگر قبر پر تعمیر کرنا حرام ہوتا تو صحابہ اس کو منہدم کر دیتے یا آنحضرتؐ کو اپنے مکان کے سوا کسی دوسری جگہ دفن کرتے۔ صحابہ اور اُن کے تابعین نے اس تعمیر کا عہد کیا تھا قبر رسولؐ پر سب سے پہلے تعمیر کرنے والے حضرت عمر بن الخطاب پھر حضرت عائشہؓ ان کے بعد عبداللہ بن زبیر ان کے بعد عمر بن عبدالعزیز ہیں اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

مشاہد مقدسہ

آنحضرتؐ کی قبر شریف کی زیارت اللہ کے نزدیک منزلت کے پیشِ نظر کی جاتی ہے پس جب ہمیں معلوم ہے کہ صاحبانِ قبور کا اُن کے ایمان کے درجات کے اختلاف کے ساتھ اُن کی قربانیوں اور خدمات کے سبب اللہ کے نزدیک خاص مرتبہ ہے کیا اُن کی قبور کا احترام کرنا ان کی تربت کی عبادت کرنا کہا جائیگا۔ کیا آنحضرتؐ نے اس طرح کے احترام سے منع فرمایا ہے؟

یقیناً تمام مسلمان حجر اسود، زمزم کے کنویں اور مقامِ ابراہیم کا احترام کرتے ہیں کیا یہ احترام کرنا عبادت کہا جائیگا ؟ ہرگز نہیں! اس لئے کہ احترام اور عبادت کے درمیان واضح فرق موجود ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ آنحضرتؐ اور صحابہ کرام نے خاص چیزوں کا احترام کیا ہے۔ لہذا انہیں چیزوں کا احترام مسلمان بھی کرتے ہیں انہیں بوسہ دیتے ہیں، صاف ستھرا رکھتے ہیں اور خوشبو وغیرہ لگاتے ہیں اور اسی کے مانند دیگر احترام بھی کرتے ہیں۔

مسلم میں جلد ۵ صفحہ ۲۸۰ پر وارد ہوا کہ آنحضرتؐ سوار ہو کر خانہ کعبہ کا طواف فرماتے اور اپنے عصا کو رکن سے مس فرماتے اور اسکا بوسہ کرتے تھے۔ واضح ہے کہ عصا کا بوسہ دینا اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ آپؐ اس کو رکن سے مس فرماتے تھے پس جب اس طرح کا احترام آنحضرتؐ فرما سکتے ہیں تو ہمارے لئے کیوں جائز نہیں ہے عصا اور قبر کے درمیان کیا فرق ہے۔

ابن ماجہ کہتا ہے حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرت کا بوسہ لیا جب کہ آپؐ (میت تھے) کیا حضرت ابو بکرؓ نے بوسہ دے کر آنحضرت کی پرستش کی تھی بخاری میں صفۃ النبیؐ کے باب میں اس طرح وارد ہوا ہے کہ: جب آنحضرتؐ نے بطحا کی جانب ہجرت فرمائی تو لوگ کھڑے ہو کر اپنے ہاتھوں کو آپؐ سے مس کر کے اپنے چہروں پر پھیر لیا کرتے تھے بس میں نے اپنے ہاتھوں کو مس کر کے اپنے چہرے پھیرا تو برف سے زیادہ سرد اور مشک سے زیادہ خوشبو تھی۔

بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب حجر اسود کو بوسہ دیتے اور کہتے اگر میں آنحضرتؐ

کو تیرا بوسہ لیتے ہوئے نہیں دیکھتا تو تجھے بوسہ نہیں کرتا پس جب نبیؐ حجرِ اسود کا بوسہ کر سکتے ہیں اور ہر مسلمان کے لیئے آنحضرتؐ کا عمل بہترین نمونہ ہے پس کسی بھی چیز کو اس کی محبت کے سبب چوما جا سکتا ہے جس طرح قرآنِ حکیم کو اُس کے احترام کے پیشِ نظر چوما جاتا ہے اسی طرح عتباتِ مقدسات کا بوسہ ان بزرگ ہستیوں کے احترام کے سبب کیا جا سکتا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر آنحضرتؐ کس لئے مس فرماتے اور کس لیئے لوگ اپنے ہاتھوں کو آنحضرتؐ کے جسم سے مس کر کے اپنے چہروں پر پھراتے تھے کیا یہ تمام چیزیں احترام کے جائز ہونے کی دلیل نہیں ہیں۔

ابنِ عساکر نے حضرت علیؑ سے روایت کی کہ جب آنحضرتؐ کو سپردِ خاک کیا گیا تو شہزادی فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا نے حضرتؐ کی قبر شریف کی مٹی ہاتھ میں لے کر آنکھوں سے لگائی اور جو اشعار ارشاد فرمائے اس کا ترجمہ یہ ہے "جو شخص احمد مختارؐ کی تربت کی خاک کو ایک مرتبہ سونگھے تو کبھی کسی خوشبو کو سونگھنے کی خواہش نہیں کرے گا" اور دوسرے شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ " اے میرے پدر بزرگوار آپؐ کے دنیا سے اُٹھ جانے کے بعد مجھ پر وہ مصیبتیں ڈالی گئیں جو اگر روشن دنوں پر پڑتیں تو وہ سیاہ رات کے مانند ہو جاتے۔

بلاشبہ قبروں کی تعظیم کرنے کی حرمت میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی ہے اس لئے کہ ہر تعظیم عبادت نہیں ہے۔ بلکہ قبر اگر شعائرِ دینی میں ہو تو احترام و تعظیم لازم ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ (جو شعائرِ دینی کی تعظیم کرے اس کا یہ عمل اُس کے قلوب کے تقویٰ کا باعث ہے)۔ تعظیم مطلقاً عبادت نہیں ہے قبروں اور ضریحوں کی پرستش اور عبادت کرنے کا کوئی بھی مسلمان قائل نہیں ہے۔ جس طرح آنحضرتؐ اپنی زندگی میں واجب التعظیم ہیں اسی طرح رحلت کے بعد بھی آپؐ کی تعظیم واجب ہے۔

آج بھی بہت سی قومیں غیر معروف فوجیوں کا احترام کرتی ہیں جس کی کوئی حقیقت نہیں اور اس کو اپنا شعار قرار دیتی ہیں کیا مشہور قائد اور مسلم فوجی اس قابل نہیں کہ ان کا احترام کیا جائے اور

ان کی قربانیوں سے درس حاصل کیا جائے اگر ہم انبیاء علیہم السلام کی قبور کے احترام کو عبادت قرار دیں تو حجر اسود اور مقام ابراہیم کا احترام کرنا بھی عبادت ہوگا۔ کیا ایسا ممکن ہے؟

مسلمان آنحضرتؐ کی قبر مطہر کے نزدیک نماز پڑھتے ہیں حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ حضرتؐ کے ساتھ حجرے میں دفن کئے گئے ہیں مذکورہ دونوں حضرات مقام اور قبر کے احترام کے پیش نظر دفن کیئے گئے اور جو کچھ آنحضرتؐ کی قبر شریف کے اطراف میں تعمیر اور روشنی کا اہتمام کیا گیا ہے وہ اس لیئے تا کہ مسلمان زائرین (خاص طور پر وہ لوگ جو دور دراز سے آنے والے ہیں) انہیں سہولت میسر ہو اور موسمی اثرات یعنی گرمی اور سردی اُن کے لیئے باعثِ زحمت نہ ہو۔ اور آج تک مسلمانوں کے لیئے آنحضرتؐ اور آئمہ اہلبیتؑ کی نسبت سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ کبھی کبھی ہم تاریخ اسلام میں مختلف قسم کی باتیں سنتے ہیں یہ لوگ اصلاح کے بہانے لوگوں کو تشکیک میں مبتلا کر دیتے ہیں کبھی زیارات کو حرام کہا جاتا ہے اور کبھی کہا جاتا ہے کہ قبور کی زینت کرنا بدعت ہے۔

کیا ہمیں یہ حق نہیں ہے کہ ہم یہ سوال کریں کہ تمام اطراف عالم میں مساجد کی زینت کیوں کی جاتی ہے؟ کیا آنحضرتؐ کے زمانے میں مساجد کی زینت کرنا اس کے احترام کے باعث نہیں تھی؟ کیا کوئی عقل مند مسجد کے احترام سے منع کر سکتا ہے اس امر کا ہم گمان بھی نہیں کر سکتے چاہے وہ مسجد ہو یا مزار پس جو کچھ تعمیر اور زینت کی جاتی ہے وہ سب مقامِ عبادت و زیارات کے احترام کے پیش نظر ہے۔ جو مزار اور زوّار دونوں کے لیئے مناسب ہے تم ذرا غور و فکر کرو اگر قبرِ رسولؐ بلا ضریح ہوتی تو زائرین کے اژدہام کو کس طرح روکا جاتا اس طرح اگر چھت وغیرہ نہیں ہوتی تو کس طرح سردی اور گرمی سے بچا جاتا۔ ترقی یافتہ حکومتیں غیر معروف فوجیوں کا احترام ان کی قربانی کے احترام میں کرتی ہیں اسی طرح سربراہانِ حکومت کو ان کی زیارت کروائی جاتی ہے یہ سب کچھ ان کے ہدف و مقصد کی عظمت کے پیشِ نظر ہے جس کے سبب انہوں نے قربانیاں دیں کیا اس احترام کے مستحق اسلام کے جاں باز اور مجاہدین نہیں جن کی سیرت جہاد اور قربانی کا درس دیتی ہے۔

صاحبان! کیا قدرت کی جانب سے اہلبیت علیہم السلام اور شہدائے اسلام کے حق میں یہ کام بہتر اور وفاداری کا باعث نہیں ہوگا کہ ان کے روضوں کو از سرِ نو تعمیر کرایا جائے جنہیں منہدم کرنے اور ان کے آثار کو پوشیدہ کرنے اور تاریخ کو مٹانے میں ان کے دشمنوں نے بھرپور کوششیں کیں۔ ارشاد ربانی ہے "اور خداوند عالم اپنا نور مکمل کر کے رہے گا اگرچہ یہ بات مشرکین پر گراں ہی کیوں نہ ہو۔

زیارت کی مشروعیت اور اُس کا جواز:

یقیناً خداوند عالم نے بعض چیزوں کو خاص حکم کے ذریعہ فضیلت عطا کی ہے جیسے ماہِ مبارک رمضان کو بقیہ تمام مہینوں پر فضیلت دی جس میں شبِ قدر کو قرار دیا جو ہزار مہینوں سے افضل ہے اور تمام مقامات پر خانہ کعبہ کو فضیلت دی اور اس کا حج واجب قرار دیا۔

اسی طرح حجر اسود و چاہِ زمزم اور مقامِ ابراہیمؑ کو فضیلت دی چنانچہ مذکورہ تمام مقامات سے کچھ پاکیزہ یادیں وابستہ ہیں جن سے حاجی اور زائر حق و فضیلت کا درس حاصل کرتا ہے۔

اسی طرح اولیاء اور شہداء کے مزارات ہیں جن کا احترام نبوت اور ولایت کی عظمت و مرتبہ کے پیش نظر ہے اس لیئے کہ شہدائے اسلام زندہ ہیں مردہ نہیں ہیں جس پر نصِ قرآنی دلالت کرتی ہے کہ (جو اللہ کی راہ میں قتل کیئے گئے انہیں مردہ نہ سمجھو)

اسلام نے لوگوں کو ان کی زندگی میں ایک دوسرے سے ملاقات اور باہمی تعلقات برقرار رکھنے کی رغبت دلائی ہے اس طرح ان کے درمیان فکر و عمل کی یکسانیت ہوتی ہے محبت میں اضافہ اور دل ایک دوسرے کی جانب مائل ہوتے ہیں۔ اسلام نے زیارت کرنے کے کچھ آداب مقرر کیئے ہیں جن کا خیال زائر کو رکھنا ضروری ہے تاکہ خدا کی قربت حاصل ہو۔ اہم ترین آداب حسب ذیل ہیں۔

۱۔ داخل ہوتے وقت اذنِ دخول چاہنا۔

۲۔ زائر اپنی زیارت کے ذریعہ جس کی زیارت کر رہا ہو اس کے ہدف و مقصد میں شریک ہوتا ہے جس میں اسلامی سماج کی خدمت ہوتی ہے۔

۳۔ زیارت کے ذریعہ رابطہ محبت قائم کرتا ہے جیسا کہ ارشادِ معصوم ہے کہ (ہماری زیارت کرو تا کہ محبت میں اضافہ کرو)

جب ہم زندگی میں کسی شخص کی زیارت اور اس کی ملاقات کے اسلامی موقف کا مقارنہ ارشادِ خداوندی سے کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ شہادت کے بعد بھی آداب زیارت کی رعایت کرنا چاہیئے اس لئے کہ زیارت کا ہدف جو زندگی میں تھا وہی مقصد شہادت کے بعد بھی ہے۔

زیارت کے آداب

کتب زیارات میں کچھ آداب ذکر کیے گئے ہیں جن میں اہم ترین آداب حسب ذیل ہیں۔

۱۔ غسل کرنا پاکیزہ حالت میں ہونا۔ ۲۔ پاک و پاکیزہ لباس پہننا۔

۳۔ خوشبو کا استعمال کرنا ۴۔ صدقہ دینا

۵۔ ماحول کا پاکیزہ اور خوشگوار بنانا ۶۔ توبہ اور استغفار کرنا

یہ اسلامی اہداف ہیں جن کے بارے میں ہر مناسبت سے تاکید وارد ہوئی ہے اور اہلبیت علیہم السلام کی زیارت کے اہم ترین مناسبات ہیں اس لئے کہ زائر صاحب مزار سے جہاد و قربانی اور خیر سے محبت اور اصلاح کا درس حاصل کرتا ہے۔ یقیناً زیارت ایسے زائرین کے درمیان جن کا عقیدہ اور ہدف ایک ہو اسلامی رابطہ ہے جس کے ذریعہ زائرین اپنے نفسوں میں جہاد، قربانی اور خیر کی تجدید کرتے ہیں ان کو زیارات کی وارد شدہ نصوص یاد دلاتی ہیں جو نصوص بذات خود دینی دروس و اسلامی مواعظ اور اسلامی علم و عمل کا مرکز ہیں۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے ارشاد فرمایا "

جب تمہارے برادران سے کوئی شخص ہماری زیارت یا ہماری قبور کی زیارت کر کے پلٹے تو اس کا استقبال کرو اس پر سلام کرو اور جو کچھ اللہ نے اس کو عنایت فرمایا ہے اس پر اس کو تہنیت دو بس تم کو بھی اسکے مانند ثواب ملے گا اور اس کی مانند تمہارے لئے بھی خدا کی رحمت شامل ہوگی اس لئے کہ جو شخص بھی ہماری یا ہماری قبروں کی زیارت کرتا ہے اس پر خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے اور اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ زیارت دینی عبادت ہے جو مستحب ہے، ہر ایسے مسلمان پر جو اسے انجام دینے پر قدرت رکھتا ہو مستحب ہے کہ اس کے امر کو زندہ کرے۔

زیارت میں حاضری اور دعا کرنا اور تلاوت قرآن مثلاً سورہ فاتحہ کا پڑھنا کافی ہے روایات میں خاص نصوص کا پڑھنا وارد ہوا ہے جو اصول عقیدہ و شرعیہ میں شامل ہیں جس میں صاحب مزار کا تعارف ہے اور دین سے اس کی وابستگی کا ذکر کیا گیا ہے تا کہ زائر زیارت کا صحیح ہدف حاصل کرے۔

یہ تمام نصوص وعظ و نصیحت کے دروس کا سلسلہ ہیں بس جب آپ پڑھتے ہیں "السلام علیک یا وارث محمد رسول اللہؐ" اس کا مطلب یہ ہے کہ اے سید الشہداءؑ آپؑ نے اپنے جد رسول اللہ کے لائے ہوئے اسلامی علوم کو زندگی بخش دی۔ وراثت سے مراد اسلامی قیادت اور شرعی ہدایت ہے۔

جب آپ کہتے ہیں " کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے نماز قائم اور زکواۃ ادا کی" اگرچہ صاحب زیارت آپ کی گواہی سے مستغنی ہے

لیکن اس کلام کا مطلب یہ ہوگا کہ تم اس امر کی تاکید کر رہے ہو نماز امر عبادی ہے جس کا لازمہ زکواۃ ہے جو امر مادی ہے دونوں قرآن میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں نہ ہی آئمہ معصومینؑ کی زندگی میں علیحدہ ہیں۔

اہلبیتؑ کے مزارات

بلاشبہ اہلبیتؑ کے مزارات اسلامی یادوں کا مرکز ہیں جس کے ذریعہ نسلوں کی ہدایت ہوتی ہے اس کا اعتبار ہر انسان کرتا ہے زائر صاحب زیارت کے علمی وسیاسی اور اس کی عدالت کا مطالعہ کرتے ہیں اور اہلبیتؑ کے مزار اسی طرح کی نعمتوں کا مرکز ہیں جن کا مثل پوری دنیا میں نہیں۔ اس لیئے کہ یہی رسالت کے اہلبیت، نزول وحی کا مقام اور ملائکہ کی آماجگاہ ہیں۔

مزار اہلبیت دینی ثقافت کا مرکز، مال اور نفس سے جہاد نیز راہ خدا میں قربانی پیش کرنے کا طریقہ سکھاتے ہیں۔ ماثورہ ومنقولہ زیارات سے نصیحت حاصل ہوتی ہے جس میں صاحب مزار کی زندگی کا نقشہ پیش کیا جاتا ہے۔

مزارات اہلبیت، ظلم وسرکشی کے مقابلہ میں آوازۂ حق ہیں جن کا سلسلہ پوری تاریخ میں موجود ہے چاہے مدینہ ہو یا نجف، کربلا ہو یا کوفہ وشام یا مصر جیسا کہ تمام مزارات کے صحن میں نمازیوں اور اللہ کے عبادت گذار بندوں کا اژدہام دیکھتے ہو جو استغفار کرتے ہیں اللہ ان کو بشارت دیتا ہے۔

زیارت گاہیں صحیح معنی میں تربیت کے مدارس اور دینی مراکز ہیں جن کے ذریعہ مومنین ایک دوسرے سے وابستہ رہتے ہیں صاحب مزار ہی ایمان اور عقیدہ کا رابطہ ہے جو تمام لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کردیتا ہے اور تمام لوگ مسلمانوں اور اسلام کی مصلحت کے لئے کام کرتے ہیں اور عہد کرتے ہیں۔ بنی امیہ اور عباسیوں نے اہلبیتؑ کا بکثرت خون بہایا اس کے مقابلہ میں ان کی قربانیاں اس سے کہیں زیادہ ہیں جس کو تاریخ نے محفوظ کیا ہے راہ اسلام میں اہلبیتؑ سے بڑھ کر قربانی کسی نے پیش ہی نہیں کی۔

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرزمین حجاز:۔

اس فصل میں حجاز کے مقدس مقامات اور شہروں کی تفصیل کتاب شرح اربعین النبوۃ سے لی گئی ہے۔

المدینہ المنورہ:۔

مدینہ منورہ ظہور اسلام سے پہلے یثرب کے نام سے موسوم تھا۔ یثرب میں اکثر آبادی کا تعلق دو قبائل اوس اور خزرج سے تھا اور یہ دونوں قبیلے بہت زیادہ جنگجو اور آپس میں ہمیشہ نبرد آزما رہتے تھے۔ مکہ اور طائف کے مقابلے میں مدینہ نگاہ رسالت میں زیادہ مرکز اسلام بننے کا اہل قرار پایا۔ اسی وجہ سے اللہ کے رسولؐ نے یثرب کی جانب ہجرت فرمائی۔ اوس اور خزرج دونوں قبائل نے رسولؐ اسلام اور آنے والے مسلمانوں کا کشادہ دلی سے استقبال کیا اور رسولؐ کی دعوت پہ لبیک کہا اہل مدینہ انصار اور ہجرت کرنے والے مہاجر کے نام سے منسوب ہوئے۔ شہر کا قدیم نام یثرب رسولؐ نے ناپسند قرار دیکر اسے طیبہ کے نام سے موسوم فرمایا۔ ہجرت نبویؐ ماہ ربیع الاول ۶۲۲م میں واقع ہوئی۔ یہ ہجرت بڑے انقلابات کا پیش خیمہ ثابت ہوئی (ہجرت کی تاریخ سے اسلامی تقویم (CALENDER) کی ابتدا ہوئی) اور اسی کے بعد ایسے واقعات رونما ہوئے کہ جنہوں نے تاریخ کے دھارے کو بدل دیا۔

رسولؐ اسلام کا استقبال کرنے کیلئے مدینے کے لوگ اُمڈ پڑے اور ان میں سے ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ رسولؐ انسانیت اس کے گھر نزول اجلال فرمائیں مگر رسولؐ اکرم ارشاد فرما رہے تھے کہ اس اونٹنی کو چھوڑ دو کہ یہ خود جس کے گھر پر جا کر رک جائیگی وہیں میرا قیام ہوگا۔ یہ ناقہ رسولؐ سرزمین بنی بخار پر اس جگہ جا کر رکی کہ جہاں آج مسجد نبویؐ ہے کہ جو اظہار شرف اسلام کا مرکزی

ہوئی ہے کہ جس کی تعمیر میں خود رسولؐ اعظم شریک ہوئے۔ ہجرت کے پہلے برس ہی اس مسجد کی بنیاد ڈالی گئی۔ اس وقت مسجد کی پیائش قریبا ۴۰۰ ہاتھ اور اونچائی ۵ ہاتھ رکھی گئی اس کے بعد ہجرت کے ساتویں برس فتح خیبر کے بعد اس مسجد کی رسولؐ نے توسیع فرمائی اور اس کی پیائش ہزار ہاتھ اور اونچائی ۷ ہاتھ کردی گئی۔ اس مسجد کی تعمیر میں وہی سامان استعمال کیا گیا کہ جو اس زمانے میں تعمیرات کیلئے استعمال ہوتا تھا۔ مثلاً اینٹیں، درخت خرما کی لکڑی کے ستون اور پتوں کی چھال وغیرہ پھر مسلمان خلفاء کے ادوار میں اس کی تعمیر و توسیع ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ عہد عثمانیہ میں اس کی پیائش بڑھتے بڑھتے ۱۰۳۰۲ میٹر مربع تک جا پہنچی اور اس کی تعمیر میں ستون بھی عمدہ استعمال کئے گئے اور سنگ مرمر سے انہیں مضبوط شکل دی گئی اور یہ پرانی عمارت عہد عثمانیہ کی تعمیر شدہ آج بھی باقی ہے۔ موجودہ حکومت نے مغربی جانب توسیع کرتے ہوئے قبر نبی تک اس کی پیائش ۱۶۳۲۶ میٹر مربع تک پہنچادی۔ اب یہ مسجد دنیا کی بڑی مسجدوں میں سے ایک ہے۔

حجرہ رسولؐ تاریخ کی روشنی میں:۔

مسجد النبیؐ آنحضرت کے گھر سے متصل پڑوس میں بنائی گئی تھی جبکہ ہجرت کے ساتویں برس توسیع کے بعد یہ گھر کی دیوار سے متصل کردی گئی یہ توسیع پیغمبرؐ نے خود فرمائی۔ ۲۴۷ ہجری میں متوکل عباسی کے حکم سے عام پتھر کے بجائے اسے سنگ مرمر سے مزین کیا گیا اور ۵۴۸ ہجری جمال الدین اصفہانی نے حجرہ شریفہ کو صندل اور آبنوس کی لکڑی سے آراستہ کردیا۔ ۶۵۴ھ میں آگ لگ جانے سے منبر اور مسجد کی چھت جل گئی۔ یہ آگ مغرب کی جانب سے بھڑکی اور وہاں سے ایک شعلہ منبر کے زینے پر آگرا جس کی وجہ سے منبر جل گیا اور آگ نے چھت کو بھی متاثر کردیا۔ اس کے بعد منبر بدل دیا گیا۔ ۶۶۸ھ میں سلطان ملک الظاہر بیبرس الصالحی نے حجرہ شریفہ کی حد بندی کردی اور اس میں دروازے لگوادیئے اور یہ دروازے قد آدم کے برابر رکھے گئے۔ اس پر ملک زین الدین نے ۶۹۴ھ مسجد کی چھت تک جالیاں لگوادیں اور اس طرح یہ مخصوص جگہ

حجرہ شریفہ کے نام سے پہچانی گئی۔

۶۷۸ھ میں نیلگوں گنبد، پہلا قبہ چوکور اور اس پر آٹھ کونے بنائے گئے اور یہ گنبد سیسے کی پلیٹوں اور لکڑی سے تعمیر ہوا یہ تعمیر بادشاہ منصور قلاون الصالحی کے زمانے میں ہوئی۔ ۸۸۱ھ میں حجرہ کی بنیاد میں ایسے پتھر لگائے گئے کہ جن پر آگ اثر انداز نہیں ہوتی تھی اور یہ تعمیر بادشاہ اشرف قایتبای کے دور میں ہوئی۔ ۸۸۷ھ میں حجرہ شریفہ اور مسجد کی عمارت میں ایک اور بہترین قسم کا پتھر کہ جس پر آگ اثر انداز نہیں ہوسکتی تھی لگایا گیا۔ حجرہ شریفہ پر سفید گنبد بھی بادشاہ مظفر قایتبای کے دور میں بنایا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ روضہ اقدس کو ۲۰۰ سے زیادہ جملوں اور زرگری کے ہنر کو استعمال کرتے ہوئے مزین کیا گیا۔

۹۸۰ھ میں خلیفہ عثمانی سلیم ثانی نے عمارت کی تعمیر بطرز جدید انجام دی اور ۱۲۳۳ ہجری میں سلطان محمد نے گنبد خضرا تعمیر کرایا۔ ۱۲۶۵ ہجری میں سلطان عبدالمجید نے عمارت مسجد اور گنبد روضہ رسولؐ میں مزید جدت پیدا کی اور ۱۲ سال کے بعد ۱۲۷۷ ہجری میں قبور ائمہ علیہ السلام کہ جو بقیع میں مدفون ہیں کے مزارات تعمیر کرائے۔

۱۳۴۶ ہجری میں ۸ شوال المکرم کی تاریخ قیامت کا دن تھا کہ جب سرزمین حجاز پر بنے ہوئے تمام مزارات وہابیوں نے گرادیے۔ سوائے گنبد خضرا کہ جس میں نبی اکرمؐ کی قبر اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کی قبریں تھیں بس اس گنبد کو باقی رہنے دیا۔ اس عقیدہ کی بنیاد پر تمام مزارات ڈھائے گئے کہ اسلام میں قبر پر مزار بنانا حرام ہے۔

اعمال مدینہ منورہ:۔

وہ اہم ترین اعمال کہ جو ہر زائر کو بجا لانے چاہئیں وہ یہ ہیں۔ (۱) زیارت قبر رسولؐ (۲) زیارت قبر فاطمہ الزہراؑ (پارہ نبیؐ) یعنی بضعۃ الرسولؐ (۳) ستون ابی لبابہ کی دعا (۴) روضہ رسولؐ کی دعا (۵) مقام جبرئیلؑ کی دعا (۶) زیارت ائمہ بقیع علیہم السلام (۷) اطراف مدینہ کی

زیارت اور دعائیں۔ اور دعائیں اور زیارات کی فضیلت میں وارد ہونے والی روایات سے پہلے ضروری ہے کہ ہم ان مقامات کی عظمت کو واضح کر دیں۔

اول:۔ زیارت قبر رسولؐ:۔ روضہ رسولؐ کی عظمت کو شاعر نے بڑے حسین انداز میں بیان کرتے ہوئے کہا۔

''خدا قبر نبیؐ پر مدینہ میں رحمت باراں سے سیراب کرے کہ جس میں امن و برکتیں شامل ہوں وہ ہادی برحق نبی کہ جن پر ملائکہ درود بھیجتے ہیں اور ہماری جانب سے روح پیغمبرؐ تک ہمارے تحفے خدا پہنچائے اور جب تک سورج نکلتا رہے خدا اس پیغمبرؐ پر درود نازل فرمائے اور جب تک رات کے ستارے بدر کامل کی طرح روشنی لٹاتے رہیں''۔

روضہ رسولؐ میں بیت النبیؐ اور اس کے پہلو میں بیت فاطمہ زہراؑ ہے یعنی رسولؐ کے گھر کے ساتھ فاطمہؑ بنت الرسول کا گھر اس بیٹی کا گھر جو رسولؐ کی اکلوتی بیٹی اور سیدہ خدیجہ کی نور نظر ہے۔ رسولؐ اکرم اپنے گھر میں ہی محو آرام ہیں اور سیدہ فاطمہ الزہراؑ بھی اپنے گھر میں دفن کی گئیں یہ قول ہی صحیح ترین قول ہے اور جب حضرات ابوبکر اور عمر کا انتقال ہوا تو یہ اپنے گھروں میں دفن ہونے کے بجائے نبیؐ اکرم کے گھر میں دفن کئے گئے اور ان تمام قبور کا سنہری جالیوں میں احاطہ کیا گیا ہے کہ جس کو مقصورہ شریفہ کہتے ہیں اور اسی پر گنبد خضرا بنا ہوا ہے۔

مدینہ منورہ کے مزارات اور وہاں کی مساجد اور مقدس مقامات کی زیارت خاص طور سے روضہ رسولؐ کی زیارت کے بارے میں بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے اور حج مکمل ہی ان زیارات سے ہوتا ہے۔ فرمان رسول اکرمؐ ہے کہ جس نے میری زندگی میں یا میرے مرنے کے بعد میری زیارت کی روز قیامت میں اس کی شفاعت کرونگا۔ رسولؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے میرے مرنے کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ اس طرح سے ہے کہ جیسے میری حیات میں میرے پاس حاضر ہوا ہو اور اگر تم نہ پہنچ سکو تو مجھ پر سلام بھیجا کرو کہ یہ مجھ تک پہنچتا ہے۔

رسول کائنات ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص میری یا میری ذریت میں سے کسی ایک کی

زیارت کرے تو روز قیامت میں اس کی زیارت کو آؤنگا اور اسے روز قیامت کی ہولناکیوں سے بچاؤنگا۔ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ اپنے حج کو زیارت رسولؐ خدا کے ذریعے تمام کرو جب تم بیت اللہ سے نکلو۔ پس زیارت رسولؐ کو ترک کردینا ظلم ہے اور تمہیں اس زیارت کا حکم دیا گیا ہے اور ان قبور کی زیارت کے ذریعے سے اپنے حج کو تمام کرو کہ جن کے حقوق تم پر اللہ نے لازم کئے ہیں اور جن کی زیارت کو ضروری قرار دیا ہے۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ زیارت رسولؐ خدا کا ثواب ایک ایسے حج کے برابر ہے کہ جو رسولؐ خدا ساتھ کیا ہو۔ امام صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی حج کرے تو اسے چاہئے کہ حج کو ہماری زیارت کے ذریعہ سے تمام کرے کیونکہ یہ عمل تمام حج کا وسیلہ ہے۔ امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرمؐ کو تمام مخلوقات تمام نبیوں اور تمام ملائکہ پر فضیلت دی ہے اور نبیؐ کی پیروی اور نبیؐ کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا ہے اور نبیؐ کی زیارت کو اپنی زیارت قرار دیا ہے۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے ''کہ جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی'' اور فرماتا ہے ''وہ لوگ جو آپؐ سے بیعت کر رہے ہیں وہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں اور دست خدا ان کے ہاتھوں پر ہے'' شہید اول فرماتے ہیں کہ لوگ اگر زیارت رسولؐ ترک کردیں تو امام وقت پر ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو زیارت کیلئے مجبور کریں کیونکہ زیارت نبیؐ کا ترک کرنا جفا اور فعل حرام ہے۔

دوسری زیارت:۔ زیارت فاطمۃ الزہراؑ:۔ شیخ طوسی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ علماء امامیہ میں مقام قبر سیدہؑ کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بقیع میں دفن ہیں بعض کہتے ہیں کہ ریاض الجنۃ میں دفن ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اپنے گھر میں دفن ہیں۔ جب بنو امیہ نے مسجد کی توسیع کی تو یہ مسجد میں شامل ہوگئی۔ گھر میں تدفین اور ریاض الجنہ میں تدفین کی روایتیں قریب قریب ہیں میرے نزدیک افضل ہے کہ انسان ان دونوں مقامات پر زیارت کرے کیونکہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے یہ عمل اجر عظیم کا باعث ہے جہاں تک جنت البقیع میں دفن ہونے کا تعلق ہے تو یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ شیخ طوسی مزید کہتے ہیں کہ بعض احادیث میں یہ بات موجود ہے کہ آئمہ

معصومین جو بقیع میں دفن ہیں وہ اپنی جدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف کے قریب دفن ہوئے۔ زیادہ قریب صحت روایت تدفین گھر کے حوالے سے ہے جیسا کہ ان حالات و واقعات کے جائزہ لینے پر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ جو حالات بعد وفات پیغمبرؐ آل رسولؐ کو پیش آئے پس سیدہؑ اپنے حجرے میں دفن کی گئیں اور عمداً آپؑ کی قبر مبارک کو پوشیدہ رکھا گیا عام لوگوں سے تاکہ تاریخ ان اسباب کو نہ بھلا سکے کہ جن کی وجہ سے قبر سیدہؑ کو پوشیدہ رکھا گیا۔ شیخ طوسی کتاب وفاء الوفاء صفحہ ۴۰۵ میں کہتے ہیں حجرہ سیدہؑ کہ جس کے سامنے پہنچ کر اللہ کے رسولؐ درود پڑھتے ہوئے فاطمہؑ سے ملاقات کو آتے تھے۔ سیدہؑ رسولؐ خدا پر درود پڑھتی تھیں اور اسی حجرے میں ولادت حسنین ہوئی۔ ان حجروں کے آثار باقی تھے۔ یہاں تک کہ مسجد کی نئی توسیع اور قبر مبارک پر سنگ مرمر کے آرائش جو متوکل عباسی کے دور میں ہوئی ان حجروں کے آثار ختم ہو گئے اور آج ایک حجرہ مقصورہ سیدہؑ باب جبرئیلؑ سے قریب نبی اکرمؐ کے روضے کی جالیوں سے ملا ہوا ہے کہ جس کی زیارت کرنی چاہئے۔ رسول اکرمؐ سے روایت ہے کہ آپؐ فرماتے ہیں کہ جو فاطمہؑ کی زیارت کرے گویا اس نے میری زیارت کی اور جو تین دن سیدہؑ پر سلام بھیجے اس پر اللہ تعالیٰ جنت واجب کر دیتا ہے۔ ابن طاؤس نے کتاب (اقبال) میں اس روایت کا ذکر کیا کہ جس کے مطابق جو شخص قبر سیدہؑ کی زیارت روز وفات سیدہؑ بجالائے اور خدا سے مغفرت طلب کرے تو خدا اسے بخش دیتا ہے اور اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔

تیسرا مقام:۔ اسطوانہ ابی لبابہ:۔ اسے اسطوانہ توبہ بھی کہتے ہیں یہ ستون دوسرے نمبر ہے سرہانے قبر نبیؐ کے ستون سے اور مقام نبیؐ والے ستون کے بعد واقع ہے۔

ابولبابہ کا نام بشیر بن عبدالمنذر تھا اور یہ اصحاب رسولؐ میں شامل تھے سن ۹ ہجری میں غزوہ تبوک میں انہوں نے حکم رسولؐ کی نافرمانی کی۔ اس غزوہ میں رسولؐ نے علیؑ کو مدینے کا نگراں قرار دیا تھا ابولبابہ اپنے اس عمل پر شرمندہ ہوئے اور مسجد میں آکر اپنے آپ کو اس ستون سے رسیوں سے باندھ لیا اور قسم کھائی کہ نہ کچھ کھائیں گے نہ ہی کچھ پئیں گے یہاں تک کہ خدا ان کی

توبہ قبول کرلے یا انہیں موت آجائے۔ سات دن کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی۔ سرکار رسالتمآبؐ نے اپنے دست مبارک سے رسیوں کو کھولا۔ اور انہیں آزاد کیا۔ پس اس وقت سے ہی اس ستون کو ابولبابہ کے نام سے منسوب کر دیا گیا۔ اس ستون کے پاس دو رکعت نماز اور دعا پڑھنا مستحب ہے۔

چوتھا مقام:۔ (ریاض الجنۃ) قبر رسولؐ اور منبر رسولؐ کے درمیان والی جگہ روضہ یعنی ریاض الجنۃ کہلاتی ہے۔ روایات میں وارد ہوا ہے کہ یہ مقام جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ رسولؐ خدا ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان والی جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ میرے منبر کے پائے جنت میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

پانچواں مقام: (مقام جبرئیلؑ):۔ مقام جبرئیلؑ کے بارے میں امام صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا۔ یہ مقام اس میزاب (پرنالے) کے نیچے ہے کہ اگر تم اس دروازے سے باہر نکلو کہ جسے باب فاطمہؑ کہا جاتا ہے تو دروازے کے مقابل میزاب کے بالکل نیچے اس طرح کہ دروازے کی طرف تمہاری پشت ہو۔ یہ جگہ مقام جبرئیلؑ ہے۔ اگر تمہیں موقع مل سکے تو دو رکعت نماز مستحب کی نیت سے وہاں بجالاؤ پس جو بھی وہاں دعا مانگے گا تو اس کی دعا ضرور قبول ہوگی اور اس مقام پر دعائیں پڑھو۔

چھٹا مقام (زیارت ائمہ بقیع):۔ بقیع مدینہ منورہ کا وہ تاریخی قبرستان ہے کہ جو پیغمبر اکرمؐ کے دور سے منسوب ہے۔ اس قبرستان میں بہت سے اصحاب کہ جن میں فرزند رسولؐ ابراہیم اور رسولؐ کی رضاعی ماں جناب حلیمہ سعدیہ، رسولؐ کے چچا جناب عباس اور اہل بیت اطہار میں سے چار امام بھی شامل ہیں۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کہ جن کا سن شہادت ۷ صفر المظفر ۵۰ ہجری ہے۔ چوتھے امام زین العابدین علیہ السلام کہ جن کا سن شہادت ۲۵ محرم الحرام ۹۵ ہجری ہے۔ پانچویں امام محمد باقر علیہ السلام کہ جن کا سن شہادت ۷ ذی الحجہ ۱۱۴ ہجری ہے۔ چھٹے امام جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام کہ جن

کا سن شہادت ۲۵ شوال المکرم ۱۴۸ ہجری ہے اور ان کے قریب ہی فاطمہ بنت اسد والدہ امیر المومنین کی قبر مبارک ہے یا ایک قول کے مطابق یہ قبر فاطمہ علیہ السلام بنت محمدؐ کی قبر ہے۔

قبور ائمہ بقیع پر اسی طرح مزارات اور گنبد تھے کہ جیسے روضہ رسولؐ پر ہے کہ جنہیں وہابیوں نے ۸ شوال المکرم ۱۳۴۳ھ میں منہدم کرادیا سوائے گنبد رسولؐ کے۔ اس عقیدے پر کہ قبروں پر گنبد بنا شرعاً حرام ہے یہ عجیب بات ہے کہ اگر گنبد و مزارات بنانا حرام ہے تو پھر نبیؐ کی قبر پر گنبد کیوں باقی رکھا گیا ہے اور کس لئے ضریح اور جالیاں باقی رکھی گئیں ہیں اگر یہ عمل حرام تھا تو پھر سب قبروں کے لئے حکم برابر ہونا چاہئے تھا چاہے وہ قبر نبیؐ کی ہو یا آل نبیؐ کی۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ میں بقیع کے بارے میں یہ امید نہیں رکھتا تھا کہ جس کی رونقیں کبھی روشن دکھائی دیتی تھیں وہ اس حال میں پہنچ گیا کاش یہ ہم نے دیکھتے کہ اسکا حال اتنا اجڑ گیا کہ جہاں قبر حسن مجتبیٰؑ برادر حسینؑ یادگار پیغمبرؐ کہ جس کی زندگی اور شہادت دونوں ہی مظلومیت کی داستان لئے ہوئے ہیں اور نیا ظلم یہ کہ قبر بھی مسمار کردی گئی اس قبرستان میں محو آرام ہیں اور اپنے والد کے ساتھ فرزند سجادؑ امام محمد باقر علیہ السلام کہ جن کی قبر بھی منہدم کردی گئی اور ان کے ساتھ صادق القول امام جعفر صادق علیہ السلام کی قبر بھی ویران کردی گئی۔ سورج کی تپش میں یہ زیر آسمان قبور ائمہ زائرین کو رلا دیتی ہیں اور اس پر ستم یہ کہ وہاں رونے پر پابندی ہے۔

بقیع تاریخ کے آئینے میں:۔ کتاب وفاء الوفاء کے مطابق بقیع ایک کانٹے دار جھاڑیوں سے پر جگہ تھی جناب عثمان بن مظعون نے جب انتقال کیا تو انہیں سب سے پہلے اس جگہ کو صاف کر کے دفن کیا گیا اور ان درختوں کی وجہ سے اس زمین کو بقیع الغرقد کہا جاتا تھا۔ سمہودی کہتا ہے کہ عباس ابن عبدالمطلب قبر فاطمہ بنت اسد کے نزدیک دفن کئے گئے روایات ثابت کرتی ہیں جب رسولؐ خدا نے اپنے فرزند ابراہیم کو وہاں دفن کیا تب مسلمان اپنے مردوں کو وہاں دفن کرنے میں رغبت کرنے لگے۔ سمہودی کہتا ہے کہ لوگ بقیع کی جانب متوجہ ہوئے اور وہاں سے درختوں اور جھاڑیوں کو صاف کردیا۔ پس ہر قبیلے کے نام سے ایک حصہ مخصوص کردیا اور ۵۹ ہجری میں سید امین

اپنی کتاب الکشف صفحہ ۳۷۸ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ علماء اور مورخین نے ذکر کیا اور تمام لکھنے والوں نے یہی لکھا کہ امام سجادؑ امام محمد باقر علیہ السلام امام جعفر صادق علیہ السلام امام حسن علیہ السلام کے گنبد کے زیر سایہ دفن ہوئے۔ جبکہ عباسؓ بقیع میں دفن ہوئے۔ پس اس سے ظاہر ہوا کہ مزار و گنبد قبر امام حسنؑ پر اس سے پہلے سے موجود تھا۔

قرن رابع میں ڈاکٹر سعاد ماہر آثار قدیمہ جامعۃ قاہرہ عنوان (سنت نبیؐ کے دفاع) کے حوالے سے کہتا ہے کہ سن ہجری کے چوتھے قرن میں سنگ مرمر مزارات بقیع پر لگا تھا کہ جس پر یہ عبارت تحریر تھی۔ حمد پروردگار کہ جو خالق کائنات اور مردوں کو زندہ کرنیوالا ہے۔ یہ قبر فاطمہؑ بنت محمدؐ سیدہ نساء العالمین اور حسنؑ بن علیؑ ابی طالب اور علیؑ بن الحسینؑ اور محمدؑ بن علیؑ اور جعفرؑ بن محمدؑ کی ہیں۔

عہد خلافت عثمانیہ میں:۔ ۱۲۷۰ھ میں بادشاہ عبدالمجید نے عمارت مسجد گنبد روضہ رسول کی موجودہ بناوٹ کے تیار کرنے کا حکم دیا جو آج بھی اپنی شکل میں موجود ہے۔ چار سال تک تجدیدی کام ہوتا رہا اور اسی طرح اس نے قبور ائمہ بقیع کے مزارات و گنبد کو بھی ویسے ہی بنانا کا حکم دیا کہ جیسا گنبد رسولؐ بنایا گیا تھا۔

سید امین اپنی کتاب کشف الادتیاب میں کہتے ہیں کہ ہمارے دور میں جب ضریح بنائی گئی جالیاں لگائی گئیں تو اصفہان سے موٹے لوہے سے تیار شدہ ضریح تھی کہ جس پر سنہری خوبصورت انداز سے اسماء پروردگار لکھے ہوئے تھے۔ حکومت ایران نے حکومت عثمانیہ سے اس کے نصب کرنے کی اجازت حاصل کی اور انہیں اس کی اجازت مل گئی سید علی القطب جب لگانے کیلئے پہنچا تو اہل مدینہ کی مخالفت کی اور تین سال تک معاملے چلتے رہے۔ یہاں تک کہ ایرانیوں نے خطیر رقم و مال اہل مدینہ کو راضی کرنے کے لئے بھیجا مگر اہل مدینہ اس لکڑی کے بنے ہوئے صندوق یا ضریح کو ہٹانے پر راضی نہ ہوئے آخر اس صندوق کو باقی رکھتے ہوئے اسی کی مناسبت سے ضریح کو آراستہ کیا گیا۔

۱۳۲۱ھ میں حج کے بعد میں نے اس پرانے صندوق کے آثار کی زیارت کی اس کے بعد ۱۳۳۰ھ میں دمشق سے مدینہ زیارت کیلئے آیا تو وہ جالیاں اور ضریح کے آثار موجود تھے۔ یہاں تک ۱۳۴۳ھ میں وہابیوں نے مدینہ منورہ پر قابض ہونے کے بعد ان مزارات اور ضریحات کو منہدم کر دیا۔

مدینہ میں اعمال مستحبہ:۔ زائر محترم کیلئے مدینہ منورہ میں چند اعمال مستحب ہیں

(۱) صدقہ:۔ روایت کے مطابق مدینہ منورہ میں نماز کا ثواب دس ہزار نمازوں کے برابر اور ایک درہم صدقہ کا ثواب دس ہزار درہم صدقے کے برابر بیان ہوا ہے۔

(۲) قضاء حاجات کیلئے دعا (ترجمہ) اے اللہ تیری بارگاہ میری کوئی ایسی حاجت نہیں کہ جس کو میں نے جلدی طلب کیا ہو یا جسے جلدی طلب نہ کیا ہو یا جس کے لئے کوئی سوال نہ کیا ہو پس میں ہمیشہ تیری بارگاہ میں تیرے نبی محمد مصطفیٰؐ کو اپنی تمام چھوٹی اور بڑی حاجات کے پورا ہونے کے لئے وسیلہ بنایا ہے۔

(۳) شب بدھ ستون ابی لبابہ کے نزدیک نماز پڑھنا شب جمعرات مقام النبیؐ پر نماز پڑھنا ،شب جمعہ ستون حنانہ کے قریب کہ جو مقام نبیؐ سے متصل ہے نماز پڑھنا۔

(۴) قضاء حاجت کیلئے تین روزے رکھنا اگرچہ مسافر ہی کیوں نہ ہو بہتر ہے کہ یہ روزے بدھ کے دن سے شروع ہوں جمعرات جمعہ تک رکھے جائیں جس طرح کہ مسجد نبویؐ میں اعتکاف بھی مستحب ہے۔اعتکاف کے احکام مخصوص ہیں۔

اطراف مدینہ:۔

مدینہ منورہ اور اس کے اطراف میں اسلامی تاریخ کے آثار موجود ہیں ایک زائر محترم کو ان مقامات کی زیارت اور ان کا احترام کرنا چاہئے۔ مزارات میں سے قبر عبداللہ والد محترم سرکار رسالتؐ اور فرزند امام صادق علیہ السلام اسماعیل ہیں۔ مقامات زیارات نواحی مدینہ میں بہت

زیادہ ہیں اہم مقامات کے بارے میں امام صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی گئی ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ زیارت کے مقدس مقامات کو کبھی ترک نہ کرو۔ (۱) مسجد قباء:۔ یعنی وہ مسجد کہ جس کی بنیاد اول روز سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی۔ (۲) مشربہ ام ابراہیم (۳) مسجد الفضیح (۴) قبرستان شہدائے احد (۵) مسجد الاحزاب ہی کو مسجد فتح بھی کہا جاتا ہے اب ان میں سے ہر ایک کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

مسجد قباء:۔

مسجد قباء مدینے سے ساڑھے تین کلومیٹر دور ہے (اب یہ شہر مدینہ میں ہے) یہ وہ مسجد ہے کہ جو اسلام کی پہلی مسجد ہے۔ مکہ معظمہ سے مدینے کی جانب ہجرت کرتے ہوئے رسولؐ اللہ نے قباء کے مقام پر سب سے پہلے نزول اجلال فرمایا اور بیس دن تک اسی مقام پر قیام فرمایا جب تک کہ علی ابن ابی طالب آپؐ کے ساتھ آکر نہ مل گئے۔ مدت قیام کے دوران رسولؐ اللہ نے نماز قصر ہی ادا فرمائی۔ اس مسجد میں نماز و دعا پڑھنا مستحب ہے۔ ارشاد رب العزت ہے۔ مسجد کہ جس کی بنیاد روز اول سے تقویٰ پر رکھیگئی زیادہ حق یہ ہے کہ آپؐ اس میں قیام کریں کہ جس میں وہ لوگ کہ طہارت کو پسند کرنے والے ہیں اس میں قیام کرتے ہیں اور اللہ طہارت کرنیوالوں کو پسند فرماتا ہے۔ (القرآن)

سرکار ختمی مرتبتؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جو قباء آئے اور دو رکعت نماز بجالائے اسے ایک عمرہ کا ثواب ملے گا"۔ اور وہ دعائیں جو اس مسجد میں پڑھنے کیلئے وارد ہوئی ہیں، انہیں دعاؤں کی کتابوں سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

۲۔ مشربہ ام ابراہیم:۔ یہ جگہ قباء کے مشرق میں واقع ہے یہ مدینے سے تین کلومیٹر دور ہے۔ اس محلے کو شربیات کے نام سے آج پہچانا جاتا ہے۔ یہ جائے سکونت پیغمبرؐ ہے اس جگہ کو جناب ماریہ قبطیہ کی نسبت سے شربہ ام ابراہیم سے پہچانا جاتا ہے۔ اس لئے کہ رسولؐ خدا نے جناب

ماریہ قبطیہ کو شہر سے دور اس مقام پر رہائش دی تھی۔ اس جگہ نماز و دعا ویسے ہی مستحب ہے جیسا کہ خود زیارت قبر ابراہیم کیلئے روایات میں وارد ہوا ہے۔ مشربہ یعنی وہ کنواں اب بھی موجود ہے اس کے جوار میں ایک مسجد بھی تھی کہ نبی اکرمؐ وہاں جا کر رہتے تھے۔ میں نے اس مقام کی زیارت اسی سال ۱۳۸۲ھ میں کی۔ اسی مناسبت سے وہ مقام برائے تدفین احاطہ کیا۔ لیکن یہ بات انتہائی افسوس ناک ہے کہ حکومت سعودیہ نے مشربہ اور مقابر کے گرد دیوار بنادی تا کہ لوگ زیارت نہ کرسکیں۔ اور وہ لوگ جو اس نسبت رسولؐ کی بناء پر اپنے مردے وہاں دفن کرتے تھے وہ دفن نہ کرسکیں (انا للہ وانا الیہ راجعون) یہ ظلم وستم ہے۔ شاید بعض ہمت کرنے والے اسلام اور تاریخ اسلام سے رغبت رکھنے والے اس آثار کو دوبارہ زندہ کرسکیں۔

۳۔ مسجد الفضیخ:۔ قباء کے مشرق کی جانب کھجوروں کے باغات سے قریب کہ جسے شربیات کہتے ہیں واقع ہے۔ اس مسجد میں دو رکعت نماز اور دعا پڑھنا مستحب ہے اور اس کے قریب مسجد رد شمس ہے کہ جب نبی اکرمؐ آغوش امیر المومنینؑ میں سر رکھے ہوئے سو گئے تھے اور نماز عصر کا وقت تنگ ہو گیا تو سورج کے واپس پلٹنے کی دعا فرمائی پس سورج پلٹ گیا اور امام علیؑ نے نماز عصر ادا کی۔

۴۔ مسجد الاحزاب:۔ یہ مسجد مدینے کے شمال کی طرف جبل سلع پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ یہی مسجد فتح بھی کہلاتی ہے۔ پس نبی اکرمؐ نے جنگ احزاب کے موقع پر ۵ ہجری میں لشکر کفر سے جب مقابلہ ہوا اس وقت آپؐ کی دعا خداوند عالم نے قبول فرمائی اس مسجد میں نماز مستحب ہے اور ذیل والی دعا پڑھنی چاہیے۔

اے وہ کہ جسے اہل کرب پکارتے ہیں۔ اے پریشان حال لوگوں کی پکار سننے والے میرے غموں پریشانیوں اور مشکلات کو دور فرما جس طرح کہ تو نے اپنے نبیؐ سے ان کے غموں پریشانیوں اور مشکلات کو دور کر دیا تھا اور دشمنوں سے خوف کے عالم میں تو نے کفایت کی تھی۔ رسولؐ خدا نے یوم احزاب اس طرح دعا فرمائی تھی کہ اے مشکلات کو دور کرنیوالے کہ لوگوں کی پکار پر جواب دینے والے اے غموں کو دور کرنیوالے میرے غم و رنج و مشکلات کو دور کردے پس تو میرے حال اور

میرے اصحاب کے حال پر نگاہ کرم فرما۔

دیگر مساجد:۔ یہاں دیگر مساجد میں مسجد امیر المومنینؑ قبر حمزہؓ کے مقابل ہے مسجد سلمانؓ مسجد مباہلہ۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کا گھر یہ آج (مکتبہ عارف حکمت العامۃ) کے پہلو میں واقع ہے اس جگہ قربتہ الی اللہ کی نیت سے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اس زائر کیلئے کہ جو یہ شرف حاصل کر سکے اور ہم یہاں دو مسجدوں کا خاص طور پر ذکر کریں گے وہ یہ ہیں۔

مسجد ذوالقبلتین:۔ یہ مسجد احد کے دائیں جانب واقع ہے۔ بس نبیؐ اکرم بیت المقدس کی جانب ۱۶ یا ۱۷ مہینے تک نماز پڑھتے رہے معرکہ بدر سے دو مہینے پہلے ہجرت کے دوسرے برس اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ کی جانب خانہ کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم اسی مقام پر دیا تھا یہ حکم عین نماز ظہر کے دوران آیا تھا۔

مسجد الغدیر:۔ غدیر مسجد جحفہ سے ڈیڑھ فرسخ کے فاصلے پر رابغ نامی علاقے سے قریب مکہ اور مدینہ کے راستے پر واقع ہے یہ وادی آج وادی قرع کہلاتی ہے۔ شہید اول کتاب ذکری میں لکھتے ہیں کہ مقدس مساجد میں ایک مسجد غدیر بھی ہے۔ یہ جحفہ سے قریب ہے۔ اس کی دیواریں آج تک باقی ہیں۔ یہ جگہ مشہور اور واضح ہے اور کبھی یہ راستہ حج کیلئے استعمال ہوتا تھا۔ غدیر وہ مقام کہ جہاں رسولؐ اکرم نے اپنے آخری حج کے موقع پر توقف کیا یہ واقعہ ۱۸ ذی الحجہ ۱۰ ہجری جب آنحضرتؐ آخری حج سے مشرف ہو کر مدینہ واپس روانہ ہو چکے تو پیش آیا۔ رسولؐ اکرم نے مسلمانوں سے خطاب فرمایا۔ فرمایا کہ کیا تم اطاعت گزار نہیں ہو کیا تم گواہی نہیں دیتے کہ میں تم میں سے ہر ایک کے نفس سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہوں۔ سب نے کہا۔ آپؐ صحیح فرماتے ہیں اے اللہ کے رسولؐ۔ پس اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں جس کا مولا ہوں علیؑ بھی اس کے مولا ہیں۔ اے اللہ جو علیؑ سے دوستی کرے تو بھی اسے دوست رکھ اور جو علیؑ سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔ حوالہ مسند احمد بن حنبل صفحہ ۳۷۲ جلد ۴ بیروت۔ ۵۔

اُحد:۔ مسجد اُحد مدینے کے شمال میں واقع ہے اس مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے۔ آنحضرت کے چچا حضرت حمزہؓ اور دیگر شہدائے اُحد کہ جن کی تعداد ۷۰ ہے ضروری ہے کہ

ہم اس بڑے اسلامی معرکے اور عظیم آثار اسلامیہ کا احترام کریں اور اسی اہمیت کے پیش نظر رسولؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص میری زیارت کرے اور میرے چچا کی زیارت نہ کرے تو اس نے مجھ پر جفا کی۔ حمزہؓ رسولؐ اکرم کے چچا اور رضاعی بھائی بھی تھے۔ چار سال تک جناب حمزہؓ رسول کی حفاظت کرتے رہے تھے جبکہ وہ اور امیر المومنین پہاڑی درے پر موجود رہتے۔ اور تلوار لئے ہوئے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ قسم بخدا اس درے پر کوئی نہیں گزر سکتا مگر میں اسے تلوار سے ختم کر دونگا۔ رسولؐ خدا اور بیعت کرنے والے انصار جناب عبدالمطلب کے گھر میں جمع تھے۔ یہ واقع مکہ میں پیش آیا تھا۔ جنگ اُحد ۳ھ میں رونما ہوئی اس جنگ میں جناب حمزہ اور ۷۰ مسلمانوں کو شہید کیا گیا۔ جناب حمزہ کو حبشی وحشی مشرک نے شہید کیا۔ جب اس حبشی نے اسلام قبول کرلیا تو نبی اکرم نے اس سے پوچھا کیا حمزہ کو تو نے قتل کیا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ یہ امر مجھ سے ہی سرزد ہوا تھا۔ رسولؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم میرے سامنے سے اپنے چہرے کو ہٹالو۔ جب جناب حمزہؓ شہید ہو گئے تو ہند مادر معاویہ بن ابی سفیان وہاں آئی اور اس نے جناب حمزہؓ کا کلیجہ نکالا اور اسے چبایا مگر اسے کھا نہ سکی تو تھوک دیا۔ جناب حمزہؓ کے کان کاٹے اور اس کا ہار بنایا اور گردن میں ڈال لیا۔ ہاتھ اور پیروں کو کاٹ دیا اسی وجہ سے ہند کو (اکلۃ الاکباد) یعنی کلیجہ چبانے والی کہا جاتا ہے۔ (ابن اثیر الکامل ۱۱/۲)

اور ہند نے اسی وحشی سے عہد کیا تھا کہ اگر تو محمدؐ یا علیؑ یا حمزہؓ کو قتل کرے تو تجھے تیری مرضی کے مطابق انعام دیا جائے گا۔ ام معاویہ بن ابی سفیان نبیؐ سے بغض نہایت شدید رکھتی تھی وہ تو پورا نہ ہو سکا مگر اسلام اور مسلمین کا حسد اس قتل شنیع کے علاوہ پورا نہ ہوا اور اسی واقعہ کی جانب جناب زینب الکبریٰ نے اپنے خطبے میں اشارہ دیا'' کیسے توقع رکھتا ہے کہ جو کلیجہ چبانے والی کی نسل سے ہو جس کی ڈاڑھی شہداء کے خون سے سیراب ہوئی ہو'' رسولؐ خدا نے جناب حمزہؓ کو انہیں کے لباس میں کہ جس میں انہیں شہید کیا گیا تھا دفن کر دیا ایک چادر کا اضافہ فرمایا اور اس چادر کو چھوٹا کر کے پیروں کی جانب کچھ گھاس رکھ دی اور اس جنازے پر ۷۰ تکبیریں پڑھیں روز اُحد رسولؐ خدا کیلئے شدید ترین دن تھا۔

النجف

امیر المومنین علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی حیاتِ طیبہ نہ جانے کتنے بڑے لوگوں کے ذکر کو تاریخ نے پوشیدہ کردیا باوجودیکہ ان کی عظمت مسلم ہے ان میں سے کسی ایک کی روحانی قیادت باقی نہ رہ سکی جیسا کہ امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کی روحانی قیادت باقی ہے آپ آنحضرتؐ کے پہلے شاگرد ہیں آپؑ کی حیاتِ طیبہ کے آخری پانچ سال یعنی ۳۵ھ سے ۴۰ھ تک اسلام میں روحِ انسانیت کی مثال اور عدالت کا نمونہ پیش کرتے ہیں جن کی بشارت آنحضرتؐ دے گئے تھے آپ پر سلام ہو کہ آپؑ نے امت مسلمہ کیلئے افعالِ خیر انجام دیئے اور خلافت سے نہ تو ذاتی طور پر استفادہ فرمایا نہ ہی کشت و خون کا مرکز بنایا جبکہ ہم آپ کے زمانے کے اُن لوگوں کو دیکھتے ہیں جنہوں نے شہروں میں اپنی جائدادیں اور اموال جمع کیئے اس بارے میں ایک عربی مسیحی معروف نویسندہ جبران خلیل جبران تحریر کرتا ہے کہ (علیؑ ابن ابی طالبؑ شہید ہوئے اس حالت میں کہ ذکرِ نماز ان کے ہونٹوں کے درمیان تھا شہید ہوئے اس حالت میں کہ ان کے قلب میں اپنے رب سے ملاقات کا شوق تھا حالانکہ عرب آپ کی حقیقت و مقام و مرتبہ کو نہیں پہچانتے یہاں تک کہ ان کے پڑوسی ایرانی بھی نہ کھڑے ہوئے جو جواہرات اور پتھر کے فرق کو پہچانتے ہیں۔ آپ شہید ہو گئے قبل اس کے کہ آپ کا اہم پیغام تکمیل تک پہنچا)۔ اپنی کتاب لمحات اہل البیت میں علیؑ ابن ابی طالبؑ کی حیاتِ طیبہ پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے تفصیل کے خواہاں حضرات اس کی جانب رجوع فرمائیں اس وقت ہم حضرت کے مرقد شریف کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہیں۔

نجف اشرف

نجف اشرف شہر عراق میں کربلا سے ۷۵ کلومیٹر کے فاصلے پر آباد ہے جہاں حضرتؑ کی قبر شریف ہے جس وقت کہ خلافت پر بنی عباسیوں کا قبضہ تھا جیسا کہ شہر ابن آشوب نے "المناقب"

میں روایت کی کہ منصور عباسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی اور آپ سے ابو مسلم علیؑ بن ابی طالبؑ کے مرقد شریف کے اظہار کرنے کی خواہش کی آپ نے توقف فرمایا منصور نے اصرار کیا کہ حضور قبر کی نشاندہی کرینگے یا نہیں؟ امام نے ارشاد فرمایا میرے جد علیؑ ابن ابی طالبؑ کی کتاب میں اس طرح ہے کہ آپ کی قبر عبداللہ ابی جعفر ہاشمی کے زمانے میں ظاہر ہوگی یہ سن کر منصور خوشحال ہوا پھر حضرتؑ نے قبر کا اظہار فرمایا جبکہ رصافہ میں تھا آپ نے ارشاد فرمایا آج کے بعد سے مومن زیارت کریگا انشاءاللہ اور اس زمانے میں جبکہ حکومتِ اموی ختم ہوئی اور عباسیوں کا دورِ اقتدار شروع ہوا قافلوں کی شکل میں امیرالمومنینؑ کی زیارت کا امکان تھا اور حضرت کی زیارت کی فضیلت میں بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں بالخصوص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے جیسا کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا (جس نے امیرالمومنین علیہ السلام کا حق پہچانتے ہوئے آپ کی زیارت کی جبر و تکبر کی حالت میں نہیں خداوند عالم اس کو ایک ہزار شہداء کا ثواب عنایت کرے گا اور اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادے گا اور اسے امان دے گا اور حساب کی منزل کو آسان فرمائیگا۔ حضرتؑ نے ارشاد فرمایا۔ جس نے میرے جد کی معرفت کے ساتھ زیارت کی خداوند عالم اس کے ہر قدم پر قبول شدہ حج اور عمرہ کا ثواب دیتا ہے۔

نجف اشرف ایک عرصہ دراز سے تمام شیعوں کا حوزۂ علمیہ ہے ۴۴۹ھ میں شیخ طوسیؒ کے نجفِ اشرف ہجرت کرنے سے اور طلابِ علومِ دین کے آنے سے علمی مرکز اور مرجع خلائق ہوگیا۔

تاریخ مزار

حسین بن الحجاج متوفی ۳۹۱ھ نے اسطرح کہا ہے "اے نجف میں سفید گنبد والے مولا" جس نے آپؑ کی قبر کی زیارت کی اور آپ سے شفا چاہی شفایاب ہوا ۱۷۰ھ میں ہارون رشید نے مرقدِ شریف کی تعمیر کروائی جیسا کہ کتاب فرحۃ الغری میں صفحہ ۱۰۳ پر تحریر ہے۔ ابن طحان نے کہا کہ ہارون رشید نے علی بن ابی طالبؑ کی قبر پر سفید اینٹوں سے تعمیر کروائی جو ضریح کے چاروں جانب سے ایک ایک ہاتھ چھوٹی تھی اور جب ہم نے ضریح شریف کو کھولا ہم نے اس کو مٹی

اور اینٹوں سے بنا ہوا پایا ہارون رشید نے اس پر قبہ بنائے جانے کا حکم دیا جس کی تعمیر سرخ مٹی سے ہوئی اور سرہانے سبز پتھر نصب کیا گیا جو آج تک خزانے میں موجود ہے۔

تیسری صدی ہجری میں محمد بن زید داعی متوفی ۲۸۷ھ نے از سرِ نو تعمیر کی اور چوتھی صدی ہجری میں عمر بن یحییٰ متوفی ۳۵۰ھ نے ۳۵۰ھ اور ۳۳۷ھ میں عضد الدولۃ البویھی متوفی ۳۷۲ھ نے تعمیرِ نو کی پھر ۱۰۴۷ھ میں شاہ صفی الصفوی نے تعمیرِ نو کی ۱۱۵۵ھ میں نادر شاہ نے عتبات عالیات کی زیارت کا سفر کیا اور آپؑ کے مرقد کی تعمیر کی اور قبہ پر سونا لگوایا۔

اس موقع پر شاعرِ کربلائی سید نصر اللہ الحائری متوفی ۱۱۵۶ھ اشعار نظم کیئے۔

۱۲۰۴ھ میں امام علیؑ کی ضریح مبارک میں چاندی کی جالیاں لگائی گئیں جنھیں قاچاری حکومت کے بانی محمد خان ابن حسن خان قاچاری نے بھیجا تھا ۱۲۱۷ھ میں وہابیوں کے حملوں سے حفاظت کی غرض سے شہر نجف کی شہر پناہ تعمیر ہوئی جس کے آثار آج تک باقی ہیں۔ ۱۲۲۰ھ میں آل سعود نجدی وہابی نے حملہ کیا نجف اشرف و کربلائے معلی کے لوگوں کے اموال لوٹ لیئے اور عورتوں کو اسیر کیا ۱۳۶۱ھ میں پھر اسماعیلیوں نے علیؑ بن ابی طالبؑ کی چاندی کی ضریح بنوائی جو آج تک موجود ہے۔ ۱۳۷۳ھ میں ۸ر شعبان المعظم کو ایرانی تاجر الحاج محمد تقی کی جانب سے سونے کا دروازہ ہدیہ کیا گیا جو سید محمد کلانتر کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ جس کے بارے میں محمد علی یعقوبی نے اشعار کہے ہیں۔

۱۳۹۱ھ میں عراقی تاجر محمد استاد مرزا نے امیر المومنینؑ کے قبہ پر سونا لگوایا جس میں ۸۷۸۷ عدد سونے کے ٹکڑے کام آئے۔

نجفِ اشرف میں ہمیشہ قافلوں اور زائرین کا ہجوم رہتا ہے اس بارے میں قدیم سیاحوں مثلاً ابن جبیر متوفی ۵۸۰ھ اور الھروی نے اپنی کتاب (الاشارات فی معرفۃ الزیارات) میں اور ابن بطوطہ نے بھی تحریر کیا ہے۔ جیسا کہ ابن بطوطہ نے روضہ کی تعریف اس طرح بیان کی:

قبہ کے درمیان سونے کی چوکور ضریح ہے لکڑی پر سونے کے ٹکڑوں کو چاندی کی کیلوں

سے جڑ دیا ہے اس طرح کہ اس سے کچھ ظاہر نہیں ہوتا جس کی بلندی قدِ آدم سے کچھ کم ہے جس کے برابر میں تین قبور یعنی قبرِ جناب آدمؑ، قبر جنابِ نوحؑ اور قبرِ امیرالمومنینؑ ہیں قبروں کے درمیان سونے اور چاندی کے حوض ہیں جس میں گلاب اور مشک کا پانی اور خوشبوئیں ہوتی ہیں زائر اپنے ہاتھوں کو مس کر کے تبرک کے طور پر اپنے چہروں پر ملتے ہیں۔ عبدالوہاب نے ۱۳۲۹ھ میں اپنے سفرنامہ میں اس طرح تحریر کیا "ہم مشہدِ عظیم میں داخل ہوئے مقام کی عظمت و برکت سے سنہرے گنبد اور روشِ قبہ کی جانب میری نگاہیں متوجہ ہوئیں"۔

اطراف نجف اشرف

ا۔ وادی السلام:

یہ قبرستان عموی ہے جو نجف کے شمال میں واقع ہے جس میں مختلف مقامات سے آنے والی شیعہ اموات دفن کی جاتی ہیں اس میں بہت سے علماء کی قبریں ہیں پس ساتھ ہی جناب ھودؑ و حضرتِ صالحؑ پیغمبر کی قبریں بھی ہیں جیسا کہ مراقد المعارف میں اس طرح مذکور ہے حضرتِ صالحؑ و حضرت ہودؑ کی قبریں وادی السلام کے مغرب میں شہر پناہ کی پشت پر شمالی شرقی حصے میں ایک حرم میں ہیں۔ جس کے درمیان قبہ ہے۔ جس پر سرخ رنگ کا ایک پتھر ہے جسکی لمبائی ایک ہاتھ اور چوڑائی ایک بالشت تھی نصب تھا۔ جس پر خطِ کوفی میں تحریر تھا یہ مرقد حضرتِ ھودؑ و صالحؑ کا ہے۔

اس پر سب سے پہلے لکڑی کا صندوق عالم ربانی سید محمد مہدی بحرالعلوم اور ملّا یوسف بن ملّا سلمان متوفی ۱۲۷۰ھ نے رکھا۔ خدامِ علی بن ابی طالبؑ کی زوجہ نے نذر کی تھی کہ اگر خداوندِ عالم ہمیں فرزند عطا کرے گا تو ہم حضرت صالحؑ و ہودؑ کی قبر پر قبہ بنوائیں گے۔ چنانچہ دونوں کی

قبروں پر چھوٹی اینٹ کا قبہ ۱۳۳۴ھ میں جب انگریز نجف اشرف پر چالیس روز تک قابض رہے (اور یہ قبضہ بہت بڑا تھا) چنانچہ انہوں نے حضرت ہودؑ کے مرقد شریف کو منہدم کر دیا بلکہ دیگر محترم مقامات کی بھی ہتک حرمت کی اور جبکہ نجفِ اشرف سے انگریزوں کا قبضہ ختم ہوا اور وہ دونوں پیغمبروں کے مرقد کی زیارت کو گئے تو انہوں نے اینٹوں کے ڈھیر کی شکل میں پایا اور مذکورہ پتھر بھی موجود نہیں تھا اور جب ایک قافلہ ہندوستان سے زیارت کے لیئے آیا تو انہوں نے جنابِ ہودؑ و صالحؑ کی قبروں اور مسجد الحنانہ اور مقام ثویہ میں کمیل ابن زیاد نخعی کی قبر کی تعمیر کی۔

۲۔ حنانہ:

جیسا کہ روایت میں وارد ہوا ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد ایک مقام پر سید الشہداء علیہ السلام کا سر مبارک رکھا گیا جو آج حنانہ کے نام سے مشہور ہے پھر آپؑ کے سر مبارک کو آپؑ کے عیال کے ہمراہ کوفہ لایا گیا بعد میں اس مقام پر ایک مسجد تعمیر کی گئی جیسا کہ مشہور یہی ہے لیکن ہم نے اپنی کتاب معجم میں تفصیلی ذکر کیا ہے کہ اس کا نام جبانہ ہے نہ کہ حنانہ۔

کتاب مراقد میں وارد ہوا ہے کہ اسلام سے قبل ثویہ کے مقام پر ایک عمارت تھی جب اس مقام سے اسلامی رہنما مسلمِ اوّل علی ابن ابی طالبؑ کے جنازہ کو لے جایا گیا تو بسبب غم واندوہ اس کی دیوار ایک طرف کو جھک گئی اس وجہ سے اس کا نام (القائم المنحنی) ہو گیا چونکہ یہ مائل بہ غم ہوئی اس طرح (القائم المائل) بھی وارد ہوا ہے۔ اس مقام کا ذکر ہم نے (حنانہ) کے بعد کیا ہے اس مقام پر ایک مسجد ہے جو حنانہ کے نام سے مشہور ہے جس میں دعائے ماثورہ پڑھی جاتی ہے۔

۶۱ھ ۱۰ ارمحرم الحرام کو سید الشہداء کی شہادت کے بعد آپؑ کے اہل حرم اور اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس مقام پر لایا گیا تا کہ ابن زیاد ملعون اہل کوفہ سے خود کو مطمئن کر سکے اور ان پر اپنے خوف کو مسلط کر دے یہاں تک کہ سید الشہداء کے اہل وعیال کو قیدی بنا کر پھرایا گیا روایت کی گئی ہے کہ جب مقام ثویہ میں سید الشہداء اور آپؑ کے اصحاب وعیال کے سروں کو نیزوں پر بلند کیا گیا تو بسبب شدتِ غم زمین کو زلزلہ آیا جس سے غم واندوہ کی آوازیں سنی گئیں۔ اس طرح

اہل حرم میں بھی آواز گریہ بلند ہوئی بسبب اس ظلم و ستم کے جو سروں کے ساتھ انجام دیا گیا اس وجہ سے اس مقام کا نام "حنانہ" پڑ گیا پھر شہداء کے سروں کو اہل حرم کے سامنے نیزوں پر بلند کر کے کوفے کے بازاروں اور گلیوں میں پھرایا گیا۔

۳۔ کمیل بن زیاد نخعی:

صحابی امیر المومنین علی ابن علی طالبؑ جن کو حضرت نے مشہور دعائے کمیل تعلیم فرمائی جنہیں حجاج ملعون نے ۸۲ھ میں شہید کیا۔

کتاب المراقد کی جلد دوئم صفحہ ۲۱۹ پر ہے کہ آپ کی قبر نجف اشرف کے شہر پناہ سے ایک میل کے فاصلے پر ثویہ کے مقام پر صحرا میں ایک ٹیلے پر واقع ہے جس پر چھوٹا سفید گنبد ہے اس وقت ان کی قبر کوفہ و نجف کے درمیان مشہور ہے جو ایک بڑی مسجد کے درمیان ہے جس کی تعمیر سید محمد کلانتر نے کی حضرت کمیل جنگِ صفین میں علی ابن ابی طالبؑ کے ہمرکاب تھے جو آپؑ کے اصحاب کے درمیان شریف اور فرماں بردار تھے، موثق اور کم سخن تھے آپ کو حجاج ملعون نے شہید کیا مدائینی نے اس طرح بیان کیا ہے کمیل بن زیاد اہل کوفہ میں عبادت گزار اور امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے صحابی اور دوستوں میں سے تھے آپ کو حضرت نے مدینہ اور اطراف مدینہ کی سرداری سپرد فرمائی تھی۔

شیخ مفیدؒ اپنی کتاب ارشاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ جریر نے مغیرہ سے روایت کی وہ بیان کرتا ہے جبکہ حجاج ملعون حاکم مقرر ہوا تو اس نے حضرت کمیل کو طلب کیا آپ نے حجاج ملعون سے فرار اختیار کیا حجاج ملعون نے آپ کے قبیلے کے وظیفے بند کر دیے جب حضرت کمیل نے اس کا یہ ظلم دیکھا تو انہوں نے کہا میں بوڑھا ہو چکا ہوں میری عمر گذر چکی ہے لہذا میرا قبیلہ اپنے وظائف سے محروم نہ رہے بس انہوں نے خود کو حجاج کے حوالے کر دیا جب حجاج ملعون نے انہیں دیکھا تو کہا میں تو چاہتا ہی تھا کہ تمھیں کسی طرح گرفتار کروں آپ نے کہا (اگر ایسا ہے) تو اپنے ارادے کو

ترک مت کر اس لیئے کہ میرے آقا امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ مجھے خبر دے چکے ہیں کہ تو میرا قاتل ہے دلیل تجھ پر قائم ہو چکی ہے حجاج نے کہا کیا ایسا ہی ہے حضرت کمیل نے کہا ہاں ایسا ہی ہے پھر آپ کا سر تن سے جدا کر دیا۔

مسجد کوفہ:۔

کوفہ ایک صحرا تھا جس کو دو صحابیِ رسولؐ سلمانِ فارسی اور حذیفہ یمانی نے ۱۷ھ میں خلیفہ ثانی عمرؓ بن خطاب کے زمانے میں اسلامی لشکر کا مرکز قرار دیا اس وجہ سے کوفہ کو (کوفہ الجند) یعنی فوجی چھاؤنی کہا جانے لگا اور ۲۲ھ میں مغیرہ بن شعبہ کی گورنری کے زمانے میں اس میں سات محل تعمیر کیئے گئے جن کا تعلق ہر قبیلے سے تھا ۳۶ھ میں جنگِ جمل کے بعد امیر المومنینؑ نے کوفہ کو اسلامی حکومت کا پایہ تخت قرار دیا تمام اسلامی دنیا کی نظریں اس طرف متوجہ ہو گئیں۔ چنانچہ آپؑ ہی کے زمانے میں علمی اور تجارتی شہر ہو گیا یہاں تک کہ ۱۳۲ھ میں عباسی خلافت کا دور شروع ہوا پھر اس کو ہاشمیوں نے اپنے لئے قرار دیا پھر بغداد کو یہاں سے کوفہ کا انحطاط شروع ہوا یہاں تک ۵۸۰ھ میں بربادی اس پر مسلط ہو گئی جیسا کہ ابن جبیر نے کہا ہے کہ اس کے بعد سے (کوفہ) ایک بری جگہ سمجھا جانے لگا۔ مساجد کے درمیان مسجدِ کوفہ مشہور ترین ہے (سب سے پہلے کوفہ میں مسجد کوفہ اور دارالامارہ کی تعمیر ہوئی) یعنی ۱۷ھ میں جو مربع شکل کی ہے۔

مسجد کوفہ میں ایک وقت میں چالیس ہزار نمازی نماز پڑھ سکتے ہیں جس کے صحن میں سیڑھیوں سے جایا جاتا ہے جس کا نام (سفینہ) ہے اہلسنت کے درمیان یہ شہرت باطل ہے کہ یہی وہ مقام ہے جہاں پر جنابِ نوحؑ کی کشتی بنائی گئی تھی حالانکہ سفینہ مسجد اولی کی زمین ہے۔

شیخ حرزالدین اپنی کتاب المراقد کی جلد ۲ صفحہ ۳۰۸ پر اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ سید مہدی بحرالعلوم نے نئی اور پاکیزہ مٹی سے مسجدِ کوفہ میں محراب بنوائے جنہیں قدیم بنیادوں پر تعمیر کیا گیا جو آج بھی موجود ہیں ستون وحجرے وغیرہ کی تعمیر کرائی جس میں زوالِ آفتاب کی شناخت

کرنے والا شاخص بھی موجود ہے درمیان مسجد میں آنحضرتؐ کا مقام ہے اور نیچے کی جانب آنحضرتؐ کے وارد ہونے کا مقام ہے ساتھ ہی بیت جناب نوحؑ جو آج کل سفینہ کے نام سے مشہور ہے۔

مسجد کوفہ کی فضیلت میں بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلامؑ نے ارشاد فرمایا "مسجد کوفہ میں واجب کی ادائیگی حج مقبولہ کے مساوی ہے اور مستحب نماز کا پڑھنا قبول شدہ عمرہ کے برابر ہے"۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے ارشاد فرمایا "مسجد کوفہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اس میں ۱۰۷۰ (ایک ہزار ستر) انبیاء نے نمازیں پڑھی ہیں"۔ حضرت علی ابن ابی طالبؑ ارشاد فرمایا "مسجد کوفہ میں مستحبی نماز کا ثواب آنحضرتؐ کے ہمراہ عمرہ کرنے کے مساوی ہے اور واجب نماز آنحضرتؐ کے ہمراہ حج کرنے کے برابر ہے اسمیں ایک ہزار انبیاء اور اوصیاء نے نمازیں پڑھی ہیں"۔ آنحضرتؐ سے روایت کی گئی آپؐ نے ارشاد فرمایا "شب معراج آپؐ کو جب آسمانوں کی سیر پر لے جایا گیا تو جبرئیل نے حضرت سے عرض کی اے محمدؐ کیا آپ جانتے ہیں کہ کہاں پر ہیں؟ آپؐ اس وقت مسجد کوفہ کے بالمقابل ہیں کیا آپؐ مجھے اس میں دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دیں گے۔ جبرئیل نازل ہوئے اور نماز پڑھی۔ یقیناً مسجد کا اگلا حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اس کا درمیانی حصہ، دایاں حصہ اور بایاں حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اس کا پچھلا حصہ بھی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اس میں واجبی نماز ایک ہزار نمازوں کے مساوی اور نافلہ نماز پانچ سو نمازوں کے برابر ہے"۔

مسجد کوفہ میں مزارات اور اعمال پر ایک نظر

۱۔ مقامِ جنابِ امیر المومنینؑ:

مسجد کے اطراف میں کافی تعداد میں حجرے بنے ہوئے ہیں محراب مسجد میں آپ شہید

ہوئے اس سبب سے اس کو مقامِ امیر المومنینؑ کہا جاتا ہے اس میں آپؑ نماز پڑھاتے تھے محراب کے پہلو میں دروازہ ہے جو قصر الامارہ سے ہوتا ہوا امیر المومنینؑ کے بیت الشرف کی طرف پہنچتا ہے جو آج بھی موجود ہے آپ کا بیت الشرف دارالامارہ سے ۸۵ میٹر کے فاصلے پر آج بھی موجود ہے جس پر سبز گنبد ہے اس میں موجود محراب کو مومنین تبرک سمجھتے ہیں ۱۹۷۴ء کے آخر میں سلطانِ بصرہ نے سونے اور چاندی کی جالیاں نصب کیں۔

۲۔ مسجد کے اعمال :۔

درمیانِ مسجد میں مقامِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر قضاءِ حاجت کے لیئے دو رکعت نماز ہے پہلی رکعت میں بعد الحمد سورۂ توحید اور دوسری رکعت میں سورۂ کافرون اور نماز کے بعد تسبیح جنابِ فاطمۃ الزہراؑ پڑھنا چاہیئے اور اس طرح کہے

اللھم انت السلام و منک السلام و الیک یعود السلام و دارک دار السلام حیناً ربنا منک با السلام اللھم انی صلیت ھذہ الصلاۃ ابتغاء رحمتک و رضوانک و مغفرتک و تعظیماً لمسجدکَ اللھم فصل علی محمد و آل محمد وارفعھا فی علیین و تقبلھا منی یا ارحم الراحمین.

۳۔ مرقد مسلم بن عقیل :۔

حضرتِ مسلم پہلے شہید ہیں جن کو سید الشہداء علیہ السلام نے سفیر بنا کر کوفہ بھیجا تھا تا کہ کوفے سے آنے والے خطوط کی تحقیق اور اہل کوفہ سے بیعت لیں چنانچہ اہل کوفہ نے روز عرفہ جناب مسلم بن عقیل اور حضرت ہانی کو شہید کر دیا ہم اس مقام پر حضرتِ مسلم کے کچھ حالات تحریر کرتے ہیں۔

اہل کوفہ نے امام حسینؑ کو خطوط کے ذریعے اپنے یہاں آنے کی دعوت دی خطوط کا مضمون اس طرح تھا۔

"باغ سرسبز و شاداب ہیں پھل پک چکے ہیں پس آپ ہماری جانب تشریف لائیں ہم آپ

کی خدمت میں آمادہ لشکر کی طرح ہیں۔ امام حسینؑ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم کو اپنا سفیر بنا کر اس تحریر کے ساتھ کوفہ روانہ کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥ حسینؑ بن علیؑ کی جانب سے مومنین کی خدمت میں! یقیناً ھانی اور سعید تمہارے خطوط لے کر آئے اور آخری خطوط جو تمہارے میرے پاس پہنچے۔ جو سب کچھ تم نے تحریر کیا ہے اس سے میں بخوبی واقف ہوں کہ ہمارے یہاں امام نہیں ہے بس آپ ہماری طرف تشریف لائیں تا کہ ہم سب کو اللہ حق اور ہدایت پر اکھٹا کردے اور میں تمہاری جانب اپنے چچازاد برادر مسلم ابن عقیل جو میرے اہلبیت میں ثقہ اور باشرف ہیں بھیج رہا ہوں جو مجھے تمہاری رائے اور حالات کی اطلاع دیں گے پس اگر تم لوگوں میں سے صاحبانِ فضل کی رائے کے اتفاق کے بارے میں مجھے مسلم نے خبر دی تو میں جلد ہی تمہارے پاس پہنچوں گا۔ انشاء اللہ۔

جب مسلم کوفہ پہنچے تو مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے گھر میں قیام کیا آپ کی خدمت میں لوگ گروہ در گروہ آنا شروع ہو گئے حضرت مسلم نے لوگوں کے سامنے حضرت امام حسینؑ کا پیغام سنایا سب نے آپ کی بیعت کی یہاں تک کہ بیعت کرنے والوں کی تعداد پندرہ ہزار ہو گئی حضرت مسلم نے امام حسینؑ کو اس طرح تحریر کیا۔ سردار اپنے اہل سے کبھی جھوٹ نہیں بولتا اٹھارہ ہزار اہل کوفہ نے میری بیعت کر لی ہے جیسے ہی میرا خط آپ کو موصول ہو آپ جلد تشریف لائیں تمام لوگ آپ کے ساتھ ہیں معاویہ کے حق میں نہیں ہیں والسلام۔

دوسری جانب یہ ہوا کہ ابنِ زیاد ملعون روحانی لباس پہن کر داخل ہوا لوگوں نے گمان کیا کہ امام حسینؑ تشریف لے آئے لیکن جیسے ہی دارالامارۃ میں داخل ہوا لوگوں نے اسے پہچان لیا اس نے دارالامارہ کی بلندی پر پہنچ کر لوگوں کو شامی فوج کی دھمکی دی اور مختلف خبریں منتشر کر دیں یہاں تک کہ لوگ منتشر ہو گئے پھر جناب مسلم اور آپ کے اصحاب کی تفتیش شروع ہو گئی حضرت مسلم ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوتے ہوئے حضرت ھانی بن عروہ کے یہاں قیام پذیر ہوئے ابنِ زیاد نے حضرت ھانی کو طلب کیا اور ان کے چہرے پر اسقدر کوڑے لگائے کہ آپ کی

ناک شکستہ ہوگئی اور قید کر دیا ابن زیاد کے پاس فقط پچاس سپاہی تھے جیسا کہ ابن اثیر کی الکامل میں جلد۳ صفحہ۲۷۱ اور مروج الذھب جلد۳ صفحہ ۶۸ میں موجود ہے۔

ابن زیاد ملعون کی غلط افواہوں نے اہل کوفہ پر برا اثر کیا تمام لوگوں نے فرار اختیار کیا فقط ۳۰ افراد باقی رہے مغرب کے وقت مسلم مسجد میں نماز کے لیئے تشریف لائے اس کے بعد وہ ۳۰ لوگ بھی فرار کر گئے اب مسلم ہیں اور عالم تنہائی شہر اور گلیوں سے ناواقف ہیں یہاں تک کہ جناب مسلم ایک دروازہ پر پہنچے جہاں طوعہ نامی ایک عورت اپنے بیٹے کے انتظار میں کھڑی تھی حضرت مسلم نے طوعہ پر سلام کیا اور پانی مانگا اس نے پانی پیش کیا مسلم نے پانی پیا اور اسی کے دروازہ پر بیٹھ گئے طوعہ نے کہا اے بندۂ خدا کیا تو نے پانی نہیں پیا مسلم نے کہا ہاں طوعہ نے کہا جاؤ اور اپنے اہل و عیال میں بسر کرو اس نے یہ فقرہ تین مرتبہ کہا۔ مسلم نے اس جگہ سے حرکت نہیں کی طوعہ نے کہا سبحان اللہ میں اپنے دروازہ پر تمہارا بیٹھنا مناسب نہیں سمجھتی۔ حضرت مسلم نے کہا اس شہر میں نہ میرا گھر ہے نہ کنبہ۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ میں اس کی جزا بعد میں چکا دوں طوعہ نے کہا تم کون ہو کہا میں مسلم بن عقیل ہوں ان لوگوں نے پہلے دعوت دے کر بلایا پھر فریب دیا طوعہ نے کہا آپ میرے گھر میں تشریف لائیں آپ کو گھر میں بلایا کھانا پیش کیا آپ نے کھانا نہیں کھایا اس کا ناخلف بیٹا بلال آیا اور اس نے دیکھا کہ طوعہ ایک حجرے میں بار بار داخل ہوتی ہے اس نے سوال کیا طوعہ نے کچھ نہیں بتایا جب اصرار کیا تو طوعہ نے اس سے عہد لیا اور بتلا دیا لیکن جب صبح ہوئی اس کے بیٹے بلال نے محمد بن اشعث کو مسلم کی موجودگی کی خبر دی ابن اشعث نے ابن زیاد کو خبر دی چنانچہ ابن زیاد نے حضرت مسلم کی گرفتاری کے لیئے پچاس فوجی روانہ کیئے جب مسلم نے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنی تو طوعہ کے گھر سے باہر نکل کر فوج سے شدید مقابلہ شروع کر دیا ابن زیاد ملعون نے دوسری کمک روانہ کی۔

عمرؓ بن زیاد بیان کرتا ہے کہ مسلمؑ شیر کی مانند حملہ کر رہے تھے لوگوں کو بلند کر کے چھت پر پھینک دیتے تھے اور اشعار پڑھتے جاتے تھے۔ جناب مسلم نے بہت سے فوجیوں کو موت کے

گھاٹ اتارا وہ سب دور سے نیزہ بازی کر رہے تھے گھروں سے پتھر اور جلتی ہوئی لکڑیاں پھینک رہے تھے یہاں تک کہ زخموں کی کثرت سے تاب نہ لا کر مسلم نے ہاتھ روک لیا اور دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوگئے ابن اشعث نے کہا مسلم تم خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو تمہارے لیے امان ہے تمہیں دھوکہ اور فریب نہیں دیا جائیگا یہ سب لوگ تمہارے عزیز ہیں تمہارے قاتل نہیں حضرت مسلم ان کے وعدوں پر متوجہ نہیں ہوئے اس لیے کہ ان کے فریب کو پہلے ہی سے جانتے تھے یہاں تک کہ ایک گڑھا کھودا گیا جس کو خس و خاشاک سے پُر کر دیا بس مسلم اس میں گر گئے۔

مسلم کا مرقدِ شریف

مسجدِ کوفہ میں مشرقی جانب دیوار کے نزدیک حضرت مسلم کی قبر ہے جس میں ایک بلند جالی نصب ہے بلند قبہ قبر کا احاطہ کئے ہوئے ہے باہر کی جانب سے کاشی کا کام بنا ہوا ہے بعد میں حرم کو ازسرِ نو تعمیر کیا گیا ۱۹۶۵ء میں اس رواق کی توسیع کی گئی جس میں ضریح شامل ہے اسی طرح رواق کے اطراف میں بھی توسیع کی گئی اور حرم کو ازسرِ نو تعمیر کیا گیا اور قبہ کے اندرونی حصے کو مزین کیا گیا۔ ۱۹۶۰ء میں محکمہ اوقاف نے جناب مسلم بن عقیل اور جناب ہانی بن عروہ کی قبر کے درمیان صحن کو توسیع دی اور رواق بنائے اس طرح دونوں قبروں کے درمیان ایک دیوار قائم کی۔

تیمور نے اپنے سفرنامہ اس طرح تحریر کیا ہے کہ جناب مسلم ابن عقیل اور ہانی بن عروہ کی قبروں پر بنی ہوئی عمارت پر لکھی تحریر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محمد ابنِ محمود رازی اور ابوالمحاسن بن احمد شیرازی دونوں نے مل کر ۶۸۱ھ میں تعمیر کی اور یہ بھی تحریر کیا ہے کہ یقیناً سیدہ عادلہ خاتون بنتِ احمد پاشا الحاج حسن پاشا اور سلمان پاشا کی زوجہ نے مسجد کوفہ کی شمالی غربی جانب کی دیوار اپنے خاص پیسے سے تعمیر کروائی۔

کتاب المراقد جلد۲ صفحہ ۳۰۹ پر اس اس طرح تحریر ہے کہ سندیہ کے رئیس شیخ طعمہ کوفی نے حضرت مسلم بن عقیل کی قبر پر دوسری جالی لگوائی جس کی تاریخ ۱۰۵۰ھ ہے جس کو آغا خان کی ماں

نے ہدیہ کیا (جیسا کہ جالی کی ایک جانب تحریر ہے) خلاصہ یہاں اختتام کو پہنچا۔

ماہ ربیع الاوّل ۱۲۳۲ھ میں نواب حافظ محمد عبدالحیٰ خان نے حرم کو از سرِ نو تعمیر کرایا اور قطعہ تاریخ کہا۔ جسکا ترجمہ ہے کہ "یہ بابِ حطہ ہے پس اس میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ"۔ سید الحکیم نے جناب عباسؑ و مسلم بن عقیل و قاسم بن موسیٰ بن جعفر اور مسجد کوفہ میں مقام جناب امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کی ضریح کی تعمیر کا حکم فرمایا۔ اس بارے میں سید محمد جمال الدین ہاشمی نے اشعار نظم کئے۔

۱۳۸۳ء میں الحاج محمد رشاد مرزا نے مرقد اور صحن کی تجدید کی ۱۳۸۷ء میں سید الحکیمؒ کے حکم سے الحاج محمد حسین رفیعی الیھبانی کویتی نے قبہ پر سونے چڑھوایا۔☆ جس کو سید موسیٰ بحر العلوم نے اپنے قصیدے میں نظم کیا ہے۔

☆ حضرت مسلم بن عقیل کے قبہ مبارک کو عہد حضرت آیت اللہ حکیم قدس سرہ میں سونے سے مزین کیا گیا تھا۔ اس وقت آپ کا قبہ مبارک طلائی ہے۔ (سید تسنیم زیدی)

حضرت مختار ثقفی:

علامہ امینی نے جلد دوئم صفحہ ۳۴۳ پر حضرت مختار ثقفی کے حالات خصوصیت سے تحریر کیئے ہیں۔ فرماتے ہیں (یقیناً حضرت مختار کا صاحبانِ دین و ہدایت اور صاحبانِ خلوص میں نمایاں مقام ہے آپ نے عدل و انصاف کے قیام کے لئے دشمنان اسلام اور اموی ظلم کے خلاف انقلاب کیا آپ کی نسبت یہ کہنا کہ آپ کا کیسانی مذہب سے تعلق تھا فقط بہتان ہے جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ آپ کے حق میں حضرت امام سجادؑ، حضرت امام باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ نے رحمت کی دعائیں کی ہیں اور امام محمد باقرؑ نے آپ کی بہت زیادہ تعریف کی ہے۔ آپ کے بارے میں ایک ہزار روایتیں ۲۱ مصادر سے نقل ہوئیں جس کا سب سے پہلا مصدر اس طرح ہے۔ لوط بن یحییٰ الازدی ۱۵۷ھ کی کتاب اخذ الثار اور آخری مصدر شیخ محمد علی اردوبادی کی کتاب سبیک النظاہر ہے جنہوں نے حضرت مختار کی شان

میں قصیدہ کہا۔(مروج الذہب ۳۔۶۹)

حضرت مختار اور انقلاب:

حضرت مختار کو ان کی جماعت کے ساتھ جن میں حضرتِ میثم تمار بھی شامل تھے ابن زیاد ملعون کے حکم سے قید کرلیا گیا اس کے بعد شام سے یزید بن معاویہ کی جانب سے قاصد حضرتِ مختار کی رہائی کا پیغام لے کر آیا جس کی کوشش شام میں موجود ان کے قرابت داروں نے کی تھی اس طرح ان کی رہائی ہوئی حضرت میثمِ تمار نے ان سے قید خانہ میں کہا تم عنقریب رہائی پاؤ گے اور خونِ حسینؑ کا بدلہ لوگے اور یہی شخص تمھیں قتل کرے گا۔ ابوتمام نے اپنے دیوان کے صفحہ ۱۱۴ پر اس سلسلے میں اشعار تحریر کیے ہیں۔شیخ امینی نے اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

بزرگ علماء سے شہید اوّل نے حضرت مختار کے مزار کے بارے میں ایک مخصوص زیارت کا ذکر کیا ہے اور زیارت کے وقت اسی زیارت کو پڑھنا چاہیئے جس میں آپ کی ولایت پر قائم رہنے نیز امام زین العابدینؑ کی فرماں برداری اور خالص محبت کی شہادت دی گئی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ وعلیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کی رضایت اور آئمہ معصومین کی رضایت سے جنگ کرنے اور عشیرہ طاہرہ کی مدد کرنے نیز سید الشہداء کے خون کا بدلہ لینے کا ذکر اس زیارت میں موجود ہے جو آپ کی کتاب (مراد المرید) میں مذکور ہے جو شیخ علی بن الحائری کی کتاب مزارِ شہید کے حالات پر مشتمل ہے اس کی تصحیح (نظامِ الاقوال) کے مولف شیخ نظام الدین ساوجی نے کی جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کہ گذشتہ زمانے میں جناب مختار کی قبر شیعوں کے نزدیک مزارات میں مشہور تھی اس پر مشہور قبہ بھی تھا جیسا کہ ابنِ بطوطہ کے سفر نامہ کی جلد اوّل میں صفحہ ۱۳۸ پر موجود ہے۔

کتاب المراقد میں جلد ۲ صفحہ ۷ پر اس طرح موجود ہے (امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے والے حضرت مختار کی قبر دارالامارہ اور مسجد کوفہ کے نوایہ میں باہر کی جانب ہے گذشتہ زمانے میں

مختار کی قبر مخفی تھی جب کہ عالم ربانی سید محمد مہدی بحر العلوم طباطبائی نجفی نے مسجد اور اس کے محراب کے بارے جستجو کی اس وقت انہیں قبر پر پتھر ملا جس پر ان کا نام اور لقب کندہ تھا۔ ہمارے ابتدائی زمانے میں مسجد کے شرقی اور جنوبی زاویہ کے حجرے سے آپ کی قبر کا راستہ تھا اور ہمارے آخری زمانے میں ان کی قبر کا وسیع حرم بنایا گیا جس کے رواق کو جنوب سے جناب مسلم بن عقیل کے حرم سے ملا دیا گیا تھا۔ قبر پر جالیاں لگا دی گئیں ہیں اور دہلیز کے دروازے کو بند کر دیا گیا ہے۔

ہانی بن عروہ:

حضرت ہانی قبیلہ مراد کے اشراف و زعیم میں سے تھے جن کے ہمراہ چار ہزار سوار اور آٹھ ہزار فوج پر مشتمل لشکر تھا جس میں کندہ وغیرہ اور کیزہ کے شامل تھے۔

طبری نے اس طرح لکھا ہے کہ جناب ہانی نے کہا مسلم میرے پاس موجود ہیں میں ان کو اپنے گھر سے نہیں نکالوں گا زیاد ملعون نے کہا کیا ابی زیاد کے بارے میں میں نے تمہاری مدد نہیں کی ان کی معاویہ سے حفاظت نہیں کی جناب ہانی نے کہا تو میرے پاس آنے والے (مسلم بن عقیل) کی حفاظت بھی تو کر سکتا ہے۔ میں اس بات کا ذمہ دار ہوں کہ انہیں شہر کوفہ سے رخصت کر دوں گا۔ ابن زیاد نے ہانی کے چہرے پر ایسی ضرب لگائی جس سے ان کی ناک ٹوٹ گئی اور انہیں قید میں ڈالنے کا حکم دے دیا۔ ابن زیاد ملعون نے جناب ہانی سے کہا تم جانتے ہو کہ میرے باپ نے تمہارے والد کے علاوہ کتنے شیعوں کو قتل کیا اور تم پر احسان کیا اور امیر کوفہ سے تمہاری سفارش کی کیا یہ اس کا بدلہ ہے کہ تم نے مجھے قتل کروانے کے لیئے مسلم کو اپنے گھر میں پناہ دی۔ ہانی نے کہا میں نے ایسا نہیں کیا ابن زیاد نے اپنے غلام معقل کو پیش کیا ہانی خاموش ہو گئے اور ابن زیاد سے کہا میرے پاس تیرے لیئے بہترین آزمائش ہے جس کے ذریعہ میں تجھے جزا دینا چاہتا ہوں ابن زیاد نے کہا وہ کیا ہے؟ ہانی نے کہا تو اپنے اہل و عیال کو لے کر شامیوں کی طرف منتقل ہو جا اس لیئے کہ جو تجھ سے اور تیرے مالک سے زیادہ حقدار ہے وہ آ گیا ہے۔ ابن زیاد نے کہا

میرے نزدیک آؤ ہانی نزدیک ہوئے ابنِ زیاد نے ہانی کے سر اور چہرے پر عصا مارا جناب ہانی نے نزدیک کھڑے ہوئے سپاہی کے قبضہ شمشیر پر ہاتھ مارا ایک دوسرے شخص نے ہانی کو تلوار لینے سے روک دیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جناب ہانی نے ابن زیاد پر تلوار سے حملہ کر کے زخمی کر دیا لوگ ہانی پر ٹوٹ پڑے اور ان کے ہاتھوں کو پسِ گردن سے باندھ دیا (مروج الذہب ۳۔۶۷)۔

جب یہ خبر قبیلہ مذحج کو معلوم ہوئی انہوں نے نعرہ بلند کیا کہ ہمارے سردار ہانی کو قتل کر دیا اور ابن زیاد پر حملہ آور ہوئے ابن زیاد پر لوگوں کا خوف طاری ہوا اور ہانی کو نزدیک ہی ایک مکان میں قید کر دیا اور قاضی شریح ابن الحارث کو لوگوں کی جانب بھیجا قاضی شریح نے بالائے دارالامارہ پہنچ کر اس طرح آواز دی (اے لوگو اپنی جگہ واپس جاؤ ہانی کے قتل کی خبر جو تمہیں پہنچی ہے جھوٹی ہے وہ تو زندہ ہیں میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ امیر ابن زیاد کے نزدیک قابلِ احترام ہیں ان کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا ہے ان کا احترام واکرام کیا جائے گا اور عنقریب اس حالت میں وہ تم سے ملاقات کریں گے۔ لوگ متفرق ہو گئے ۹ ر ذالحجہ ۶۰ھ جس دن حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت ہوئی اس روز حضرت ہانی بن عروہ مرادی کو قید سے نکال کر سوق الغنم میں ان کا سر قلم کر دیا پھر ابن زیاد ملعون نے حکم دیا کہ مسلم بن عقیل کی لاش کے ساتھ ہانی کو بھی کوفہ کی گلیوں میں پھرایا جائے عبداللہ بن زبیر الاسد نے اس سلسلے میں اشعار رقم کئے۔

ابن زیاد نے جناب مسلم و جناب ہانی کے سر یزید کے پاس شام بھیج دیے پھر قبیلہ مذحج نے دونوں کی لاشوں کو دارالامارہ کے نزدیک مسجد کے حرم میں دفن کر دیا۔ کتاب المراقد میں ۲/۳۵۹ میں اس طرح تحریر ہے حضرت ہانی کا مرقد مسجد کوفہ کی پشت پر مسجد کے مشرقی شمالی زاویہ کے سامنے ہے جس میں رواق اور حرم ہے۔ زائر پہلے شہید حضرت مسلم کی زیارت کرتا ہے پھر حضرت ہانی کی زیارت بھی کرتا ہے۔ آپ کے مرقد پر قبہ ہے جس پر زردکاشی کا کام ہے۔

مرقدِ جنابِ میثم تمار:

میثم تمار مولائے کائنات علی ابن ابی طالبؑ کے صحابی تھے جنہیں ۲۰ رذالحجہ ۶۰ھ کو ابن زیاد ملعون نے شہید کیا آپ کی قبر مسجد کوفہ سے ۳۰ میٹر کے فاصلے پر راہ کوفہ اور نجف میں واقع ہے۔ آپ کی قبر پر صندوق اور جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ آپ کی قبر کا گنبد بلند ہے جس کے ہر بیرونی حصے پر کاشی کا کام ہوا ہے۔ اس کے اطراف میں وسیع رواق ہیں جو مضبوط مسالہ سے بنائے گئے ہیں۔ جناب میثم کو حضرت مسلم اور جناب ہانی کی شہادت کے بعد ابن زیاد نے جنابِ مختار کے ساتھ گرفتار کیا کچھ روز کے بعد یزید کی جانب سے شام سے قاصد پیغام لایا جس میں شام میں موجود ان کے بعض قرابت داروں کے سبب حضرت مختار کی سفارش کی گئی تھی عمر بن حریث کے دروازہ کے نزدیک ابن زیاد نے میثم تمار کو ایک درخت پر پھانسی پر لٹکا دیا اس حالت میں بھی میثم مولائے کائنات کے فضائل بیان کر رہے تھے لوگوں نے ابن زیاد سے کہا اس شخص نے تجھے ذلیل ورسوا کر دیا یہ سن کر ابن زیاد نے سولی کا حکم دے دیا۔ تاریخ اسلام کا یہ پہلا شہید ہے جس کو سولی دی گئی۔ میثم نے تکبیر کہی اور شہید ہو گئے۔

علی ابن ابی طالبؑ نے ایک روز میثم سے ارشاد فرمایا میثم تمھیں گرفتار کیا جائیگا پھر سولی پر لٹکایا جائے گا پھر نیزے سے حملہ کیا جائے گا تیسرے روز تمہاری ناک اور منہ سے خون بہے گا تمہاری داڑھی تمہارے خون سے خضاب ہو جائے گی تمہیں عمر بن حریث کے دروازہ پر سولی دی جائے گی۔

جب ابن زیاد ملعون نے میثم تمار کے قتل کرنے کے لئے ایک شخص کو بھیجا اس وقت آپ کھجوریں فروخت کرنے میں مصروف تھے اور جب میثم عمر بن حریث سے ملاقات کرتے تو اس سے کہتے تھے میں تمھارا پڑوسی ہوں بس اپنے پڑوسی پر احسان کرنا میثم سے عمر بن حریث کہتا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں ابنِ سعود یا ابراہیم حکیم کا مکان خرید لوں اس کو معلوم نہیں تھا کہ میثم اس

سے کیا کہنا چاہتے ہیں۔

کتاب المراقد جلد نمبر ۲۔ صفحہ نمبر ۳۴۰ میں اس طرح تحریر ہے (مسجد کوفہ کے مغربی جانب میثم کی قبر ہے جس پر سفید رنگ کا ایک درمیانی قبہ بنا ہے اس کے درمیان حرم ہے) اور ہاشم میں اس طرح موجود ہے (الحاج محمد رشاد مرزا نے ۱۹۶۸ء مطابق ۱۳۸۸ھ میں اس کی خوبصورت تعمیر کرائی۔ اس میں قبہ اور حرم تعمیر کرایا جس پر نیلے رنگ کی کاشی کا کام بنا ہے۔ آپ کے مرقد کے اطراف میں زائرین کے واسطے رواق بنے ہیں اس طرح آپ کے مرقد کے سامنے وسیع صحن ہے بلندی کے اعتبار سے عمارت بہت ہی مناسب ہے جس پر نمایاں طور پر محمد الحسینی الحلی کے تین اشعار لکھے ہوئے ہیں۔

مسجدِ سہلہ:

کوفہ کے نزدیک شمالی مغربی سمت میں مسجد سہلہ واقع ہے یہ مسجد قدیم ہے۔ مسجد کوفہ سے ۲ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے اس کی فضیلت میں معصومینؑ سے کثیر روایات وارد ہوئیں ہیں امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا (مسجد سہلہ میں اللہ کے تمام انبیاء نے نماز پڑھی اور اس سے عدل الٰہی ظاہر ہوگا اس میں قائمؑ نصب کیا جائیگا یہی انبیاء و اوصیاء اور صالحین کا مقام ہے۔

امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے اس طرح روایت کی گئی ارشاد فرمایا (جس پر بھی کوئی مصیبت وارد ہو مسجد سہلہ میں آئے اور مغرب و عشا کے درمیان دو رکعت نماز پڑھے اور اللہ سے دعا کرے اللہ اس کو دور فرمائے گا)۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ جس نے مسجد سہلہ میں دو رکعت نماز پڑھی خداوندِ عالم اس کی عمر دو سال بڑھا دیتا ہے۔ امام جعفرِ صادقؑ نے ارشاد فرمایا (جب تم کوفہ میں وارد ہو تو مسجد سہلہ جاؤ اس میں نماز پڑھو اور اپنی دین و دنیا کی حاجت اللہ سے طلب کرو اس لئے کہ مسجد سہلہ حضرت ادریس نبیؑ کا گھر ہے جس میں آپ سلائی کرتے اور نماز پڑھتے تھے جو بھی

اس مسجد میں محبوب چیز کے بارے میں اللہ سے دعا کرے اس کی حاجت پوری ہوگی اور خداوند عالم قیامت کے روز اس کو حضرت ادریسؑ کے برابر مرتبہ عطا کرے گا۔ دنیا کے مکروہات اور اس کے دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

اس طرح امام علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا۔ ہم مسجد سھلہ کو مسجد البری کہتے ہیں اس لیئے کہ جو پریشانی بھی وارد ہوتی ہے خدا اس کو دور فرما دیتا ہے (راوی بیان کرتا ہے) یا حضرت نے یہ ارشاد فرمایا کہ اس کی حاجت کو پورا کر دیتا ہے۔ اس مسجد کے اعمال اس طرح ہیں۔ شب چہار شنبہ (منگل اور بدھ کی درمیانی رات) مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت نماز حاجت پڑھے اور اس کے بعد حسب ذیل دعا پڑھے۔

انت اللہ لا الہ الا انت مبدئی الخلق و معیدھم و انت اللہ لا الہ الا انت خالق الخلق و رازقھم و انت اللہ لاالہ الا انت القابض الباسط و انت اللہ لاالہ الا انت مدبر الامور و باعث من فی القبور انت وارث الارض و من علیھا اسالک باسمک المخزون المکنون الحیی القیوم ونت اللہ لا الہ الا انت علام السّر و اخفی اسالک باسمک الذی اذا دُعیت بہ احبیت و اذا سئلت بہ اعطیت و اسالک بحقک علی محمد و اھل بیتہ و بحقھم الذی اوجبتہ علی نفسک ان تصلی علی محمد و اھل بیتہ و ان تقضی لی حاجتی الساعۃ الساعۃ یا سامع الدعاء یا سیداہ یا مولاہ یا غیاثاہ اسالک بکل اسم سمیت بہ نفسک او استاثرت بہ فی علم الغیب عندک ان تصلی علی محمد و آلِ محمد و ان تعجل فرجنا الساعۃ یا مقلب القلوب والابصار یا سمیع الدعا.

مسجدِ صعصعہ بن صوحان:

مسجد سھلہ کے نزدیک دو قدیم مسجدیں ہیں ۱۔ مسجد زید ۲۔ مسجد صعصعہ بن صوحان۔ یہ امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے صحابی تھے دونوں مسجدوں کے آثار مٹ چکے تھے بعد میں تعمیر نو کی گئی۔ مذکورہ دونوں مسجدوں میں نماز اور دعا پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ خاص طور

سے وہ دعا جس کو صعصعہ نماز شب میں پڑھتے تھے۔

صعصعہ نے معاویہ کے مقابلہ میں بڑا جرأت مندانہ اقدام کیا جس کے باعث مغیرہ بن شعبہ نے معاویہ کے حکم سے انہیں کوفہ سے نکال دیا تھا۔ اصابہ جلد ۳ صفحہ ۲۰۰ پر اس طرح تحریر ہے کہ مغیرہ نے معاویہ کے حکم سے صعصعہ کو کوفہ سے جزیرہ یا بحرین یا ابن کافان جزیرہ کی طرف جلا وطن کر دیا تھا جہاں پر ان کا انتقال ہوا۔

استیعاب میں اس طرح تحریر ہے کہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں صعصعہ نے اسلام قبول کیا لیکن چونکہ ابھی بچپنے کا عالم تھا لہذا آنحضرتؐ سے ملاقات نہیں کر سکے تھے فاضل اور اچھے خطیب تھے علی ابن ابی طالبؑ کے اصحاب میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ الکشی میں اس طرح تحریر ہے کہ جب معاویہ کوفہ آیا تو علی ابن ابی طالبؑ کے اصحاب اس کے پاس گئے اور جن لوگوں کے بارے میں امام حسنؑ نے معاویہ سے امان طلب کی تھی اس میں ان کے اور ان کے باپ دادا کے نام بھی تھے انہیں لوگوں میں صعصعہ بن صوحان تھے جب معاویہ کے سامنے صعصعہ آئے تو اس نے کہا خدا کی قسم میں اس امر میں تمہارا دشمن ہوں کہ تم میری امان میں داخل ہو۔ معاویہ نے کہا اگر تم سچے ہو تو منبر پر جا کر علیؑ پر لعنت کرو (العیاذ اباللہ) صعصعہ نے منبر پر جا کر اللہ کی حمد و ثنا کی پھر اس طرح کہا اے لوگو میں تمہاری خدمت میں ایسے شخص کی جانب سے آیا ہوں جس کا شر قدیم اور خیر اس سے بہت دور ہے اس نے مجھے علیؑ پر لعنت کرنے کا حکم دیا ہے بس تم سب اس پر خدا کی لعنت کرو تمام اہلِ مسجد نے آمین کہا۔

معاویہ نے کہا خدا کی قسم تم نے میرے سوا کسی دوسرے کا قصد نہیں کیا پھر منبر پر جا کر علیؑ کا نام لے کر لعنت کرو صعصعہ منبر پر گئے پھر اس طرح کہا اے لوگو مجھے حاکم نے حکم دیا ہے کہ میں علی ابن ابی طالبؑ پر لعنت کروں بس تم بھی اس پر لعنت کرو۔ تمام لوگوں نے باآوازِ بلند آمین کہا۔

معاویہ نے کہا خدا کی قسم اس نے مجھ پر ہی لعنت کی ہے، اس کو شہر سے باہر نکال دو اس طرح آپ کو کوفہ سے باہر نکال دیا صعصعہ حق پر مضبوطی سے قائم رہے، ظلم اور ظالمین کے مقابل ڈٹے

رہے۔ جب امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے آخری وقت میں عیادت کے لیئے صعصعہ آئے اس وقت کی روایت یہ ہے حضرت علیؑ نے صعصعہ سے ارشاد فرمایا ہماری زیارت کو اپنی قوم پر فخر ومباہات کا ذریعہ نہ بنانا آپ نے عرض کی نہیں یا امیر المومنینؑ لیکن اجر وثواب کا تو ذریعہ ہے امیر المومنینؑ نے فرمایا (خدا کی قسم تم ظاہر پونجی کے اعتبار سے کمزور اور آخرت کے اجر وثواب کے اعتبار سے قوی ہو)۔

پس صعصہ نے عرض کی خدا کی قسم امیر المومنینؑ آپ کو نہیں پہچانتے یقیناً آپ خود اچھی طرح جانتے ہیں بے شک آپ کی نگاہ میں عظمتِ خدا ہے آپ خدا کی کتاب میں علیؑ حکیم ہیں اور آپ مومنین پر مہربان ورحیم ہیں۔ تہذیب الکمال میں اس طرح وارد ہوا ہے صعصہ امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے ساتھ جنگِ صفین میں شریک ہوئے آپ کو حضرت نے بعض چیزوں کا حکم دیا صعصہ کوفہ کے خاص لوگوں اور مولا کے خاص اصحاب سے تھے جنگِ جمل میں ہم حضرتؑ کے ساتھ تھے صعصہ اور ان کے دو بھائی زید وسیحان بھی تھے روزِ جمل جنگ کا پرچم انہیں کے ہاتھ میں تھا آپ ثقہ ہیں اور احادیث کم نقل کی ہیں۔

المراقد میں جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۴۰ پر اس طرح تحریر ہے (مشہور ہے کہ صعصہ کی قبر کوفہ کی پشت پر مقام ثویہ میں ہے ہم سے بعض نجرانیوں نے بیان کیا کہ ہمارے یہاں ایک قبر صعصہ بن صوحان کے نام سے مشہور ہے جو جزیرہ عسکر میں واقع ہے جس کا احترام عام طور سے تمام مسلمان کرتے ہیں وہاں ظاہر ہونے والی کرامات کے سبب شیعہ اور اہلسنت زیارت کے لئے آتے ہیں۔

نوٹ:۔ یہ مختصر گفتگو کوفہ کی مساجد اور مزارات سے متعلق تھی اگر چہ وہاں دوسرے مقامات بھی موجود ہیں جن سے صرفِ نظر کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔

علامہ مجلسیؒ بحار میں جلد ۱۰۰ صفحہ ۴۳۲ پر اس طرح نقل کرتے ہیں کہ (شیخ طوسی نے امالی میں صفحہ ۱۷۱ پر علی ابن ابی طالبؑ سے اس طرح روایت کی حضرت نے ارشاد فرمایا کوفہ میں مبارک اور ملعونہ دونوں قسم کی مسجدیں ہیں) مساجد ملعونہ سے مسجدِ حمراء کا ذکر کیا ہے جو

فراعنہ میں سے ایک فرعون کی قبر پر بنی ہے۔ علامہ مجلسی کہتے ہیں (ظاہر میں مسجد حرا سے آج کل مسجد یونسؑ اور ان کی قبر مراد ہے لیکن اس بارے میں ہمارے پاس کوئی خبر نہیں ہے کہ آپ کو وہاں دفن کیا گیا ہے۔

کربلا معلیٰ

امام حسینؑ:

یزیدی فوج کے گورنر ابن زیاد نے امام حسینؑ کو اس طرح تحریر کیا۔ جیسا کہ بحرانی نے مقتل عوالم میں نقل کیا ہے۔

اے حسینؑ مجھے تمھارے کربلا میں پہنچنے کی اطلاع ملی اور یقیناً مجھے (امیر المومنین) یزید ابن معاویہ نے لکھا ہے کہ میں نہ تو بستر پر آرام کروں نہ ہی پیٹ بھر کھانا استعمال کروں مگر یہ کہ تمھیں خدا تک پہنچادوں یا پھر تم میرا اور یزید کا حکم تسلیم کرلو اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن زیاد واضح طور پر اسلامی تقدس کی توہین کررہا ہے اور اسلامی سرزمین پر امام حسینؑ کے حکمِ خدا قائم کرنے کی تحقیر کررہا ہے جیسا کہ اس کے محرماتِ اسلامی انجام دینے کے بارے میں اشارہ کیا گیا ہے جو اسلامی دستور قرآن حکیم میں موجود ہیں جن میں شراب وغیرہ شامل ہے۔ امام حسینؑ کا تمام باتوں کا تسلیم نہ کرنا طبیعی امر ہے اس لئے کہ امام حسینؑ اپنے جد کی شریعت کے ذمہ دار ہیں ..بس امام حسین علیہ السلام کس طرح ظلم وجور اور فسق کی حکومت پر راضی ہوجاتے چنانچہ اموی حاکم ابن زیاد نے اسلامی تعلیمات کے خلاف سازش شروع کردی۔ اس درمیان عمر بن سعد بن وقاص کو چار ہزار لوگوں کے ساتھ رے کی حکومت کے لیئے آمادہ کرلیا اور ابن زیاد نے اس کو رے کی حکومت دینے کا وعدہ بھی کیا اس نے بھی خصوصیت سے اس مقام کو اس سبب سے بھی اختیار کیا کہ اس کے باپ نے اس کو فتح کیا تھا ابن زیاد نے چاہا کہ پسر سعد اپنے نظریہ کو بدل دے اور حسینؑ سے بیعت لینے کے لیئے کربلا روانہ ہوجائے۔ پسرِ سعد نے ابنِ زیاد کو استعفیٰ دے دیا۔ لیکن ابن زیاد نے

اس کو حکومتِ رے اور کربلا جانے کے درمیان فیصلہ کرنے کی صرف ایک رات کی مہلت دی آخر کار عمر سعد ملعون نے بدترین عہد کو قبول کرلیا اور غیرت مند مسلمانوں کی لعنت کا مستحق بن گیا۔ تمام مسلمان عمر بن سعد پر ہمیشہ ہمیشہ لعنت کرتے رہیں گے۔ اس لئے کہ اُس نے حق پر باطل کو اختیار کیا مشرکین کے قتال پر نہیں گیا بلکہ جوانانِ جنت کے سردار کا قتل اختیار کیا۔

امام حسینؑ کے ساتھ ملاقاتیں:

عمر بن سعد نے کربلا پہنچ کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ امام حسینؑ سے مقابلہ کریں سب نے انکار کیا اور عذر پیش کیا کہ ہم ہی نے تو ان کو بلایا ہے اور خطوط بھیجے ہیں پھر عمر بن سعد نے عمر بن قریضہ حنظلی کو امام حسینؑ کی خدمت میں بھیجا اُس نے امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچ کر عمر سعد کا پیغام پہنچایا جس میں سوال کیا تھا کہ آپ کس لئے آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں امام حسینؑ نے ارشاد فرمایا مجھے تمھارے اہلِ کوفہ نے خطوط لکھ کر بلایا ہے پس اگر وہ مجھے اچھا نہیں سمجھتے تو میں واپس چلا جاؤں گا۔ اس مقام پر ایک نکتہ قابلِ ذکر ہے اور وہ یہ کہ آپ کوفہ کے مسلمان عوام کی دعوت پر تشریف لائے تھے اور حضرت یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر واقعی عوام یہی چاہتے ہیں تو میں اپنے عہد پر اسی طرح باقی ہوں۔ حنظلی عمر بن سعد کے پاس آیا اور کہا میں امید کرتا ہوں کہ تمھیں جنگ میں تاخیر نہیں کرنا چاہیے عمر بن سعد نے ابن زیاد کو اس طرح تحریر کیا۔ میں نے حسینؑ کی جانب اپنا نمائندہ بھیجا اور ان سے سوال کیا کہ وہ کیوں آئے ہیں کیا چاہتے ہیں انہوں نے کہا مجھے کوفہ والوں نے بلایا ہے اور میں نے قبول کیا انہوں نے میرے آنے کے متعلق سوال کیا میں آ گیا پس اگر یہ لوگ مجھے اچھا نہیں سمجھتے اور اُن کی طرف سے اس کے سوا ظاہر ہوا جو کچھ انہوں نے مجھے تحریر کیا تھا تو میں یہاں سے واپس چلا جاؤں گا (جیسا کہ طبری کی جلد ۴ صفحہ ۶۱۱ پر موجود ہے)۔ جب ابن زیاد نے ابن عمر سعد کا پیغام پڑھا تو ایک شعر پڑھا جس کا مطلب ہے۔ اب جبکہ (حسینؑ) ہمارے چنگل میں پورے طور پر گرفتار ہو چکے ہیں تو یہاں سے جانا چاہتے ہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ پھر اس نے عمر بن سعد کو اس طرح تحریر کیا۔ تیرا خط مجھے موصول

ہوا اور جو کچھ تو نے تحریر کیا ہے میں نے سمجھا حسینؑ اور ان کے اصحاب سے بیعت لے پس اگر وہ قبول کریں تو ہم راضی ہیں۔ اسی دوران کوفہ میں امام حسینؑ سے جنگ پر آمادہ کرنے کے لیئے خطبہ دیا اور اس طرح لوگ ابن زیاد کے دھوکے اور فریب میں مبتلا ہو گئے۔ ہر شخص خونِ حسینؑ میں قربۃً الی اللہ شریک ہو رہا تھا کربلا کے لیئے فوج روانہ ہونے لگی یہاں تک کہ چھ محرم تک ۲۰ ہزار کا لشکر جمع ہو گیا جیسا کہ ایک روایت میں وارد ہوا۔ (کربلا میں یزیدی فوج کی تعداد میں مورخین کے درمیان اختلاف ہے البتہ ۳۰ ہزار سے لے کر پچاس ہزار اور اسی (۸۰) ہزار کے اقوال اور اس سے زیادہ کے بھی اقوال موجود ہیں۔ مترجم)

ایک خط ابن زیاد نے شمر کے ذریعہ عمر سعد کو لکھا جس کی تحریر یہ ہے "میں نے تجھے حسینؑ کی سفارش کے لئے نہیں بھیجا کہ تو ان کی سلامتی کی خواہش کرتا ہے۔ اس بارے میں تمہارا کوئی عذر نہیں ہے پس اگر حسینؑ اور ان کے اصحاب کو میرا حکم منظور ہے تو انہیں میرے پاس بھیج دے ورنہ ان پر حملہ کر کے قتل کر دے اور ان کا مثلہ کر نا وہ اسی کے مستحق ہیں حسینؑ کی شہادت کے بعد ان کی پشت اور سینے کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالنا عمر بن سعد نے جب ابن زیاد کا یہ حکم پڑھا تو شمر بن ذی الجوشن سے کہا خدا تجھ پر لعنت کرے اے شمر تو نے ہمیں بڑی مصیبت میں مبتلا کر دیا جس کی اصلاح کی ہمیں امید تھی۔ لیکن عمر سعد کی اصلاح کی خواہش فقط امید ہی تھی (حقیقت نہیں) اس لئے کہ وہ حق و باطل کو جانتا تھا اور اس نے اپنے لئے باطل کو حق پر اختیار کیا چنانچہ عذاب و لعنت کا مستحق ہوا لیکن اس نے انجامِ کار قبول کر ہی لیا اس لیئے کہ ابن زیاد نے اُسے دھمکی دی تھی کہ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو لشکر کی سرداری شمر کے حوالے کر دے۔

اس طرح عہدوں اور سرداری کے سبب آنکھیں حق سے اندھی ہو جاتی ہیں انسان دائمی لعنت اور آخرت کے عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے جو اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اب آپ نے یہ صورت حال دیکھی تو امام حسینؑ نے عمر بن سعد سے ملاقات کی اور فرمایا عمر بن سعد وائے ہو تجھ پر اُس خدا سے کیوں نہیں ڈرتا جس کی طرف تیری بازگشت ہے کیا تو مجھ سے جنگ کرے گا اور

میں کون ہوں تو یہ بھی جانتا ہے میرا ساتھ دے اور تیرے لئے یہی راستہ اللہ سے قریب ترین ہے ابن سعد نے کہا میں ڈرتا ہوں کہیں میرا گھر منہدم نہ کر دیا جائے امامؑ نے فرمایا تیرا مکان میں بنوا دوں گا ابن سعد نے کہا میں ڈرتا ہوں کہیں میری جائیداد و ملکیت نہ چھین لی جائے امام حسینؑ نے فرمایا اس سے بہتر میری ملکیت جو حجاز میں ہے تجھے دیتا ہوں ابن سعد نے کہا میرے اہل و عیال ہیں مجھے خوف ہے کہ رے کی حکومت نہ چھین لی جائے امامؑ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ حکومت رے کے گندم کچھ ہی روز کھا سکے گا عمر سعد ملعون نے استہزاء کرتے ہوئے کہا اگر ایسا ہے تو جو پر ہی کفایت کرونگا۔

ساتویں محرم الحرام:

سات محرم کو شمر ملعون چار ہزار لشکر لے کر نہر فرات پر اترا تا کہ حسین علیہ السلام اور آپ کے اہل و عیال و اصحاب تک پانی نہ پہنچ سکے۔ امام حسینؑ کے حکم سے نافع بن ہلال بجلی ۲۰ بیس سواروں کے ساتھ شب کے وقت نہر پر پانی لینے گئے عمر بن الحجاج نے آواز دی کون ہے نافع نے جواب دیا ہم پانی پینے آئے ہیں حجاج نے کہا پی سکتے ہو لیکن حسینؑ کے لیئے نہ لے جانا نافع نے کہا خدا کی قسم میں ایک قطرہ نہیں پیوں گا اس لیئے کہ حسینؑ اور ان کے اہل و عیال اور اصحاب پیاسے ہیں پھر نافع نے اپنے ساتھیوں کو پکارا جن میں سے بعض نے ان کا مقابلہ کیا اور بعض پانی بھرنے میں مصروف ہوئے اس طرح اہلبیتؑ کے لیے آخری مرتبہ پانی لے ہی آئے۔

نویں محرم:

نویں محرم کو خیموں میں پانی ختم ہو گیا اہلبیتؑ کی شدتِ عطش انتہا کو پہنچ گئی جس حالت کو حضرت سکینہؑ نے اس طرح بیان فرمایا "نویں محرم کی رات کو ہمارا تمام پانی خشک ہو گیا برتن خشک ہو گئے سبب تشنگی سے ہونٹوں پر پپڑی جم گئی شدتِ عطش نے ہم کو ہلاکت سے قریب کر دیا تھا۔ پس میں پھوپی زینبؑ کے پاس گئی میں نے پھوپھی کی آغوش میں شیر خوار بھائی علی اصغر کو

دیکھا جو تشنگی کے سبب زبان چبا رہا تھا مجھ پر غم واندوہ طاری ہو گیا پھر میں خیام کی طرف گئی وہاں بھی پانی موجود نہیں تھا میرے گرد بیس (۲۰) بچے جمع ہو گئے جو صدائے العطش العطش بلند کر رہے تھے جب ہماری آوازیں ایک صحابی نے سنیں تو (۳۰) تیس اصحاب جمع ہو کر گھاٹ پر پہنچے اور پسر سعد کے لشکر سے مقابلہ کر کے کچھ پانی بھر لائے جس کو خیموں کے درمیان رکھ دیا اور بلند آواز سے کہا اے رسولؐ زادیوں اپنی پیاس بجھاؤ بس سب مشک کے نزدیک جمع ہو گئے جن میں سے کچھ بچوں نے شدت تشنگی کے سبب اپنے رخسار مشک پر رکھ دیئے اس دوران مشک کا تسمہ کھل گیا اور تمام پانی زمین پر بہہ گیا اس طرح کوئی ایک بچہ بھی سیراب نہ ہو سکا سب نے العطش العطش کی صدائیں بلند کیں۔

صبح عاشور:

بڑی تعداد میں یزیدی لشکر کربلا میں جمع ہو گیا یزیدی فوج کی تعداد گیارہ ہزار تھی اور جب کہ امام حسینؑ کے اعوان وانصار کی تعداد صرف ۷۰ تھی جس میں ۲۰ (بیس) افراد حبیب ابن مظاہر کی سرداری میں، ۲۰ افراد زہیر ابن قین کی قیادت میں یزید کے لشکر کو بلاذری نے اس طرح شمار کیا ہے حر بن یزید ریاحی کی سرداری میں ایک ہزار، عمر بن سعد کی سراداری میں چار ہزار، شمر بن ذی الجوشن کی سرداری میں چار ہزار، حجار بن الجبر العجز کی سرداری میں ایک ہزار، شہید بن ربعی کی سرداری میں ایک ہزار افراد اس طرح گیارہ ہزار کا لشکر امام حسینؑ کے مقابل تھا جبکہ آپ تعداد ۷۳ افراد سے زیادہ نہ تھی اس طرح امام حسینؑ کا لشکر یزیدی لشکر کی نسبت ایک سو پچاس افراد کے مقابلے میں صرف ایک فرد ہے۔

بلاذری نے انساب الاشراف میں اس طرح بیان کیا ہے کہ کوفہ کے اندر کوئی شخص بھی باقی نہیں رہا تھا مگر یہ کہ یزیدی فوج میں نخیلہ کے مقام پر تھا اور انہیں کے ضمن میں عمر بن سعد کربلا میں تھا۔ امام جعفر صادقؑ نے اس طرح ارشاد فرمایا:۔ نویں محرم کو امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب

مکمل طور پر زغہ اعداء میں محصور ہو گئے آپ پر شامی سوار جمع ہو گئے ابنِ زیاد اور ابنِ سعد اپنی فوج کی کثرت سے خوش تھے امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب کو کمزور کر دیا تھا انہیں یہ یقین تھا کہ اب حسینؑ کی نصرت کے لیئے کوئی نہیں آئے گا نہ ہی کوئی عراقی ان کی مدد کرے گا۔

یزیدی فوج امام حسینؑ کے اصحاب کو جدا کرنا چاہتی تھی شمر کی جنابِ عباسؑ کی والدہ حضرتِ اُم البنین کے قبیلہ سے کچھ قرابت تھی اُس نے آ کر اس طرح آواز دی میری بہن کے فرزند کہاں ہیں۔ امام حسینؑ کے اصحاب نے جواب دینے سے انکار کیا لیکن امام حسینؑ نے جواب دینے کا حکم فرمایا۔ پس جنابِ عباسؑ اور آپ کے بھائی جعفر اور عثمان نے شمر سے کہا کیا چاہتا ہے۔ شمر نے کہا تمھارے لئے امان ہے اُنہوں نے کہا تجھ پر اور تیری ماں پر خدا کی لعنت ہو تو ہمیں امان دے رہا ہے اور فرزندِ رسولؐ کے لئے امان نہیں ہے جب یزیدی لشکر نے یہ جان لیا کہ اس حقیقی اسلامی جماعت کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا نہ ہی اُن کو اسلام کے بلند اہداف سے جدا کیا جا سکتا ہے تو انہوں نے حملہ کر دیا۔ شیخ مفیدؒ کہتے ہیں ۹ محرم بروز جمعرات عصر کے وقت ابنِ سعد نے اپنے لشکر کو آواز دی اے خدا کے سوارو سوار ہو جاؤ اور جنت کی خوشخبری سنو یہ کہہ کر لشکر نے امام حسینؑ پر حملہ کر دیا عصر کی نماز کے بعد امام حسینؑ نے اپنے لشکر کے علمدار جنابِ عباسؑ کو ۲۰ (بیس) سواروں کے ہمراہ اُن کے پاس بھیجا کہ سوال کرو انہیں کیا ہو گیا ہے اور کیا چاہتے ہیں انہوں نے کہا کہ امیر کا حکم آیا ہے کہ ہم تمھیں اس کا حکم تسلیم کرنے پر مجبور کر دیں جنابِ عباسؑ نے کہا جلدی مت کرو یہاں تک کہ میں اپنے آقا سے معلوم کر کے آتا ہوں۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے بھائی اُن کے پاس جاؤ اور اگر ممکن ہو سکے تو کل تک کی مہلت لے لو اور انہیں ہم سے دفع کرو تا کہ ہم اس رات اپنے رب کی عبادت، دعا اور استغفار کریں۔ خدا جانتا ہے کہ مجھے نماز، تلاوتِ قرآن، کثرتِ دعا اور استغفار کس قدر عزیز ہیں۔ جنابِ عباسؑ نے پیغام پہنچایا اور ایک شب کی مہلت مل گئی۔

عاشورا:

عاشور کی شب آخری مرتبہ امام حسینؑ نے اپنے اہل وعیال اور اصحاب کو جمع فرمایا اور اس طرح ارشاد فرمایا اے میرے اہلبیت اور شیعو! رات کے پردے میں جہاں جانا ہو چلے جاؤ، اپنی جانیں بچاؤ (یزید) کو میرے سوا کوئی مطلوب نہیں اگر وہ مجھے شہید کروا دے گا تو تمھارے بارے میں فکر نہیں کرے گا۔ اپنی جانوں کو بچاؤ خدا تم پر رحمت کرے میں تم سے اپنی بیعت اور عہد جو تم نے مجھ سے کیا ہے اٹھائے لیتا ہوں۔ سب نے کہا خدا کی قسم ہم ایسا ہرگز نہیں کریں گے کہ لوگ کہیں کہ انہوں نے اپنے سید و سردار کو تنہا چھوڑ دیا یہاں تک کہ اُنہیں قتل کر دیا گیا ہمارے اور ہمارے دشمنوں کے درمیان عذر ہوگا ہم آپ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے مگر یہ کہ آپ پر جان قربان کردیں۔ اُس خدا کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے کہ جس نے آپؑ کی نصرت سے بزرگی اور آپ کے ساتھ شہادت میں شرف بخشا۔ کیا فرزندِ رسول آپ راضی نہیں ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ آپ کے مرتبہ پر فائز ہوں۔ بعض اصحاب نے اس طرح عرض کی ہم آپ کے بعد زندہ رہیں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا خدا ایسا ہرگز ہرگز نہ دکھائے۔ انہیں میں سے زہیرِ قین نے اس طرح عرض کی فرزندِ رسولؐ خدا کی قسم اگر مجھے قتل کیا جائے میرے ٹکڑے ٹکڑے کردیے جائیں یہاں تک کہ یہی عمل ایک ہزار مرتبہ کیا جائے میں پھر بھی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ بے شک خداوندِ عالم میرے اس قتل ہونے سے آپ کی اور آپ کے اہلبیتؑ کی حفاظت فرمائے۔ امام حسینؑ نے ارشاد فرمایا خدا تمھیں جزائے خیر دے اور اپنی بہن زینبؑ سے ارشاد فرمایا میں نے اپنے تمام اصحاب کو آزمالیا ہے وہ سب مجھ سے اس طرح مانوس ہیں جس طرح بچہ شیرِ مادر سے مانوس ہوتا ہے۔ امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب نے شب عاشور یقین کی حالت میں بسر کی اس طرح کہ خدا کی بارگاہ میں پاکیزہ قلب کے ساتھ خضوع و خشوع کی حالت میں تھے کوئی سجدے میں تھا تو کوئی رکوع کر رہا تھا کوئی قیام وقعود میں کوئی تلاوت قرآن اور استغفار میں مصروف تھا اُن کی آوازیں شہد کی مکھیوں کی طرح بلند ہو رہی تھیں۔

عاشور کے روز ظہر کے وقت امام حسینؑ نے نمازِ جماعت پڑھائی اور اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا بیشک اللہ نے تمھاری اور میری شہادت کو لازمی قرار دیا بس تم جہاد اور شہادت پر صبر کرو خیام کی پشت پر اصحاب کو خندق کھودنے اور اُس میں آگ روشن کرنے کا حکم دیا۔ تا کہ دشمن پیچھے سے حملہ آور نہ ہو سکے اور مختصری فوج کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا۔ قلبِ لشکر اور یمین و یسار۔ یمین (دائیں جانب) زہیر کو مقرر فرمایا اور یسار (بائیں جانب) حبیب ابنِ مظاہر کو بیس سواروں کے ساتھ مقرر فرمایا قلبِ لشکر میں امام حسینؑ خود تھے اور جنابِ عباسؑ کو علمداری کا عہدہ عنایت فرمایا۔
امام حسینؑ نے یزیدی لشکر سے اس طرح خطاب فرمایا اگرچہ یزیدی فوج سے آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور اس درجہ شور و غوغا کر رہے تھے تا کہ لوگ امامؑ کی آواز نہ سنیں۔ امامؑ نے بلند آواز سے ارشاد فرمایا لوگو! میری بات سنو سرکشی مت کرو تا کہ میں تم سے اپنا حق بیان کروں اور تمہارے پاس آنے کی وجہ کا ذکر کروں اگر تم نے میری بات کو قبول کیا میرے کلام کی تصدیق کی اور دل و جان سے میری اطاعت کی تو تمہارے لئے بہتر ہے اور مجھ پر تمھارے لئے کوئی راہ نہیں اور اگر تمھیں میری بات قبول نہیں اور دل سے اطاعت بھی نہیں کرتے بس اپنے اور اپنے ساتھیوں کے معاملے کو جمع رکھو۔ ولی خدا وہی ہے جس پر کتاب کا نزول ہوا اور وہ صالحین کا ولی ہے۔ پھر حضرتؑ نے اس طرح ارشاد فرمایا۔ ''تمام تعریفیں اُس اللہ کے لئے ہیں جس نے دنیا خلق فرمائی اور اسے دارِ فانی اور ایک حالت سے دوسری حالت میں اس کے ساکنین کو زوال پذیر قرار دیا مغرور اپنے غرور اور شقی اپنی شقاوت میں مبتلا ہے بس یہ دنیا تمھیں دھوکا نہ دے اس لئے کہ جو اس پر بھروسہ کرتا ہے یہ اُس کی امید کو منقطع کرتی ہے۔ جو اس کی طمع کرتا ہے اس کو ذلیل و خوار کر دیتی ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایسے امر پر جمع ہو گئے ہو کہ جس کے سبب خدا نے تم پر عذاب نازل کیا اور تم سے اپنی نظرِ رحمت پھیر لی ہے اور تم پر اپنا عذاب حلال کر دیا ہے پس کیا ہی بہترین ہمارا رب اور تم کس قدر بدترین بندے ہو۔ تم نے بندگی کا اقرار کیا اور محمدؐ کی رسالت پر ایمان لائے پھر تم اُن کی ذریت کو قتل کرنا چاہتے ہو یقیناً تم پر شیطان مسلط ہو چکا ہے اور تمھیں خدا کی یاد سے غافل کر رہا

ہے۔ وائے ہو تم پر تم کیا چاہتے ہو۔ ''ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہماری بازگشت اُسی کی جانب ہے'' اے لوگو کیا تم میرے بارے میں نہیں جانتے کہ میں کون ہوں پھر اپنے نفسوں کا حساب کرو اور غور و فکر کرو کیا تمھارے لیئے میرا قتل اور جنگ حرمت کرنا صحیح ہے۔ کیا میں تمھارے نبیؐ کی بیٹی کا بیٹا نہیں ہوں اور اُن کے وصی کا فرزند نہیں ہوں کیا میں اُن کے چچازاد بھائی کا فرزند نہیں ہوں جنہوں نے اللہ پر سب سے پہلے اظہار ایمان کیا نبیؐ کی اور جو کچھ آنحضرتؐ اپنے رب کی جانب سے لائے تھے اس کی تصدیق نہیں کی کیا سید الشہداء حضرت حمزہؓ میرے بابا کے چچا نہیں کیا جعفر طیار میرے چچا نہیں کیا تم نے میرے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد میرے اور میرے بھائی کے بارے میں نہیں سنا کہ ''یہ دونوں حسنؑ و حسینؑ جوانانِ جنت کے سردار ہیں'' جو کچھ میں نے کہا اگر تم اُس کی تصدیق کرتے ہو تو یہی حق ہے خدا کی قسم میں نے کبھی کذب بیانی سے کام نہیں لیا جیسا کہ مجھے معلوم ہے کہ خدا جھوٹ بولنے والوں پر عذاب نازل کرتا ہے اور اُن پر غضبناک ہوتا ہے اور اگر تم میری تکذیب کرتے ہو تو تمہارے ہی درمیان وہ لوگ موجود ہیں جو مجھ سے اس بارے میں سوال کریں تو میں اُن کو خبر دوں۔ پھر امام حسینؑ نے بعض لوگوں کے نام پکار کر کہا اے حجار بن ابجر یا اے قیس بن الاشعب اے زید بن الحارث کیا تم سب نے مجھے اس طرح تحریر نہیں کیا کہ ''میوے پک چکے ہیں اور باغات سرسبز ہیں آپ ہمارے پاس تشریف لائیے ہم آپ کی خدمت میں آمادہ لشکر ہیں'' سب نے کہا ہم نے ایسا نہیں کیا امام حسینؑ نے ارشاد فرمایا سبحان اللہ ہاں خدا کی قسم تم نے ایسا ہی کیا ہے اس کے بعد آپ نے فرمایا اے لوگو! اگر تم مجھے اچھا نہیں سمجھتے تو مجھے چھوڑ دو کہ میں زمین کے کسی محفوظ خطے میں چلا جاؤں قیس ابن اشعث نے کہا پہلے تو آپ اپنے چچازاد بھائی (مسلم بن عقیل) کے خون سے صَرف نظر کریں؟ امامؑ نے ارشاد فرمایا کیا تو یہ چاہتا ہے کہ بنی ہاشم مسلم بن عقیل کے خون سے زیادہ مواخذہ کریں خدا کی قسم میں اپنا ہاتھ ذلیل ہاتھوں میں نہیں دوں گا نہ ہی کسی غلام کے مانند اقرار کروں گا۔ امام حسینؑ کے خطبہ کا اثر مسلمانوں اور غافل لوگوں کے دلوں پر یہ ہوا کہ عمر ابن سعد نے امام حسینؑ کے لشکر کی

جانب پہلا تیر مارا اور کہا اے لشکر یو امیر (ابن زیاد لعنہ) کے سامنے گواہ رہنا کہ سب سے پہلا تیر میں نے چلایا ہے۔ پھر کیا تھا امام حسینؑ کے لشکر کی جانب لاتعداد تیر روانہ ہوئے پھر امام حسینؑ نے اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا آمادہ ہو جاؤ یہ تیر جنت کا پیغام ہیں۔ آپ کے اصحاب نے پہلا حملہ کیا شدید جنگ ہوئی طبری نے اس جنگ کو اس طرح بیان کیا "آج کے روز شدید جنگ ہوئی پس جب غبار جنگ ختم ہوا تو امام حسینؑ کے پچاس اصحاب جامِ شہادت نوش کر چکے تھے جو یقین کی بلند منزل پر فائز اسلام اور امام حسینؑ کے انقلاب کے ہدف پر پورے اترے ان میں سب ایسے تھے جو ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہا تھا جس میں ان کے عقیدے کے سوا کچھ اور شامل نہیں تھا یہی وجہ تھی کہ وہ خود کو موت کے سامنے پیش کر رہے تھے حالانکہ امام حسینؑ نے ان کی گردنوں سے اپنی بیعت ہٹالی تھی انہیں آزاد کر دیا تھا لیکن امامؑ کے اصحاب جہاد میں شامل ہونے کے لیئے اصرار کر رہے تھے یہ امر واضح ہے کہ ہاشمی امام حسینؑ سے پہلے میدان میں جائے اس لئے کہ صبح عاشور سے ظہر تک امامؑ کے ۵۴ اصحاب درجہ شہادت پر فائز ہو چکے تھے جن میں ۵۰ تو حملہ اولیٰ ہی میں شہید ہو گئے تھے۔

امامؑ کے جاں نثار قربانی میں ایک دوسرے پر سبقت کرتے امامؑ سے اذنِ جہاد طلب کرتے اور میدان میں جاتے۔ امامؑ ہر جانے والے کو رخصت فرماتے میدان میں جانے والا امامؑ سے کہتا السلام وعلیک یا ابا عبداللہ۔ امامؑ جواب میں ارشاد فرماتے وعلیک السلام۔ ہم بھی تمھارے پیچھے آرہے ہیں۔ ان میں سے بزرگ افراد نے بھی اٹھارہ لوگوں کو قتل کیا پھر شہید ہوئے حضرت جون، ابوذر کے غلام نے پچیس لوگوں کو واصلِ جہنم کیا اور شہید ہوئے، وھب بن کلبی نے جو پہلے نصرانی تھے اور امام کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کیا ۱۹ سوار اور ۲۰ پیادہ لوگوں کو قتل کیا، حبیب ابن مظاہر اسدی نے ۶۲ لوگوں کو قتل کیا اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے زہیر بن قین نے ۱۲۰ اعداء کو واصلِ جہنم کیا، جعفر نے پندرہ سواروں کو قتل کیا اور شہید ہوئے عبدالرحمان ۱۷ لوگوں کو قتل کر کے شہید ہوئے۔ حر بن یزید ریاحی کا جہاد سب سے منفرد ہے باوجودیکہ حرؓ ہی نے امام

حسینؑ کا راستہ روکا تھا لیکن حر کا ضمیر آزاد تھا جب اسے یہ معلوم ہوا کہ وہ گمراہی کے راستہ پر ہے اور بنی امیہ کے گمراہوں نے اسے بھی گمراہ کردیا ہے تو وہ امام حسینؑ سے جاملا۔ حر کو معلوم بھی نہیں تھا کہ حالات اس حد تک بگڑ جائیں گے کہ پاکیزہ خون بہایا جائے گا۔ جیسا کہ روزِ عاشور حر نے عمر بن سعد سے سوال کیا" کیا تو اُس شخص (امام حسینؑ) سے یقیناً جنگ کرے گا تو عمر بن سعد نے کہا ہاں خدا کی قسم ایسی جنگ کہ جس میں ہاتھ کٹ کٹ کر ہوا میں اڑیں گے اور جسموں سے سر قلم ہوں گے۔ یہ سن کر حر کا دل خوف سے کانپنے لگا۔ ایک فوجی ساتھی نے جب اُس کی یہ حالت دیکھی تو حر سے کہا یقیناً تیری حالت حیرت میں ڈالنے والی ہے خدا کی قسم اگر مجھ سے عراق و کوفہ کے سب سے بہادر شخص کے بارے میں سوال کیا جاتا تو میں تیرا نام پیش کرتا یہ تجھے کیا ہوگیا ہے پس حر نے کہا وائے ہو تجھ پر میں خود کو جنت اور جہنم کے درمیان دیکھ رہا ہوں خدا کی قسم میں جنت پر کسی چیز کو اختیار نہ کروں گا چاہے قتل کردیا جاؤں اور نذرِ آتش ہی کردیا جاؤں۔ حر یزیدی فوج سے اضطرابی حالت میں نکلا وہ اپنے گزشتہ حالات سے فکرمند تھا کہ میں نے امام حسینؑ کے ساتھ کس قدر ظلم کیا ہے میری توبہ قبول ہوگی کہ نہیں۔ وہ شرمندہ تھا کہ فرزندِ رسولؐ کے سامنے کس طرح جائے اسے خیال آرہا تھا میں ہی وہ پہلا انسان ہوں جس نے نواسہ رسولؐ کا راستہ روکا۔ میں ہی امامؑ کو مشکلات میں مبتلا کرنے والا ہوں لیکن سر کو جھکائے ہوئے امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نحیف آواز میں بولا اے فرزندِ رسولؐ میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جو آپ کے واپس جانے سے مانع ہوا خدا کی قسم اگر مجھے پہلے سے معلوم ہوتا کہ وہ یہ چاہتے ہیں میں ہرگز ایسا نہیں کرتا میں اپنے کئے کی اللہ سے توبہ کرتا ہوں کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے۔ امامؑ نے فرمایا ہاں اللہ تیری توبہ قبول فرمائے حر نے عرض کی آپ مجھے جنگ کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ امامؑ نے اجازت دی حر یزیدی فوج کی طرف گئے انہیں نصیحت کی جب نصیحت کا اثر نہیں دیکھا تو اُن پر حملہ آور ہوئے اور شدید جنگ کی یہاں تک کہ یزیدی فوج نے حر کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں پھر حر نے پاپیادہ جنگ کی اور شہید ہوئے۔ حر نے امامؑ کو سلامِ آخر کیا" السلام وعلیک یا ابا عبداللہ " حر تاریخِ کربلا کا منفرد شہید ہے

امام حسینؑ حُر کے قریب پہنچے ارشاد فرمایا "تو حر ہی ہے جیسا کہ تیری ماں نے تیرا نام حُر رکھا بس تو دنیا میں بھی آزاد اور آخرت میں بھی خوش بخت ہے۔ یزیدی فوج میں موجود حر کے بعض ساتھیوں نے حر کی لاش کو کربلا سے بہت دور لے جا کر دفن کیا اُسی مقام پر جہاں آج اُن کی قبر موجود ہے۔

جون غلامِ ابوذر:

امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور طالب اذنِ جہاد ہوئے امام نے فرمایا تم آزاد ہو جون نے خود کو امام کے قدموں پر گرا دیا اور اس طرح عرض کی یقیناً میں جانتا ہوں کہ میرا پسینہ بدبودار ہے میرا حسب بھی پست ہے اور رنگ کالا ہے خدا کی قسم میں آپؑ سے جدا نہیں ہوں گا جب تک اپنا سیاہ خون آپ کے پاکیزہ خون میں شامل نہ کرا دوں (جون کو اجازت ملی) ۲۰ ظالموں کو موت کے گھاٹ اتار کر شہید ہوئے اِنہیں میں عمر بن رباب اُس کی عمر صرف گیارہ سال تھی امامؑ سے طالبِ اذن ہوا امامؑ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ ابھی حملہ اولیٰ میں اس بچے کا باپ شہید ہوا ہے۔ اس کا میدان میں جانا اس کی ماں کے لیئے دشوار ہوگا بچے نے کہا آقا میری ماں ہی نے مجھے جنگی سامان سے آراستہ کیا ہے امامؑ نے اجازت دی اُس نے جہاد کیا۔ یزیدی فوج نے بچے کا سر قلم کر کے اُس کی ماں کے پاس پھینک دیا ماں نے بچے کا شکریہ ادا کیا کہ اے میری آنکھوں کے نور قلب کے سرور تو نے بڑا کام کیا پھر اس کا سر لشکر کی طرف پھینکا اور عمودِ خیمہ سے حملہ کر کے دو اشقیاء کو قتل کیا امامؑ نے خیمہ میں واپس جانے کا حکم دیا انہیں میں وہب کلبی نصرانی اُن کی ماں اور زوجہ نے امامؑ سے راستہ میں ملاقات کی تھی اور حضرت کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا تھا جس وقت جنگ شروع ہوئی تو وہب کی ماں نے وہب سے کہا بیٹا چلو اور فرزندِ رسولؐ کی نصرت کرو وہب کی زوجہ مانع تھی وہب نے جا کر جہاد کیا پھر ماں کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا اے مادرِ گرامی اب تو تُو مجھ سے راضی ہوگی ماں نے کہا میں اُس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک تو حسینؑ پر قربان نہیں ہوگا وہب نے پھر سے جہاد شروع کیا اس مرتبہ دس سوار اور بیس پیادے قتل کیئے اس دوران وہب کی انگلیاں کٹ گئیں وہب کی زوجہ نے عمودِ خیمہ سے لشکرِ اشقیا پر حملہ کر دیا اور کہتی

جاتی تھی وہب حرمِ رسولؐ کی حفاظت کر میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں۔ وہب نے کہا ابھی تو تو مجھے جہاد سے روک رہی تھی اور اب آمادہ کر رہی ہے اس نے کہا میں نے امامؑ کو فرماتے سنا۔ "ہائے غربت ہائے کوئی مددگار نہیں کوئی ہے جو ہماری مدد کرے" پھر وہب نے امام سے عرض کی میری زوجہ کو واپس لے جائیں" انہیں میں عابس بن ابی شبیب شاکری ہیں جنہوں نے عرض کی یا ابا عبداللہ زندگی کی شام چاہے قریب ہو یا دور میرے لئے آپ عزیز ہیں اگر میرے اختیار میں ہوتا کہ میں زندگی سے زیادہ عزیز چیز کے ذریعہ آپ کی مصیبت کو دور کر سکوں تو میں انجام دیتا۔ السلام علیک یا ابا عبداللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صحیح راہ پر قائم ہیں اور آپ کے ذریعے لوگ ہدایت حاصل کرتے ہیں (یہ کہہ کر) جنگ شروع کی ایسا بہادر انسان تھا کہ کسی کو مقابلہ میں نکلنے کی تاب نہیں تھی عمر ابن سعد نے فوج کو حکم دیا کہ پتھروں کی بارش کر دیں پس ہر طرف سے پتھر آنے لگے ابن ابی شبیب نے جب یہ دیکھا تو سب پر حملہ کیا اور دو سو اشقیاء سے زیادہ قتل کئے اور زخموں کی تاب نہ لا کر شہید ہوئے۔

دعوتِ اصلاح:

جنگ کے دوران امام حسینؑ کے ایک صحابی ابو ثمامہ صیداوی نے امامؑ کی خدمت میں عرض کی نمازِ ظہر کا وقت ہو گیا ہے امام نے ارشاد فرمایا تم نے نماز کو یاد رکھا خدا تمہیں یادِ الٰہی کرنے والوں اور نمازیوں میں شمار فرمائے ہاں یہ نماز کا اول وقت ہے یزیدی فوج سے کہو کہ اتنی دیر جنگ روک دیں تا کہ ہم اپنے رب کی نماز ادا کر لیں انہوں نے انکار کیا امامؑ عمرِ سعد سے مخاطب ہوئے وائے ہو تجھ پر ابنِ سعد تو نے شریعتِ اسلام کو فراموش کر دیا جنگ کو موقوف کرتا کہ ہم بھی نماز پڑھ لیں اور تو بھی نماز پڑھ لے پھر ہم جنگ کریں گے۔ اس نے انکار کرتے ہوئے کہا۔ تمہاری نماز قبول نہیں ہو گی لیکن جس حسینؑ نے اسلام کی ہی حفاظت کے لئے جنگ کی ہے وہ کس طرح نماز کو پامال کر سکتے ہیں آپؑ نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھی آپ کے دو صحابی سعید بن عبداللہ اور زہیر قین تیروں سے آپ کی حفاظت فرما رہے تھے چنانچہ سعید شہید ہو کر گرے اس طرح صحیح سے

ظہر کے وقت امامؑ کے ۵۵ اصحاب شہید ہوئے پھر نماز کے بعد دوسری مرتبہ شدید جنگ شروع ہوئی جس میں ہاشمی جوان علی اکبر۔ ابوالفضل العباسؑ ، علی اصغر کام آئے آخری جنگ امامؑ سے مخصوص ہے۔

علی اکبر:

امام حسینؑ کو اپنے بابا سے خاص محبت تھی چنانچہ آپ نے تینوں فرزندوں کا نام علی پر رکھا یعنی علی اکبر، علی اوسط، علی اصغر جن میں صرف علی اوسط یعنی حضرت امام زین العابدینؑ باقی بچے تھے اہلبیت میں سب سے پہلے جناب علی اکبر شہید ہوئے جو رفتار و گفتار، صورت و سیرت میں اپنے جد رسول اللہؐ سے مشابہ تھے یہی وجہ تھی کہ آلِ رسولؐ کے دلوں میں آپ کا خاص مقام و احترام تھا جب جناب علی اکبر جنگ کے لئے رخصت ہوئے امامؑ نے فرمایا "پروردگار گواہ رہنا فوجِ اشقیاء کے مقابلہ میں میرا وہ جوان جارہا ہے جو سیرت و صورت، رفتار و گفتار میں تیرے حبیبؐ سے بہت زیادہ مشابہ ہے جب بھی ہمیں تیرے نبیؐ کی زیارت کا اشتیاق ہوتا تو اس جوان کو دیکھ لیا کرتے تھے" پروردگار ان سے اپنی زمین کی برکتیں روک دے انہیں منتشر کردے، ان کی راہیں مسدود کردے ان کے حکام ان سے کبھی خوش نہ رہیں۔ یقیناً علی اکبر نبیؐ کی صورت اور اپنے دادا علی کی شجاعت کے ساتھ میدان میں گئے یہاں تک کہ (۱۲۰) ایک سو بیس سواروں کو قتل کر کے پلٹے پیاس کی شدت تھی اس طرح عرض کرنے لگے بابا جان پیاس کی شدت اور اسلحہ کی گرانی مارے ڈال رہی ہے کیا پانی کی کوئی سبیل ہوسکتی ہے کہ دشمنوں پر پھر حملہ کروں امامؑ رونے لگے فرمایا تمہارے جد سے ملاقات کا وقت قریب ہے۔ یہ سن کر پھر سے اشقیا پر حملہ کیا اور کہتے جاتے تھے "میں علی اکبر حسین ابن علیؑ کا فرزند ہوں۔ خدا کی قسم ہم اہلبیت نبیؐ سے زیادہ قریب ہیں۔ خدا کی قسم ولد الحرام ہم پر حکم نہیں چلا سکتا میں تلوار سے حملہ کر کے اپنے بابا کی حمایت کروں گا۔ یہ ضرب ہاشمی جوان کی ضرب ہے"۔

دوسری مرتبہ میں آپ نے (۸۰) اسی اشقیاء فی النار کیئے منقذ بن مرہ ملعون نے پشت پر نیزہ کا اور سر پر تلوار کا وار کیا علی اکبرؑ نے گھوڑے کے گلے میں باہیں ڈال دیں گھوڑا لشکر کے درمیان چلا گیا چاروں طرف سے دشمنوں نے حملہ کیا اس طرح آواز دی بابا آپ پر سلام آخر ہو امامؑ علی اکبر کے سرہانے پہنچے جوان بیٹے کے رخسار پر رخسار رکھ کر فرمایا بیٹا تیرے بعد زندگانی دنیا پر خاک ہے جس قوم نے تجھے قتل کیا خدا اسے قتل کرے ایسی قوم کو رسولؐ کی حرمت ضائع کرنے پر کیا جزا مل سکتی ہے امام بیٹے کی لاش کو خیمہ گاہ میں لائے رسول زادیوں نے واویلا کیا۔ مقاتل الطالبین میں اس طرح ہے کہ حمید بن مسلم بیان کرتا ہے "اس حالت میں ایک بی بی خیمے سے برآمد ہوئی جس کا چہرہ آفتاب کی مانند روشن تھا جو ندا دے رہی تھی اے فرزندِ برادر لوگوں نے کہا یہ زینبؑ ہیں جو علی اکبر پر گریہ کر رہی ہیں شہزادی نے خود کو علی اکبر کی لاش پر گرا دیا امامؑ نے بہن کا ہاتھ تھاما اور خیمہ گاہ میں لائے۔

جنابِ قاسمؑ :

جنابِ قاسمؑ حسنؑ بن علی بن ابی طالبؑ کے فرزند ہیں جو تین سال کی عمر سے اپنے چچا امام حسینؑ کے زیر سایہ پروان چڑھے۔ اپنے چچا امامؑ سے میدان میں جانے کی اجازت مانگتے تھے لیکن امامؑ انکار فرمادیتے۔ آپ نے امامؑ کے ہاتھوں اور پیروں کا بوسہ دینا شروع کیا اور کہتے تھے موت آپ کی محبت میں شہد سے زیادہ شیریں ہے اور جب امامؑ نے اجازت دے دی تو قلب لشکر میں پہنچ کر جنگ کی قاسمؑ جنگ کر رہے تھے کہ اس دوران آپ کے نعلین کا تسمہ منقطع ہو گیا قاسم نے اس کو باندھنا شروع کیا قاسم اس طرح گویا اشارہ کر رہے تھے کہ میرے نزدیک نعلین کے تسمہ کا اہتمام اس فوج کفار سے زیادہ ہے۔ ابھی قاسمؑ مصروف ہی تھے کہ عمر بن سعد الازدی ملعون نے حملہ کر دیا اس سے حمید بن مسلم نے کہا اس بچے سے کیا چاہتا ہے تیرے لیئے یہی کافی ہے جن کو تو دیکھ رہا ہے۔ ملعون نے قاسم کے سر پر تلوار ماری قاسمؑ منہ کے بل گرے چچا کو آواز

دی امامؑ تیزی سے قاسم کے پاس پہنچے اور قاسم کے قاتل پر حملہ کیا اس نے لشکر کو مدد کے لیئے پکارا امامؑ ابھی قاسم کے سرہانے کھڑے تھے کہ لشکر نے آپ کو پامال کردیا امام نے فرمایا جس قوم نے تجھے قتل کیا روزِ قیامت تمھارے جد اس کے دشمن ہوں گے۔ خدا کی قسم تیرے چچا پر بہت شاق ہے کہ تو پکارے اور کوئی آواز نہ دے سکے یا آواز بھی دے تو تجھے فائدہ نہ پہنچا سکے امامؑ حضرت قاسم کا لاشہ خیمہ گاہ میں لائے۔

جناب ابوالفضل عباسؑ قمر بنی ہاشم:

جناب عباسؑ حسینی لشکر کے علمدار تھے امامؑ آپ کو اذنِ جہاد نہیں دے رہے تھے امامؑ سپہ سالاری کے لئے جنابِ عباسؑ کو باقی رکھنا چاہتے تھے۔ لیکن جنابِ عباسؑ نے جب امامؑ کو تنہا دیکھا تو طالب اذنِ کارزار ہوئے۔ امامؑ نے فرمایا تم میرے لشکر کے علمدار ہو جنابِ عباسؑ نے عرض کی اے آقا آپ پر میری جان قربان ہو زندگی سے میرا دل سیر ہو گیا ہے امامؑ نے فرمایا ان بچوں کے لئے پانی کی سبیل کرو جنابِ عباسؑ نے فوجِ اشقیاء میں جا کر ان سے خطاب اور نصیحت کیا اے عمر سعد یہ حسینؑ تمھارے نبیؐ کی دختر کے فرزند ہیں تو نے ان کے اہلبیتؑ اور اصحاب کو قتل کردیا۔ سب حسینؑ کے بچے پیاسے ہیں انہیں پانی کیوں نہیں پلاتا پیاس کی شدت سے ان کے جگر کباب ہو گئے ہیں حسینؑ اس کے باوجود بھی کہتے ہیں کہ مجھے چھوڑ دو تا کہ میں روم یا ہندوستان چلا جاؤں گا حجاز و عراق کو تمہارے لئے خالی کردوں گا۔ بس جب آپ نے کلام ختم فرمایا تو آپ کے کلام کا اثر فوج پر یہ ہوا کہ ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگے شمر ملعون نے بلند آواز سے کہا اے ابوتراب کے فرزند اگر تمام روئے زمین پانی ہو جائے اور ہمارے اختیار میں ہو تو ہم اس کا ایک قطرہ بھی تمھیں نہ پلائیں گے مگر یہ کہ یزید کی بیعت کرلو جنابِ عباسؑ امام حسینؑ کے پاس آئے اس عالم میں کہ بچوں کی پیاس سے بلند ہونے والی آوازیں سن رہے تھے آپ نے مشک اور نیزہ لیا اور فرات پر پہنچ کر مشک بھر لی اور خیمے کا رخ کیا یزیدی لشکر نے چاروں جانب سے گھیر لیا نیزوں اور تیروں سے

حملہ کرنے لگے۔ زید بن ورقا ملعون نے کمین گاہ سے چھپ کر آپ کا دایاں بازو قلم کر دیا پھر آپ نے اس طرح رجز پڑھا۔ "خدا کی قسم اگر تم نے داہنا ہاتھ قلم کر دیا تو کیا ہوا میں ہمیشہ اپنے دین کی حمایت کرتا رہوں گا اور امام ایسے سچے اور صاحب یقین ہیں جو طیب وطاہر اور امین نبیؐ کے نواسے ہیں ان کی ہمیشہ حمایت کرتا رہوں گا۔ اس مقام پر جناب عباس نے اس بات کا یقین دلایا ہے کہ ان کا دین اسلام اور امام حسینؑ کا دفاع کرنا درحقیقت اسلام کی تمثیل ہے جہاد کرتے کرتے ایک تیر مشک پر لگا سارا پانی بہہ گیا ایک ظالم نے سر مبارک پر آہنی گرز مارا امام حسینؑ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا بھیا اب تو میری کمر ٹوٹ گئی راہ چارہ مسدود ہوگئی اور مجھ پر دشمنوں کی جرأتیں بڑھ گئیں شاید یہی سبب تھا کہ امام حسینؑ آپ کا لاشہ خیمہ تک نہیں لا سکے چنانچہ آپ کی قبر تمام شہداء سے علیحدہ ہے شاعر نے اس طرح کہا ہے۔ "(عباسؑ) تمام لوگوں میں اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ ان پر گریہ کیا جائے یہ وہ جوان ہے جس کے فراق میں امام حسینؑ نے گریہ فرمایا۔ عباسؑ حسینؑ کے برادر اور علیؑ کے فرزند ہیں جن کو خون میں غلطاں کر دیا۔

جناب علی اصغرؑ:

یزیدی فوج کے سامنے پیش کرنے کے لئے امامؑ کے پاس صرف ایک نذرانہ باقی رہا تھا اصحاب واقربا میں سے عورتوں اور بچوں کے سوا کوئی باقی نہیں تھا امامؑ نے اپنے شیر خوار علی اصغر کو اس حالت میں دیکھا کہ پیاس کی شدت سے زبان باہر نکالے ہے جس کی ماں کا دودھ بھی خشک ہوگیا ہے۔ امامؑ نے بہن زینبؑ سے فرمایا میرے شیر خوار بچے کو مجھے میرے پاس لاؤ تاکہ میں فوج اشقیاء کو اس کی حالت دکھاؤں (شاید ان کو رحم آجائے) امام نے فوجِ اشقیاء سے اس طرح خطاب فرمایا اے لوگو! اگر تمہارے گمان میں ہے کہ میں خطا کار ہوں تو اس بچے کا کیا قصور ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ پیاس سے بچے کا برا حال ہے جس کو کچھ نہیں معلوم اس نے کوئی گناہ بھی نہیں کیا ہے وائے ہو تم پر اس کو تھوڑا سا پانی دیدو اس کی ماں کا دودھ خشک ہو چکا ہے اشقیاء ایک دوسرے کو

ملامت کرنے لگے فوج کا رنگ بدل گیا فوج کی یہ حالت دیکھ کر عمرِ سعد نے حرملہ کاھلی سے کہا "لوگوں کے اختلاف کو ختم کر دے" یہ ظالم اہلِ کوفہ سے مشہور ترین تیر انداز تھا ظالم نے تیرِ سہ شعبہ بچے کی گردن پر مارا جس نے بچے کو ذبح کر دیا حسینؑ نے بچے کا خون ہاتھوں میں لے کر آسمان کی جانب پھینکا جس کا ایک قطرہ زمین پر نہیں آیا۔

مرقدِ امام حسینؑ:

سید الشہداء کی قبر کے نزدیک ہی آپ کے اصحاب کا مدفن ہے جس مقام پر آپ گھوڑے سے گرے اور جہاں آپ کی شہادت ہوئی اس کو مقتل کہتے ہیں۔ تین روز کے بعد مقتل سے آپ کے جسمِ مبارک کو دفن کیا گیا اسی مقام پر ضریحِ مقدس ہے۔ آپ کے پہلو میں آپ کے فرزند جنابِ علی اکبر کی قبر ہے ضریح سے متصل ۷۲ شہداء کی قبریں ہیں اور رواق سے متصل حبیب ابن مظاہر کی قبر ہے اور اس کے آخری جانب ایک امام زادے جنابِ ابرہیم مجاب کی قبر ہے اور سید الشہداءؑ کے روضے سے تقریباً ۳۰۰ میٹر کے فاصلہ پر جنابِ ابوالفضل العباسؑ کی قبر ہے جو ایک علیحدہ مستقل روضہ بھی ہے اور کربلا کے جنوب میں محلّہ مخیم ہے یہی وہ جگہ ہے جہاں پر امام حسینؑ کے خیمے نصب کئے گئے تھے اس اعتبار سے کہ حسینی لشکر میں آپ کے اہل و عیال تھے اور دوسرے اس سبب سے کہ کربلا کے اطراف میں مزارات ہیں جس کا خلاصہ ہم آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

مقتل:

عبدالوہاب عزام نے اپنے سفرنامہ مطبوعہ مصر ۱۳۵۸ء میں اس طرح تعریف کی ہے (ہم مسجد میں داخل ہوئے وہ تلاوتِ قرآن اور دعا کرنے والوں سے بھری تھی پس ہم نے ضریحِ مبارک کی زیارت کی مکان کی خوبصورتی اور تزئین کاری سے ہماری آنکھیں خیرہ ہو رہی تھیں۔

جہاں نشیب ہے دو سیڑھیوں کے بعد ایک جگہ آتی ہے جو لوہے کی جالی سے ڈھکی ہوئی ہے۔ اس کو (مذبح) کہتے ہیں کہ جب کربلا میں سید الشہداءؑ شہید ہوئے تو اس مقام پر آپ کا خون بہا تھا سرداب کے دہانے پر چاندی کا دروازہ ہے جہاں عام طور سے جانے کی اجازت نہیں ہے۔

ضریحِ جنابِ علی اکبرؑ:

امامؑ کے پائیں پا بالکل متصل مسدس شکل کی قبر ہے جس میں حضرت علی اکبرؑ ہیں آپ کی زیارت علیحدہ پڑھی جاتی ہے جس سے ظلم کے خلاف آپ کے اسلامی جہاد اور عظمت ظاہر ہوتی ہے۔

واقعہ کربلا میں شہید ہونے والوں کے مدفن کے بارے میں وارد شدہ قول میں اسی طرح ہے کہ شہداء کا مدفن جنابِ علی اکبر کے بعد ہے جس کو یقینی طور پر معین نہیں کیا گیا ہے بس جناب علی اکبرؑ کے مدفن کے بعد جو مقام ہے اس کا مدفن شہداء ہونا معتبر جانا گیا ہے جہاں آج کل ایک کونے میں خاص جالی لگی ہوئی ہے جہاں پر تمام شہداء کے نام اور زیارات ہیں اور افضل یہ ہے کہ شہداء کی زیارت اس کے بعد پڑھی جائے اس لئے کہ یہ جگہ مکمل طور سے جملہ شہداء کا مدفن ہے۔ آقائے مامقانی نے المرآۃ میں اس طرح لکھا ہے (اور آجکل جو شہداء کی ضریح معین اور متعارف ہے یہ امر منکرات متعارفہ (یعنی جس کا انکار متعارف ہو) سے ہے اس لیئے کہ ضریحِ مذکور شہداء کی قبور سے خارج ہے اور ضریح تک جانے میں شہداء کی قبریں قدموں کے نیچے آئیں گی اور ان کی توہین ہوگی) اس مقام پر آقائے مامقانی کا قول ختم ہوا۔ لہذا افضل یہ ہے سید الشہداءؑ کی قبر کے نزدیک سے ہی شہداء کی زیارت پڑھ لی جائے۔

حبیب ابن مظاہر اسدی کی قبر:

حبیب ابن مظاہر جلیل القدر بزرگ اور حافظ قرآن تھے۔ کشی نے (اپنے رجال میں) اس طرح بیان کیا ہے کہ حبیب ابنِ ظاہر (۷۰) ستر سال کے تھے جب انہوں نے امام حسینؑ کی

نصرت کی امامؑ کی نصرت میں اپنے سینے پر نیزے اور چہرے پر تلواریں کھائیں حالانکہ ان پر (یزیدی لشکر کی جانب سے) امان اور مال و دولت پیش کیا گیا انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ اُس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ وعلیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا عذر پیش کریں گے جب کہ حسینؑ شہید کردیے جائیں اور ہم زندہ رہیں۔ حبیب خوش ہوتے ہوئے میدان کی طرف جارہے تھے بعض اصحاب نے کہا یہ وقت خوشی کا ہے۔ حبیب نے کہا کیا اس کے علاوہ بھی کوئی موقع خوش ہونے کا ہوسکتا ہے؟ اے زائرِ مومن اُس جوان مرد کی منزلِ ایمان کو ملاحظہ کر اور اسلامی راہ میں اس کے عقیدہ پر نظر کر اگر ہم امام کے حقیقی دوست اور چاہنے والے ہیں تو ہم بھی حسینؑ کے دفاع میں ان کے ساتھ دوش بدوش ہو جائیں۔

ابراہیم المجاب کی قبر:

سید الشہداء کے روضے میں شمالی غربی جانب ابراہیم مجاب کی قبر ہے یہی وہ پہلے فاطمی ہیں جن کو ۲۴۱ھ میں متوکل عباسی کے قتل کے بعد حائرِ سید الشہداء میں منتقل کیا گیا۔ ابن زھرہ کی کتاب غایۃ الاختصار کے صفحے ۸۹ پر اس طرح تحریر ہے ابراہیم المجاب امام موسیٰ بن جعفرؑ کی نسل سے ہیں۔ ابن زہرہ کہتا ہے (ابراہیم المجاب بن موسیٰ کا لقب المجاب ہونے کی وجہ ان کی اولاد نے یہ بتائی کہ جب وہ اپنے جد امام حسینؑ کے روضے میں داخل ہوئے اور سلام کیا۔ (اے میرے جد آپ پر سلام ہو) تو انہوں نے آواز سنی (اے میرے فرزند تجھ پر بھی میرا سلام ہو) لوگوں نے بیان کیا ہے کہ آپ کے جنازے کو حائر میں منتقل کیا گیا سید حسن ''الصید نزھۃ الحرمین'' میں اس طرح بیان کرتے ہیں (آپ کی قبر ظاہر و معروف ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے ایسا نہ ہو جیسا کہ سید محمد مھدی بحر العلوم نے بیان کیا ہے یہ ابراھیم المرتضٰی کی قبر ہے اس لیئے کہ ابراہیم المرتضٰی کی قبر سید الشہداء کی ضریح کی جانب چار چھ ہاتھ کی دوری پر شمالی سمت میں ہے۔

مخیم:

سید الشہداء کے صحن کے باہر جنوب غربی جانب ایک مقام ہے جو مخیم الحسینی کے نام سے مشہور ہے جو محلہ المخیم میں واقع ہے آجکل بھی یہی مشہور ہے آج بھی اسی مقام پر زائرین کے قافلے جمع ہو کر سالانہ یاد مناتے ہیں جو الحرؑ اور کربلا کے راستے میں واقع ہے چنانچہ کربلا میں روز عاشورہ کے جلے ہوئے خیموں کی یاد تمثیلی طور پر منائی جاتی ہے یہ یاد ہر سال منائی جاتی ہے مخیم کے دروازے پر اشعار موجود ہیں۔

حر کی قبر:

کربلا معلیٰ سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر مغرب کی جانب حرؑ کی قبر ہے اس کا ذکر بہت سے مصادر میں آیا ہے جن میں سے حسینی کی کتاب "موجز تاریخ البلدان العراقیہ کے صفحے ۶۷ پر اس طرح تحریر ہے وہ کہتے ہیں کربلا سے تین میل کے فاصلہ پر مغربی جانب عراقی سردار حرؑ بن یزید الریاحی کی قبر ہے۔ جس نے یزید بن معاویہ کی فوج سے امام حسینؑ کی ہمراہی میں جہاد کیا ان کی قبر پر بلند قبہ ہے جس پر رنگین کاشی کا کام بنا ہوا ہے۔ جو لوگ کربلا زیارت کے لیئے جاتے ہیں ان سے بہت سے لوگ حر کی قبر کی زیارت کے لئے بھی آتے ہیں چونکہ مزار کے اطراف میں باغات بھی ہیں لہذا گردونواح کے لوگ سیر و تفریح کے لئے بھی وہاں آتے ہیں قبر کے قبہ کے دروازے پر ایک عبارت لکھی ہوئی ہے جس میں بتایا گیا ہے یہ قبہ حسین خان شجاع سلطان نے ۱۴ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ کو تعمیر کروایا۔ سب سے پہلے اسمعیل صفوان نے حر کی قبر کو پختہ کرایا جس زمانے میں اس نے بغداد میں حکومت کی جب زائر باب الایوان میں داخل ہوتا ہے تو ملاحظہ کرتا ہے کہ اس کی تعمیر الحاج سید عبدالحسین کلیدار کی کوششوں سے ۱۳۳۰ھ میں انجام پائی اور اسی طرح دوسری جانب کی بھی تعمیر حسین شجاع السلطان نے ۱۳۳۰ھ میں کرائی صحن کے صدر دروازے پر رؤف الغزالی کے اشعار لکھے ہیں۔

ہمارے زمانے میں الحاج حسن الوکیل تاجر نے ۱۹۶۳ء میں کربلا سے شہر حر تک بجلی کا انتظام کیا اور کربلا کی شرقی جانب ۱۲ کلو میٹر کے فاصلے پر بغداد کے راستے پر عون کی قبر ہے مشہور یہی ہے کہ عون بن عبداللہ بن جعفر طیار کی قبر ہے آپ کی ماں زینب بنت علی بن ابی طالبؑ ہیں اور ارشاد شیخ مفید" میں اس طرح تحریر ہے کہ عون اور ان کا بھائی محمد سید الشہداء کے روضے میں امام حسینؑ کے پائیں دفن ہیں اور یہ بھی باور کیا جاتا ہے کہ عون بن عبداللہ اور ان کی ماں جمامہ بنت میتب کربلا میں شہید ہوئے اور سید الاعرجی نے مناھل الغرب میں تحریر کیا ہے کہ یہ عون بن عبداللہ بن جعفر بن زکی بن علی بن الحسن الجنفسج بن ادریس بن داؤد بن احمد بن عبداللہ بن موسیٰ الجواد بن عبداللہ بن الحسن المثنیٰ بن الحسن السبط ہیں جن کی وہاں جائیداد تھی چنانچہ اپنی جائداد پر گئے ہوئے تھے کربلا میں انکا انتقال ہوگیا لیکن لوگوں نے ان کو عون بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب مشہور کر دیا سید الاعرجی علم نسب میں مہارت رکھتے ہیں اور حسینی کتاب (العراق وزیما وحدیثا) میں اس طرح تحریر ہے کہ آپ کے ماموں جان (امام حسینؑ) نے آپ کو میتب بن مجید الغزالی سے بنی اسد کی ایک جماعت کے ساتھ مشورہ کرنے کے لیئے بھیجا تھا آپ کی ملاقات ان لوگوں سے ہوئی جو امام حسین اور آپ کے اصحاب پر پانی روکے ہوئے تھے انہوں نے آپ کو شہید کر کے اس جگہ دفن کر دیا۔ بیان ختم ہوا۔ شیخ مجید الھر جو کربلا کے ہمعصر خطیب ہیں انہوں نے شہید الحسینؑ میں بنی اسد کے مخطوطات سے نقل کرتے ہوئے کہا چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں ایک شخص عون بن عبداللہ بن جعفر بن مرعی بن علی جس کی نسبت امام حسن" مجتبیٰ سے تھی وارد کربلا ہوا پاک سرزمین میں پہنچتے ہی کربلا میں موجود بنی اسد نے ان سے ان کے بچا سید الشہداء کے جوار میں باقی رہنے کی خواہش کی انہوں نے دعوت قبول کی اس طرح وہ اپنی جائیداد کو نہر علقمہ سے پانی دینے جاتے تھے جو کربلا معلی سے تین فرسخ دور تھی اکثر اس مقام پر جاتے تھے وہیں آپ کا انتقال ہوگیا آپ کی وصیت کے مطابق اس مقام پر دفن کیا گیا اور پختہ قبہ بنوایا گیا۔ اس طرح یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ "ماہ صفر کی ۱۳ تاریخ کو مخصوصی ہوتی تھی جس میں لوگ آ کر ہر سال جمع ہوتے اور تین روز قیام کر کے

واپس جاتے یہ معمول آپ کی وفات سے ۱۳۱۰ھ تک جاری رہا بعد میں یہ معمول ترک ہو گیا اس کے بدلے ہر سال لوگ موسم بہار میں آنے لگے یہ سلسلہ ۱۳۴۰ھ تک جاری رہا اور ایک حادثہ کے بعد یہ طریقہ بھی ختم ہو گیا۔ کلام ختم ہوا۔ الحاج مہدی العطار نے روضہ کو وسیع کیا اور زائرین کے لیئے کنواں بنوایا آجکل یہ مقام زائر کے لئے عام ہو چکا ہے۔

نوٹ...... یقیناً فرات اوسط کا علاقہ بہت سے اسلامی بہادروں کے ظلم کے خلاف آزادی کا جہاد نیز ظلم کا مقابلہ کرنے والوں پر مشتمل ہے جن کے مزارات راہِ اسلام میں قربانی پیش کرنے کے سبب مقدس مقامات ہیں جن کا شمار کرنا ہمارے امکان سے باہر ہے۔ شاید مسند میں کوشش کرنے والا اس امر پر قدرت حاصل کرے اور اس کام کو انجام دے۔

زید شہید:

زید بن علی بن الحسینؑ اس نام سے مشہور ہیں۔ ۲ رصفر ۱۲۰ھ میں کوفہ میں شہید ہوئے اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۴۲ سال تھی کتاب المراقد میں اس طرح تحریر ہے کہ آپ کی قبر پر شب جمعہ اور اسلامی مناسبات پر زائرین کے قافلے آتے ہیں آپ کی قبر قریہ الکفل کے مشرقی جنوب کی جانب الکفل سے دو فرسخ کے فاصلے پر ہے یہیں پر آپ کو دفن کیا گیا تھا۔

صواعق محرقہ میں ابن حجر نے تحریر کیا ہے حضرت زید اہلبیتؑ میں علم و فقہ میں اکابرین اور افاضل علماء سے تھے اور ہمارے بزرگ سید محمد مہدی الکاظمی نے ایک کتابچہ بعنوان (البرھان الجلی فی ایمان زید بن علی) تحریر کیا ہے جس میں اہلسنت اور اہل تشیع کی جانب سے آپ کے حق میں ادلہ تحریر کی ہیں حضرت زید نے ھشام بن عبدالملک اموی کی بیعت نہیں کی اور اہلِ کوفہ نے بیعت کرلی تھی آپ کی شہادت کے بعد رات کے وقت آپ کو نہر کے برابر دفن کر دیا گیا اور جب نہر کا پانی وہاں پہنچا تو آپ کو دوسری قبر کھود کر دفن کر دیا گیا اور گھاس وغیرہ ڈال کر قبر کو مٹی سے ڈھانپ دیا اور اس پر پانی اس خوف سے جاری کر دیا کہ دشمن آپ کا مثلہ نہ کر سکیں آپ کے دفن کے وقت

ایک سندھی غلام موجود تھا صبح ہوتے ہی اس نے والیِ کوفہ یوسف ابنِ عمر اور پولیس افسر کو آپ کے مقامِ دفن سے مطلع کر دیا چنانچہ پولیس افسر نے تفتیش کے لیے لوگوں کو روانہ کیا جو آپ کے لاشے کو نکال کر اونٹ پر رکھ کر دارالامارہ لے آئے اور یوسف بن عمر کے حکم سے آپ کا سر قلم کیا گیا اور کوفہ کے سوق الکناسہ میں آپ کی لاش کو آپ کے بعض دوستوں کے ساتھ الٹا لٹکا دیا اس طرح دو سال تک لٹکی رہی جیسا کہ روایت میں ہے پھر اتار کر بازار کوفہ میں ٹیلے کے جنوب میں نذرِ آتش کر دیا اس طرح امالی شیخ صدوقؒ میں ہے کہ آپ کے دشمنوں نے اس طرح کہا۔ (ہم نے کھجور کی شاخوں پر تمہارے لیے زید کو پھانسی دی اور ہم نے مہدی کو نہیں دیکھا ورنہ ان کو بھی سولی پر لٹکا تے۔ جب آپ کی شہادت کی خبر امام جعفرِ صادق علیہ السلام کو ہوئی آپ نے بہت زیادہ افسوس اور غم کیا جس کے آثار (آپ کی ذات) میں ظاہر ہوئے اور حضرت زید کے اہل و عیال پر اپنا مال تقسیم کیا جن میں سے بعض کو ایک ہزار دینار تک دیا اور اس طرح ارشاد فرمایا میں اپنے چچا زید کا اللہ کے سامنے حساب لوں گا۔ بہت اچھے چچا تھے ہماری دنیا و آخرت دونوں میں مفید تھے امام محمد باقر علیہ السلام نے حضرت زید کے بارے میں ارشاد فرمایا آپ سردارِ اہلبیتؑ اور ان کا بدلہ لینے والے تھے۔ اے زید وہ ماں کیسی خوش قسمت تھی جس نے تم جیسا بہادر پیدا کیا۔ انہیں میں عبداللہ المحض ابو محمد عبداللہ بن الحسن مثنیٰ بن الامام حسنؑ ہیں اپنے والد امام حسنؑ کے بعد امیر المومنینؑ کے صدقات کے مالک ہوئے آپ شجاع بہادر اور خطیب تھے ۱۴۵ھ عید الاضحیٰ کے روز اپنے چھ برادران اور چچا کے فرزندوں کے ساتھ منصور دوانقی کی جیل میں شہید کیے گئے۔

کتاب المراقد میں اس طرح ہے کہ آپ کی اور آپ کے بھائیوں کی قبریں ہاشمیہ میں قبائل خفاجہ کے قریب ہیں آپ سب کی قبریں ایک طولانی عمارت کے اندر ہیں جو قبور سبعہ (یعنی سات قبروں) کے نام سے مشہور ہیں جو قریہ الکفل سے تقریباً ایک فرسخ کوفہ سے القاسم بن الامام موسیٰ جعفرؑ والے عام راستہ پر واقع ہے۔ کلام تمام ہوا۔

مقرّم اپنی کتاب زید الشہید میں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ کی قبر امام حسنؑ کے دیگر

فرزندوں کے ساتھ ہاشمیہ میں قید خانۂ کوفہ کے پل کے نزدیک ہے جو قبورِ سبعہ (یعنی سات قبروں) کے نام سے مشہور ہے منصور دوانقی آپ کی کنیت ابو قحافہ کرتا تھا عثمان بن عامر التیمی سے شبیہہ دیتے ہوئے اس نے جب حضرت ابو بکر کی بیعت کی تو ان کے باپ زندہ تھے اسی سبب جب نفس زکیہ کی بیعت کی گئی تو آپ کے والد زندہ تھے جیسا کہ غایۃ الاختصار میں موجود ہے ۱۴۲ھ میں جب منصور دوانقی نے حج کیا تو آپ کے ربذہ کی جانب نکالے جانے کا حکم دیا چنانچہ آپ کو طوق و سلاسل میں گرفتار کر کے اور پس گردن سے ہاتھ باندھ کر برہنہ پشت اونٹ پر مدینہ سے جب اس حالت میں نکالا گیا تو امام جعفر صادقؑ نے ارشاد فرمایا خدا کی قسم اس کے بعد خدا کی حرمت کی بھی حفاظت نہ کی جائے گی۔ چنانچہ منصور ملعون خود بھی بغلہ شہبا پر بیٹھ کر روانہ ہوا عبداللہ بن الحسن نے منصور سے کہا اے ابو جعفر ایسا ظلم تو بدر کے روز ہم نے تمہارے اسیروں کے ساتھ بھی نہیں کیا اُس نے سر جھکا لیا اور چلا گیا عبداللہ اور آپ کے برادران کو کوفہ جانے والے پل کے نزدیک ہاشمیہ میں قید کر دیا۔ زمین کے نیچے ایسا قید خانہ تھا جس میں رات اور دن معلوم نہ ہوتے تھے اسی طرح جب دو ماہ گذر گئے تو منصور نے تمام لوگوں کے قتل کیئے جانے کا حکم صادر کیا۔

عبداللہ محض اور آپ کے برادران کے مدینہ سے اس صورت سے نکالے جانے پر امام جعفر صادقؑ نے ایک خط میں شدید نفرت کا اظہار فرمایا جو حضرت نے حسن محض کو لکھا اس لیئے کہ آپ کو معلوم تھا کہ ان لوگوں کا احتجاج و انقلاب بے فائدہ ثابت ہوگا جس خط کی عبارت اس طرح ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خلفِ صالح اور پاکیزہ ذریّت اے چچا کے فرزند آپ اور آپ کے اہلِ خاندان پر جو کچھ مصیبت والم اور غم ہوا اور دل ہلا دینے والا جو غم طاری ہوا وہ فقط آپ کو نہیں ہوا بلکہ جس طرح کا رنج و غم اور تکلیف و اذیت آپ کو ہوئی اُسی طرح ہم کو بھی رنج و غم اور احساسِ اذیت ہوا لیکن میں نے اس چیز کی طرف رجوع کیا جس کا حکم خداوندِ عالم نے متقین کو دیا ہے یعنی مصیبت پر صبر کرنا اس وقت میں حالات کے تحت امام کے لیئے اس طرح ظلم سے نفرت کرنا ممکن

تھا جیسا کہ آپ نے اپنے خط میں اظہار فرمایا ہے۔

ناحیہ القاسم:

حلہ کے راستے میں دیوانیہ قاسم بن الامام موسیٰ بن جعفرؑ کی قبر ہے آپ کی والدہ اُم ولد کنیز تھیں جن کی کنیت اُم البنین تھی آپ امام رضاؑ کے بھائی تھے امام موسیٰ کاظمؑ کی شہادت کے بعد قاسم دشمنوں کے سبب پوشیدہ ہو گئے اور پوشیدہ ہی رہے یہاں تک اس علاقے میں آپ کا انتقال ہوا اعلام الوریٰ میں ابوعلی طبرسی نے امام موسیٰ کاظمؑ کی سند سے ابی عمارہ کے لئے آپ کا قول اس طرح نقل کیا ہے اے ابوعمارہ میں تم کو خبر دے رہا ہوں میں اپنے گھر سے نکلا تو میں نے اپنے فرزند علی کو وصیت کی اس کے ساتھ میں نے اپنے فرزند کو بظاہر شریک کیا اور باطن میں وصیت کی اور اس کی حد مقرر کر دی اگر میرے لئے بھی امر اسی طرح ہو جس طرح تو نے میرے فرزند قاسم کے ساتھ میری محبت و مہربانی کے سبب کیا۔ لیکن یہ امر اللہ پر ہے جس طرح وہ چاہے گا انجام دے گا (یہاں کلام ختم ہوا) سید علی بن طاؤس نے مصباح الزائر میں جناب قاسم کی زیارت کے استحباب میں نص کی ہے اور اس بارے میں ایک حدیث مسموع اور مستفیض بھی ہے۔ جس کی روایت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی گئی حضرت نے ارشاد فرمایا جو (شخص) میری زیارت کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو بس اس کو میرے برادر قاسم کی زیارت کرنا چاہیئے۔ حموی نے اپنی کتاب میں اس طرح بیان کیا ہے۔ سرزمین بابل پر حلہ سے نیچے قریہ شوشہ ہے جہاں قاسم بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادقؑ کی قبر ہے اس کے نزدیک ذی الکفل (یعنی) حضرت حزقیل کی قبر ہے جیسا کہ معجم البلدان میں جلد ۵ صفحہ ۳۰۷ پر موجود ہے لیکن کتاب المراقد میں اسی طرح ہے کہ حموی نے خلط ملط کر دیا ہے بلکہ یہ اشتباہ ہے اس لئے کہ قریہ شوشہ میں قاسم بن العباس بن موسیٰ بن جعفر کی قبر ہے اس بات کی تصریح سید بن عنبہ نے عمدۃ الطالب میں اس طرح کی ہے۔ شوشہ کوفہ کے قریوں میں سے ایک قریہ ہے جو الکفل سے دو فرسخ کے فاصلہ پر ہے اور ہمارے زمانے

ہے یہ مرقد جناب قاسم بن موسیٰ کی قبر معروف ہے اور عرب کہتے ہیں کہ یہ جناب موسیٰ کاظمؑ کی قبر ہے جو نجیہ کی راہ پر واقع ہے اور اس طرح کہا ہے کہ قاسم بن موسیٰؑ کے مرقد اور شہر کی عمارت قدیم ہے۔ جس پر عمارتیں تعمیر ہوتی رہیں اور آخری عمارت تیرہویں صدی ہجری کے آخر میں بنائی گئی جو آج بھی موجود ہے۔ جس کی تاریخیں حسب ذیل ہیں جن کی معرفت پر ہم نے قدرت حاصل کی ۔ ۹۱۴ھ میں سلطان اسماعیل اول نے نئی عمارت بنوائی اور لکڑی کا صندوق اپنے نام سے رکھوایا اور ۱۲۸۸ھ سید آغا علی شاہ حسینی نے اپنے زر خاص سے عمارت بنوائی اور ۱۳۲۵ھ میں سید محمد مرزا سید مھدی القزوینی نے اصلاحات کرائیں اور عربستان کے امیر خز الکعبی کے زر خاص سے چاندی کی جالی لگائی گئی اور جالی پر اس کی تاریخ لکھوائی اور ۱۳۶۹ھ میں شیخ قاسم محی الدین کی کوششوں سے قبہ پر کاشی کا کام بنایا گیا اور ۱۳۴۱ھ عشیرہ جبور نے صحن شریف کی تعمیر کروائی اور ۱۳۸۰ھ میں سید الحکیمؒ نے صحن شریف میں عام کتب خانے کی بنیاد ڈالی اور ۱۳۸۵ھ میں برادر بزرگ سید محمد تقی حفظ اللہ ☆ نے زائرین کی سہولیات کے لیے صحن کی توسیع کی اور نئی ضریح مقدس میں کافی اہتمام کیا چنانچہ آج بھی وہاں ایک پتھر نصب ہے۔ جس پر حسب ذیل تاریخ موجود ہے۔

اس حرم شریف اور ضریح مبارک کی تعمیر قربۃً الی اللہ اور سید محترم قاسم بن الامام الھمام موسیٰ بن جعفرؑ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے سید الجلیل اور سند النبیل علوی فاطمی آغا علی شاہ حسین بن السیدین مھتشمین سید حسن الحسینی آغا خان اور مخدرہ بی بی سرکار نے کرائی جو ماہ ذیقعدہ ۱۲۸۸ھ میں انجام کو پہنچی۔

حمزہ الغربی:

آپ کی قبر قاسم کی قبر کے نزدیک حلہ دیوانیہ کے راستے میں ہے لوگوں کے نزدیک حمزہ بن امام موسیٰ کاظمؑ بن امام جعفرؑ صادق کی قبر مشہور منور ہے لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ آپ حمزہ بن القاسم بن علی بن حمزہ بن الحسین بن عبداللہ بن ابی الفضل العباسؑ بن امیر المومنین علی ابن ابی

طالبؑ ہیں جو جناب ابوالفضل العباس کی اولاد سے ہیں سید حسن الصدر نے کہاوہ ابویعلی الثقہ جلیل ہیں جن کی قبر حلہ کے جنوب میں دجلہ اور فرات کے درمیان ہے اور مشہور مزار ہے جس کو اعراب کہتے ہیں کہ یہ حمزہ بن الکاظمؑ کی قبر ہے حالانکہ یہ قول غلط ہے جس کو سید مھدی القزوینی نے ظاہر فرمایا ہے کہ یہ ابویعلیٰ ہیں۔ ''یہاں کلام ختم ہوا''۔

حمزہ غربی کے بارے میں نجاشی متوفی ۴۵۰ھ نے کہا ہے کہ حمزہ بن القاسم بن علی بن حمزہ بن الحسن بن عبیداللہ بن العباس بن علی بن ابی طالبؑ ابویعلی ثقہ جلیل القدر ہمارے اصحاب سے ہیں ان سے بہت زیادہ احادیث وارد ہوئی ہیں آپ کی ایک کتاب ہے جو جند بن محمد رجال سے روایت کی گئی ہے یہ اچھی کتاب ہے کتاب توحید و کتاب الزیارات اور کتاب مناسک ہے اور علی محمد بن جعفر الاسدی کی رد میں کتاب ہے۔ راوی کہتا ہے ہمیں حسین بن عبداللہ نے خبر دی انہوں نے علی بن محمد القلانسی حمزہ بن القاسم سے اس کی تمام کتب کے بارے میں روایت کی" کلام ختم ہوا" اور کتاب المراقد میں ہے کہ آپ کی قبر حلہ الفیحا کے قریوں میں سے ایک قریہ مزیدیہ کے قریب ہے جو جنوب میں بوسلطان قبائل کے نزدیک ہے جو آجکل بارونق اور بلند دیواروں کے درمیان ہے جہاں زائرین اور صاحبان حاجات ان کا واسطہ دے کر خدا سے طلب حاجت کرتے ہیں اور کتاب المراقد کے حاشیہ پر ہے آپ کی قبر صاحب جلالت ہے جس پر بلند قبہ ہے اور نیلی کاشی کا کام ہوا ہے قبر کے اطراف میں صحن ہے جس میں زائرین کا اژدہام رہتا ہے یہاں ہر شب جمعہ میں مریض اور صاحبان حاجات کثرت سے آتے ہیں بعض دنوں میں تو کافی مجمع ہو جاتا ہے ۱۳۹۹ھ میں قبیلہ بوسلطان کے رئیس کی کوششوں سے آپ کی قبر پر قبہ بنوایا گیا جو آج موجود ہے جس میں بعض تجار نے بڑی مقدار میں دولت صرف کی جس پر شیخ جاسم حلی کے اشعار تحریر ہیں۔

واضح ہو کہ جو قبر حمزہ غربی کے نام سے مشہور ہے وہ سید احمد بن ہاشم بن علوی بن الحسین غربی بحرانی جو ابراہیم مجاب کی نسل سے ہیں کی قبر کے علاوہ ہے جو رمثیہ الدیوانیہ میں ہے اور حمزہ شرقی کے نام سے مشہور ہے المراقد میں ہے کہ اہل قریہ کے نزدیک اس کا نام حمزہ اس لیئے رکھا گیا کہ کہا

جاتا ہے کہ اعراب آپ کا حقیقی نام نہیں جانتے تھے اور یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ آپ کا نام حمزہ ہے اسی سبب آپ کا نام حمزہ شرقی رکھ دیا ابو یعلی کی قبر سے نسبت دیتے ہوئے۔

پسران جناب مسلم:۔

جناب مسلم بن عقیل کے دونوں فرزندوں کی قبریں میتب شہر کربلا معلی اور نجف اشرف کے درمیان واقع ہیں ایک کا نام محمد اور دوسرے کا نام ابراہیم ہے سید عبدالرزاق المقرم حفظ اللہ اپنی کتاب "مسلم الشہید" میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیعوں کی شہرت اس امر پر ہے کہ میتب کے قریب دونوں کی قبریں واقع ہیں یہ چیز یقین کا فائدہ دیتی ہے اور اس روایت کی بناء پر جس سے یہ افادہ ہوتا ہے کہ دونوں بھائیوں کے جسم کو فرات میں ڈال دیا گیا تھا تو ہوسکتا ہے یہ مقام قتل ہو یا یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں کے جسم کو نکالا گیا ہو اور اس مقام پر دفن کی گیا ہو "یہاں کلام عبدالرزاق المقرم ختم ہوا"۔ "کتاب الراقد میں دونوں بھائیوں کی قبریں میتب شہر کے قریب نہر فرات کے کنارے واقع ہیں یہ مشہور و معروف ہے دونوں کی قبروں پر عمارت بنی ہے دونوں پر قبہ ہیں جو ایک ہی حرم پر واقع دونوں قبروں کے سامنے صحن ہے جس میں زائرین کے لئے کمرے بنے ہوئے ہیں اور یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ یہی شہرت صدیوں سے چلی آرہی ہے یہاں تک کہ ہم تک پہنچی ہے اس کا مشہور شیعہ علماء سے کسی ایک نے بھی انکار نہیں کیا ہے"۔ (کلام صاحب الراقد ختم ہوا)۔

حضرت شیخ صدوقؒ متوفی ۳۸۱ھ نے اپنی امالی میں دونوں برادران کی کیفیت شہادت دشمنوں کے ساتھ گرفتاری کے بارے میں حمران بن اعین کے حوالے سے ابی محمد اہل کوفہ کی بڑی شخصیت کے حوالے سے ایک مفصل روایت تحریر کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ سید الشہداؑ کی شہادت کے بعد آپ کے قافلے کے دو چھوٹے بچے قید کیے گئے دونوں کو عبیداللہ بن زیاد کے پاس لایا گیا ابن زیاد نے داروغہ زندان کو بلا کر کہا ان دونوں کو قید میں رکھنہ تو اچھی غذا کھانے کو دینا اور نہ ٹھنڈا پانی پینے کو دینا اور جس قدر ممکن ہو سختی کرنا۔ دونوں بچے دن کو روزہ رکھتے تھے۔ اس کے

بعد دونوں کے متعلق تفصیلی بیان ہے جس کو شیخ صدوقؒ نے بیان کیا ہے۔

کاظمین:۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ۷ رصفر ۱۲۸ھ بروزِ یکشنبہ حجاز میں مقامِ ابوا میں متولد ہوئے اور ۶ رجب المرجب ۱۸۳ھ میں بروزِ جمعہ ابنِ حجر نے کہا (آپ علم و معرفت و کمال اور فضل میں اپنے بابا کے وارث ہیں کثرتِ حلم و درگذر کے سبب آپ کا لقب کاظمؑ (یعنی غصہ کا پی جانے والا) پڑگیا آپ اہلِ عراق کے نزدیک پیش خدا (بابِ قضاء الحاجۃ) کے نام سے مشہور ہیں اپنے زمانے کے عبادت گذار اور سب سے زیادہ صاحبِ علم اور سب سے زیادہ سخی ہیں۔ بغداد میں زہر سے شہید کیے گئے۔

کتاب مختصر اخبار الخلفاء میں اس طرح ہے (یقیناً امام کاظمؑ صاحبِ مرتبہ و عظیم الشان صاحب تہجد اور صاحبِ عبادت ہیں آپ کے یہاں کرامات کا ظہور ہوتا ہے عبادات میں مشہور ہیں)۔ خطیب بغدادی نے بیان کیا ہے آپ کو کثرتِ عبادت اور عابدِ شب زندہ داری کے سبب عبدِ صالح کہا جاتا ہے۔ شیخ مفید بیان کرتے ہیں آپ اپنی عظمت اور شان بزرگی کے باعث امام جعفرِ صادقؑ کے سب سے زیادہ صاحبِ جلالت فرزند ہیں آپ کے زمانے میں نہ کوئی آپ سے زیادہ صاحب جلال گذرا اور نہ ہی مکرم و محترم تھا اپنے زمانے کے لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گذار سب سے زیادہ متقی سب سے زیادہ صاحب جلالت اور علم و فقہ میں سب سے افضل ہیں آپ کے بابا کے ماننے والے تمام شیعوں نے آپ کی امامت پر اتفاق کیا ہے۔ آپ کی تعظیم اور امر کو تسلیم کرتے ہیں آپ کے والد سے روایت کی گئی ہے جو آپ کی امامت پر نص ہے اور شیعوں کی ایک بڑی جماعت نے جن میں مفضل بن عمر الحسینی اور صفوان الجمال وغیرہ قابلِ ذکر ہیں آپ کی امامت پر نص کی روایت کی ہے ان نصوص کی شیخ کلینیؒ نے کتاب کافی میں روایت کی ہے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی سوانح:۔

مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر امامؑ نے قریہ ابوا کی بنیاد ڈالی اس قریہ میں امام کاظمؑ متولد ہوئے ظالمین کے ساتھ آپ کا موقف سلبی تھا چنانچہ آپ کی سیرت میں مسلمین عامہ کی مصلحت کبھی فوت نہیں ہوسکی ۱۶۱ھ میں مہدی نے مسجد الحرام کی توسیع کا حکم دیا جس سے مسجد الحرام کے اطراف میں بسنے والے مانع ہوتے بس اس نے امامؑ سے اس بارے میں سوال کیا امامؑ نے ارشاد فرمایا۔ اگر خانہ کعبہ لوگوں پر نازل ہوا ہے تو لوگ اپنے مکان کے زیادہ حقدار ہیں اور اگر کعبہ کے اطراف میں لوگ بعد میں بسے ہیں تو کعبہ اپنے مقام پر زیادہ حقدار ہے۔ جب مہدی کو صحیح جواب موصول ہوا تو اس نے کعبہ کے اطراف میں بنے مکان کے انہدام کا حکم دے دیا پھر امامؑ نے مکانوں کے مالکان کو خط تحریر فرمایا کہ اس امر پر ان کا راضی رہنا واجب ہے۔ امامؑ ہمیشہ اسلامی سماج میں اقتصادی حالات کے بہتر سے بہتر ہونے میں کوشاں رہے پس اگر کوئی معاشی طور پر بدحال شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا آپ اس کو دیناروں کی تھیلی عطا فرما کر اس کی امداد فرماتے چنانچہ مقاتل الطالبین میں اس طرح ہے کہ اگر آپ کے پاس کسی شخص کو تنگ دستی کی خبر پہنچتی تو آپ اس کو دیناروں کی تھیلی سے امداد فرماتے جس میں ۲۰۰ سے ۳۰۰ دینار تک ہوتے تھے آپ کا یہ عمل اس امر کر واضح دلیل ہے کہ آپ اپنے چاہنے والے محتاج افراد کی امداد اور ان تک حقوق شرعی پہنچاتے اور اسلامی سماج کی اقتصادی طور پر کمک فرماتے ظالمین اور سرکش حکام کے ساتھ آپ کا موقف شدید تھا آپ نے ایک مرتبہ ہارون رشید سے فرمایا تیری حکومت لوگوں کے جسموں پر ہے اور میری حکومت ان کے قلوب پر ہے باوجودیکہ ہارون ایسا شخص ہے جس کے بارے میں اندلسی کہتا ہے کہ ہارون علویین اور آپ کے شیعوں پر ظلم کرنے میں شدت پسند تھا۔ تلاش کروا کر قتل کرا دیتا تھا جیسا کہ عقد الفرید کی جلد اول صفحہ ۱۴۲ پر تحریر ہے ابن اثیر نے ہارون کے بارے میں نقل کیا ہے کہ ہارون بچپن ہی سے شیعوں سے کراہت کرتا تھا اور شیعہ اس کی خلافت سے ڈرتے تھے چنانچہ جب ہارون نے خلافت سنبھالتے ہی تمام طالبین کو بغداد سے مدینہ کی طرف نکالنے کا

حکم دیا (ابن اثیر کی کتاب الکامل جلد ۴ صفحہ ۴۸ پر مورخین نے بیان کیا ہے کہ ہارون رشید نے قریش کی ایک جماعت کے ساتھ جس میں قبیلوں کے خاص افراد اور امام موسیٰ بن جعفرؑ بھی تھے رسول اللہؐ کی قبر کی زیارت کی اور اپنے گرد موجود افراد پر فخر کرتے ہوئے کہا اسلام علیک یا رسول اللہ یا ابن عمی (سلام ہو آپ پر اللہ کے رسول اے میرے چچا کے فرزند) امام نے فرمایا اسلام علیک یا جدی (اے میرے جد آپ پر سلام ہو) امام کا کلام سنتے ہی ہارون کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا اور (شرمندگی وخفت) سے کہنے لگا اے ابوالحسن ایسا فخر۔ ہارون نے ایک روز آپ سے سوال کیا آپ کہتے ہیں کے خمس آپ کے لیے ہے امامؑ نے ارشاد فرمایا بالکل ایسا ہی ہے ہارون نے کہا یہ تو بہت زیادہ ہے امام نے ارشاد فرمایا جس نے ہمیں عطا کیا ہے وہ جانتا ہے کہ زیادہ نہیں ہے۔ (البحار جلد ۱۱ صفحہ ۲۸۰)

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں تحریر کیا ہے کہ (امام موسیٰ کاظمؑ نے ہارون کے پاس قید خانہ سے خط بھیجا جس میں لکھا مجھ سے بلا ومصیبت کا دن نہیں گذرتا مگر یہ کہ تجھ سے تیرے راحت و آرام کا دن گذر جاتا ہے یہاں تک ہم سب ایک ایسے دن کو پورا کریں گے جس کے بعد کچھ باقی نہیں رہے گا۔ جس میں ظالم انسان نقصان اٹھانے والا ہوگا) ربیع الابرار میں زمخشری نے اس طرح روایت کی کہ ہارون نے امام کاظمؑ سے کہا آپ فدک لے لیجیے آپ نے انکار فرمایا لیکن جب اس نے اصرار کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا میں اگر فدک لوں گا تو اب تمام حدود کے ساتھ لوں گا ہارون نے کہا اس کے حدود کیا ہیں امامؑ نے فرمایا اس کی پہلی حد عدن ہے یہ سنتے ہی ہارون کا رنگ فق ہوگیا آپ نے فرمایا دوسری حد سمرقند پھر اس نے کہا تیسری حد کیا ہے آپ نے فرمایا افریقہ۔ یہ سنتے ہی اس کا رنگ سیاہ ہوگیا ہارون نے کہا چوتھی حد آپ نے فرمایا سیف البحر۔

اس طرح امام موسیٰ کاظمؑ نے واضح فرمایا ہے کہ فدک جو ہم سے غصب کیا گیا تھا وہ کوئی معمولی چیز نہیں تھا اگر حقیقت میں فدک واپس کرتا ہے تو وہ اسلامی حکومت کی تمام حدود ہیں اور ہارون رشید نے آپ سے کہا کہ آپ جو عام اور خاص لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ آپ کو آنحضرتؐ

سے منسوب کیا جائے اور لوگ آپ کو فرزندِ رسولؐ کہتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے حالانکہ آپ علیؑ کے فرزند ہیں کسی شخص کو اس کے باپ سے منسوب کیا جاتا ہے اور فاطمہؑ عورت ہیں آنحضرتؐ آپ کے جدِ مادری (یعنی ماں کی طرف سے نانا ہیں امامؑ نے اس طرح جواب دیا اگر آنحضرتؐ اس وقت زندہ ہو کر تشریف لے آئیں اور تجھ سے تیری بیٹی کا رشتہ طلب کریں تو کیا تو آنحضرتؐ کو اپنی دختر دینا قبول کرے گا۔ ہارون نے کہا سبحان اللہ بھلا کس لئے قبول نہیں کروں گا بلکہ اس سعادت پر تمام عرب وعجم اور قریش پر فخر کروں گا امامؑ نے کہا لیکن آنحضرت ہماری بیٹی کا رشتہ نہیں طلب کر سکتے نہ ہی ہم دے سکتے ہیں۔ اس لیئے کہ انہوں نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ ہارون نے کہا بہت خوب۔ پھر ہارون نے کہا آپ خود کو ذریت (اولاد) رسولؐ کہتے ہیں حالانکہ نسل مرد سے چلتی ہے عورت سے نہیں آپ آنحضرتؐ کی دختر کی اولاد ہیں اور ان کے کوئی فرزند نہیں تھا۔ میں آپ کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک آپ میرے تمام سوالات کے جوابات نہ دے دیں۔ اور اس پر قرآن سے دلیل بھی دیں۔ امامؑ نے ہارون سے سوال کیا حضرت عیسیٰ کے باپ کون تھے اس نے کہا حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے تھے امام نے ارشاد فرمایا حضرت عیسیٰ حضرت مریم کے واسطے سے ملحق ہیں (جب ہی تو ذریت جناب ابراہیم میں قرار پائے) اسی طرح ہم کو ہماری مادرِ گرامی حضرت فاطمہؑ کے ذریعہ آنحضرتؐ سے ملحق کیا گیا ہے۔ امامؑ نے ارشاد فرمایا میں تیرے لیئے مزید وضاحت کردوں جب آیتِ مباہلہ نازل کہ (اے حبیب تمہارے پاس علم کے آنے کے بعد جو بھی تم سے کج بحثی کرے پس آپ (ان سے کہہ دیں) کہ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ ہم اپنی عورتوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنی عورتوں کو بلاؤ ہم اپنے نفسوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے نفسوں کو بلاؤ پھر ہم مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر (خدا کی لعنت کریں) تو اللہ کے رسولؐ نے نصاریٰ نجران سے مقابلہ کے لیئے علی ابن ابی طالبؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ وحسینؑ کے سوا کسی کو چادر کے نیچے جمع نہیں فرمایا تھا بس آیتِ کریمہ میں ابناءنا سے حسن وحسین اور نساءنا سے حضرت فاطمہؑ اور انفسنا سے علی ابنِ ابی طالبؑ مراد ہیں۔ امام موسیٰ کاظمؑ کا طرزِ عمل عباسی حکمرانوں کے

ساتھ اس طرح کا تھا جو اہلبیتؑ کی قیادت میں ہمیشہ شک میں مبتلا رہتے تھے اس کے باوجود کہ آنحضرتؐ کا ارشادِ گرامی ہے کہ ہر فرزند آدم کا باپ سے سلسلہ نسب ہوتا ہے سوائے اولادِ فاطمہ علیہ السلام کے ان کا ولی و وارث میں ہوں۔ تاریخ میں نسلِ نبوت جو (دنیا بھر میں) پھیلی اور ممتاز ہوئی وہ یہی نسل محمدؐ ہے جو اسلام میں سب سے زیادہ متقی اور بزرگ ترین ہیں جس کے لیے حسب ذیل نصوص اور ارشادات کافی ہیں۔

خدائے تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ (اے رسول کہہ دیجیے میں تم سے رسالت کی اجرت کچھ نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ میرے اہلبیتؑ سے محبت کرو۔ پھر قرآن مجید میں دوسری جگہہ ارشاد باری تعالیٰ ہے (اے اہلبیتِ نبوت اللہ کا ارادہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ آپ کو اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (تمھارے درمیان میرے اہلبیتؑ کی مثال سفینہ نوحؑ کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوا اس نے نجات پائی جس نے اس سے روگردانی کی وہ غرق ہو گیا۔

فقط اہلبیتؑ ہی وہ ذواتِ مقدسہ ہیں جنہوں نے لوگوں کے لیے عملی طور پر اسلام پیش کیا اور انہیں کی قربانیوں نے اسلام دشمن طاقتوں کا خاتمہ کیا، ہدایت کے راستے روشن کر دیئے اس لئے کہ اہلبیتؑ ہی بہترین اصل کی بہترین فرع ہیں۔ اسلامی تاریخ میں ان کی قربانیاں بہت زیادہ محفوظ ہیں مزید تفصیل کے لئے مقاتل الطالبین کی جانب رجوع کیا جائے جیسا کہ ہم نے بھی "المعجم" میں بدر و احد و کربلا میں شجاعت کے نادر مرقع پیش کیے ہیں۔

اسلامی تاریخ میں اہلبیتؑ کا اہم مقام ہے جنہوں نے بہت زیادہ مصائب ان اموی حکام کے ذریعہ برداشت کیئے جنہوں نے اہلبیتؑ کا خوں بہا کر حکومت قائم کی تھی انہوں نے صرف اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جھوٹ اور فریب کے ذریعے اہلبیتؑ کو ان کے حق سے محروم کیا گیا اور ان پر بہتان باندھے گئے۔

میراثِ امامؑ:

امام موسیٰ کاظمؑ نے باوجود عباسی رقابت و دشمنی کے امت مسلمہ کی اسلامی میراث کی نشر و اشاعت فرمائی ان طریقوں کے ذریعہ جو اس وقت میں ممکن تھے ڈاکٹر محمد یوسف موسیٰ نے اپنی کتاب (الفقہ الاسلامی) میں تحریر کیا ہے کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ فقہ میں سب سے پہلی کتاب امامؑ موسیٰ کاظمؑ نے لکھی جن کی شہادت ۱۸۳ھ میں قید خانے میں ہوئی اور جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے وہ حلال و حرام کے عنوان سے ان مسائل کے جواز ہیں جو آپ سے کیئے گئے۔

امامؑ موسیٰ کاظمؑ کی یہ عطائے فکری ان حالات کے باوجود ہے جن میں ہر طرح کی دشمنی موجود ہے جیسا کہ بعض راویانِ احادیث کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے۔ "ہشام بن سالم بیان کرتا ہے کہ امامؑ جعفر صادقؑ کی شہادت کے بعد ہم مدینہ کی ایک گلی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اس دوران میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص میری جانب ہاتھ سے اشارہ کر رہا ہے میں ڈرا کہیں یہ شخص ابی جعفر منصور کے جاسوسوں میں سے تو نہیں ہے (ارشاد المفید) اسی طرح یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جو شخص امامؑ کے اصحاب سے سوال کرنے آتا امامؑ اس سے فرماتے سوال کرو خبر دو اور اس کی عام اشاعت مت کرنا پس اگر تم نے عام کر دیا تو ذبح کر دیئے جاؤ گے۔ امامؑ نے تمام رقابت اور دشمنی کے باوجود اسلامی حقیقی ثقافت کی ہر ممکن طور پر اشاعت فرمائی۔

ابن طاؤس نے منہج الدعوات میں دعاءِ جوشن کے ذکر میں تحریر فرمایا ابوالوضاح نے اپنے والد عبداللہ بن زید سے جو امام کاظمؑ کا صحابی تھا روایت کی عبداللہ بیان کرتا ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ کے اہلبیتؑ اور آپ کے دوستوں کی ایک جماعت امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوتی جن کے پاس آبنوس کی تختیاں ہوتی تھیں۔ پس امامؑ جو کچھ ارشاد فرماتے یا کوئی فتویٰ دیتے وہ جماعت جو کچھ آپ سے سنتی اس کو لکھ لیتی تھی۔

امامؑ کے خطوط اور مسائل کے جوابات کی نشر و اشاعت ہو چکی ہے خاص طور سے آپ کی

نصیحت جو آپ نے ہشام کو فرمائی تھی طولانی وصیت ہے جس کی تحف میں روایت کی گئی ہے اور کلینیؒ نے الکافی میں سند کے ساتھ نقل کیا ہے اور امامؑ کے اقوال یہ ہیں جس میں آپ نے فرمایا کوشش کر کے اپنے اوقات کو چار حصوں میں تقسیم کرلو۔ ایک حصہ اللہ سے مناجات، ایک حصہ برائے معاش، ایک حصہ اپنے ایسے دوستوں کے ساتھ گذارو جو تمھیں تمہارے عیوب کی طرف متوجہ کریں اور تمھیں باطل سے بچائیں اور ایک حصہ آرام و حلال لذتوں میں گذارو۔

امام موسیٰ کاظمؑ کی سیرت نمونہ ہے ہم آپ کے انہیں نشر شدہ آثار پر اکتفا کرتے ہیں جو کتب اور تاریخ کے دامن میں محفوظ ہیں اس مقام پر ہم وہ احادیث نقل کر رہے ہیں جن کی ابو عمران موسیٰ بن ابراہیم المروزی نے امامؑ بلا واسطہ روایت کی جس کا ایک نسخہ ۱۳۸۸ھ مکتبہ الظاہریہ دمشق سے ہم نے حاصل کیا جس کی اشاعت ہم نے ۱۳۸۹ھ میں کی ہم آپ کی خدمت میں نص احادیث پیش کر رہے ہیں جس میں ہم نے سند کا تذکرہ نہیں کیا ہے ان تمام احادیث کی انتہا آنحضرتؐ اور امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ تک ہوتی ہے۔

امام کاظمؑ نے اپنے آباؤ اجداد کی سند سے ارشاد فرمایا: جو شخص صبح ایسے عالم میں کرے کہ اس کی بزرگ ترین کوشش خدا کے علاوہ ہو اللہ کی طرف سے اس کے لئے کچھ نہیں ہے۔

امامؑ نے ارشاد فرمایا:

......جو شخص ہمارے بارے میں کوئی حدیث بیان کرے اور وہ اس کے جھوٹ کا علم رکھتا ہو پس وہ کاذبین میں سے ہے۔

......آنحضرتؐ نے نہی فرمائی ہے کہ کوئی شخص باپ اور اس کے فرزند کے درمیان بیٹھے۔

......تین چیزیں جمعہ کے روز مسلمان پر واجب ہیں۔ غسل۔ مسواک اور خوشبو لگانا۔

......آنحضرتؐ کو آہستہ آواز سے بولنے والا شخص پسند اور بلند آواز سے بولنے والا ناپسند تھا۔

......جو اللہ کے مختصر رزق پر راضی رہتا ہے اللہ اس کے قلیل عمل پر راضی ہو جاتا ہے۔

......تمہاری نمازوں کی پاکیزگی کا راز اس امر میں ہے کہ اپنے بہتر لوگوں کو مقدم کرو۔

......جب آنحضرتؑ کے سامنے کوئی خوشبو پیش کی جاتی تو آپ اس کو پہچان لیتے۔

......خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت واجب نہیں۔

......طاعتِ خدا میں سرمایہ داری بہترین مدد ہے۔

......تم میں سے اگر کوئی اپنے بھائی سے محبت کرتا ہے تو اس سے اس کے نام، کنیت ولقب اور قبیلہ کا نام دریافت کرے۔

......جس نے نمازِ پنجگانہ ادا کیں اس کا شمار غافلین میں نہیں ہوگا۔

......بندہ جس قدر شیطان سے قریب ہوتا ہے اسی قدر اللہ سے دور ہو جاتا ہے۔

......خداوندِ عالم اس شخص پر رحمت نازل فرمائے جس نے (کچھ) کہا پس فائدہ اٹھایا یا خاموشی اختیار کی تو سلامت رہا۔

......نیکی کے مستحق انسان کے ساتھ نیکی سے پیش آؤ۔ اگر وہ اس کا اہل نہیں ہو (اور) اس کا اہل بننے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتا ہو تو تم اس کے اہل سے ہو جاؤ۔

......مصافحہ محبت قائم کرتا ہے۔

......جب خداوندِ عالم کسی بندے پر خیر (احسان) کرتا ہے علم دین عطا کرتا ہے اور لوگوں کے عیوب پر بصارت دیتا ہے اور دنیا کی پرہیزگاری عطا کرتا ہے۔

......جس نے کہا میں عالم ہوں پس وہ جاہل ہے۔

......مومنین کا افضل ترین اخلاق (لوگوں کا) درگذر کرنا ہے۔

......جو اپنے برادر مسلم سے درگذر کرتا ہے خدا اس سے درگذر فرماتا ہے۔

......بہترین عورت وہ ہے اگر اس کو عطا کیا جائے تو شکر کرے اور اگر نہ دیا جائے تو صبر کرے۔

......ایمان قلب سے معرفت حاصل کرنے اور زبان سے اقرار کرنے اور اعضاء و جوارح

سے عمل کرنے کا نام ہے۔

...... بندہ اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ چار چیزوں پر ایمان نہ رکھتا ہو اللہ کی گواہی دے اور میری رسالت کی گواہی دے اور خدا کی قضاوقدر، خیروشر پر ایمان رکھتا ہو، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے پر ایمان رکھتا ہو۔

شہادتِ امام کاظمؑ:

امام کاظمؑ کی شہادت ۱۸۳ھ میں بغداد میں ایک قید خانے میں سندی بن شاھک کے ذریعہ ہوئی جس نے ہارون کے حکم سے تہہ خانہ میں قید کیا تھا جس میں رات اور دن کی تمیز نہیں ہوتی تھی اور آپ کو نہایت شدت میں رکھا گیا تھا یہ تمام تر ظلم اس سبب سے کیا گیا تھا کہ مسلمانوں کی زندگی میں کہیں امامؑ کی روحانی قوت اثر انداز نہ ہو انجام کار آپ کو زہر سے شہید کر دیا گیا اس طرح ۲۵ رجب ۱۸۳ھ کو صابر امامؑ کی شہادت زندان میں واقع ہوئی جیسا کہ روایت میں وارد ہوا ہے۔

امام کو ۲۰ شوال ۱۷۹ھ جبکہ آپ اپنے جد کی مسجد میں نماز میں مصروف تھے آپ کو قید کیا گیا آپ نے اپنے جد سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا اے اللہ کے رسولؐ میں آپ سے شکوہ کرتا ہوں جیسا کہ المناقب کی جلد دوئم صفحہ ۳۸۵ میں موجود ہے اور ایک سال ۱۸۰ھ تک اسی کی زندان میں بغداد میں قید رہے لیکن جب ہارون بن عیسیٰ کو امام کی شہادت کا حکم دیا اس نے صاف انکار کر دیا اور ایک سفارشی خط ہارون کو لکھا خط کی عبارت حسب ذیل ہے۔ اے امیر المومنین اس طولانی مدت میں جب تک امام کاظمؑ کو قید میں رکھا میں ان کی کڑی آزمائش اور نگرانی کی اگرچہ انسان سے فساد و خوں ریزی ظاہر ہوتی ہے لیکن میں نے حضرت کاظمؑ میں خیر کے سوا کچھ نہیں دیکھا اور یہ امیر کا ذکر خیر کے ساتھ کرتے ہیں ان کے پاس امر دنیا سے کوئی چیز نہیں ہے امیر اور کسی دوسرے انسان پر کسی قسم کا دباؤ بھی نہیں ہے امیر اور تمام مسلمانوں کے لیے دعائے مغفرت کرتے

ہیں نماز اور عبادت میں مصروف رہتے ہیں بس اگر امیر المومنین کی رائے ہو تو مجھے اس امر سے معاف فرمائیں یا کسی ایسے شخص کو حکم دیں جو اس امر کو تسلیم کرے میں یہ کام کسی قیمت پر انجام نہیں دے سکتا۔ اسی طرح ابن صباغ کی کتاب الفصول المہمہ میں وارد ہوا ہے کہ جب ہارون رشید نے لوگوں پر امامؑ کی شخصیت کا اثر دیکھا تو بغداد میں فضل بن ربیع کی قید میں رکھا لیکن جب اسے امامؑ کے قتل کا حکم دیا تو اس نے بھی انکار کر دیا تو ہارون نے مجبور ہو کر آپ کو رہا کر دیا لیکن آپ کا بغداد میں رہنا لازمی قرار دیا چنانچہ آپ ہر ہفتہ، پنجشنبہ کے روز ہارون رشید کے پاس تشریف لاتے لیکن جب امامؑ کی شہرت اس طرح بھی کم نہ ہو سکی اور عام وخاص افراد آپ کے گرد جمع ہونے لگے تو اس وقت آپ کو دوسری مرتبہ قید کیا گیا اور فضل بن یحیٰ برمکی کی تحویل میں دے دیا گیا جب اس نے آپ کا عظمت ومقام دیکھا تو آپ کا نہایت احترام کیا لیکن جب ہارون کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے خادم مسرور کو لکھا (جس کا تنہا سبب یہ تھا کہ ہارون کو اپنی شاہی کا خوف تھا۔ جیسا کہ ہارون نے اپنے بیٹے مامون سے اس کی وضاحت اسی طرح کی: اگر تو نے اقتدار کے بارے میں مجھ سے اختلاف کیا تو میں تیری آنکھیں نکلوا دوں گا ہارون اپنے اقتدار کے ذریعہ امامؑ کو مرعوب کرنا چاہتا تھا حالانکہ امامؑ کا موقف اور عمل اس کے برعکس تھا اور جب بھی حاکم وقت کی کوششیں اور کارروائیاں امامؑ کی نسبت اس طرح ہوتیں اور جب بھی امامؑ کے وجود کو ختم کر کے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنا چاہتے معاملہ اس کے خلاف ہوتا اس لیئے کہ لوگ اہل سیاست کی جعل سازیوں سے واقف ہو چکے تھے اور زیادہ سے زیادہ امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے مثلاً ایک مرتبہ عباسی حاکم نے قید خانہ میں امامؑ کے پاس ایک کنیز کو بھیجا ان کا ناقص منصوبہ یہ تھا کہ وہ اس طرح امامؑ کے تقدس کو داغدار بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن جب کنیز نے خود کو حقیقت میں ایک پرہیزگار اور صاحب تقویٰ کی خدمت میں دیکھا تو اس پر امامؑ کے خضوع وخشوع کا اسقدر اثر ہوا کہ وہ خود بھی (امام کے نزدیک) نماز میں مصروف ہوگئی گریہ کرتے ہوئے خدا سے توبہ کی

جب اس واقعہ کی خبر ہارون رشید کو ہوئی اس نے کہا خدا کی قسم موسیٰ بن جعفرؑ نے اس کنیز پر جادو کردیا ہے عباسی حاکم نے امامؑ کے دوستوں کو منتشر کرنا چاہا یہاں تک آپ کے قریب ترین شخص آپ کے بھتیجے محمد بن اسمعیل بن جعفرؑ کو امامؑ کی راہ میں رکاوٹ بنانا چاہا لیکن جب اس طرح کی اخبار مسلم اجتماع اور اسلامی سماج میں پھیلتی تھیں تو ایسی بے بنیاد باتوں کو اسلامی سماج قبول نہیں کرتا تھا یہاں تک ہارون نے آخری مرتبہ امامؑ کو قید کیا۔

آخری زنداں:

یہ منصور دوانقی کے غلام سندی بن شاھک کی زنداں تھا جب ہارون رشید کسی سے انتقام لینا چاہتا تھا تو اسی زنداں میں قید کرتا چنانچہ سندی بن شاھک نے امامؑ کو بغداد میں باب کوفہ کے نزدیک اپنے گھر میں قید کیا اس طرح امامؑ کو تنہائی میں عبادت کا موقع فراہم ہوگیا۔ یہاں تک کہ سندی کی بہن امامؑ کو دیکھتی تو گریہ کرتی اور کہتی ذلیل و رسوا ہوگی وہ قوم جو ایسے عظیم شخص کے درپے آزار ہے جیسا کہ تاریخ بغداد میں جلد ۱۳ صفحہ ۳۱ پر موجود ہے۔

بحارالانوار میں اس طرح ہے کہ ہارون رشید نے سندی بن شاھک ملعون کو امامؑ کے شہید کرنے کا حکم دیا سندی نے کھجوروں میں زہر ملایا اور امامؑ کی خدمت میں پیش کیں حضرتؑ نے چند کھجوریں تناول فرمائیں سندی بن شاھک نے مزید کھانے کا اصرار کیا امامؑ نے ارشاد فرمایا ''تیرے لئے اتنا ہی کافی ہے تو اپنی مراد کو پہنچ چکا''

روضۃ الواعظین میں ہے کہ سندی ملعون خود کو قتل امامؑ سے بچانا چاہتا تھا چنانچہ اس نے ۸۰ لوگوں کو بلا کر ان سے کہا اس شخص (امامؑ) کو دیکھو انہیں کیا ہوگیا ہے لوگ یہ گمان کر رہے تھے کہ حضرتؑ کے ساتھ یقیناً کوئی ظلم ہوا ہے اور اسی طرح کی باتیں ہو رہی تھیں سندی ملعون نے کہا یہ آپ کا گھر ہے یہ فرش ہے اس میں کسی قسم کی پریشانی بھی نہیں تھی اور امیر المومنین (یعنی ہارون رشید) کا آپ کے ساتھ سلوک بھی اچھا تھا اسی دوران ان میں سے ایک شخص نے امامؑ سے

دریافت کیا امامؑ نے فرمایا یہ جو کچھ بیان کر رہا ہے یہ اپنی جگہ ہے لیکن میں تمھیں بتلا رہا ہوں کہ مجھے ۹ کھجوروں کے ذریعہ زہر دیا گیا اور میری کل شہادت ہو جائے گی سندی ملعون نے جب سنا تو نہایت پریشان ہوا۔ جب امامؑ کی شہادت کی خبر ہارون کو معلوم ہوئی تو اس طرح کہا "ہائے افسوس فرزندِ رسولؐ پر۔ اسی طرح ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۳۰ پر ہے۔ لیکن جس رنج و غم کا اظہار ہارون نے کیا اس سے اسلامی سماج مطمئن نہیں ہوا چنانچہ سندی ملعون نے بغداد کے بعض فقہا کو بلایا تا کہ وہ امامؑ کو دیکھیں آپ نے طبیعی انتقال فرمایا ہے اور اس چیز کی شہادت دیں جیسا کہ مقاتل الطالبین صفحہ ۵۰۴ پر موجود ہے آپ کا جنازہ بغداد کے پل پر رکھوا دیا اور منادی نے ندا کی لوگوں یہ موسیٰ بن جعفرؑ ہیں جن کے بارے میں رافضیوں کا گمان ہے کہ آپ نہیں مرتے دیکھو یہ ان کا جنازہ ہے جیسا کہ فصول المھمہ میں صفحہ ۵۴ پر موجو ہے۔ اس طرح آپ کا جنازہ تین روز تک بغیر غسل و کفن کے رہا جب ہارون کے چچا سلمان بن ابی جعفر منصور کو معلوم ہوا کہ امامؑ کے جنازہ کے ساتھ یہ سب کچھ ظلم کیا گیا اُس نے اپنے فرزند اور قبیلے والوں کو جمع کر کے کہا آگے بڑھو اور جو شخص بھی اس امر میں مانع ہوا سے قتل کردو اور ندا کرائی کہ جو شخص طیب بن طیب موسیٰ بن جعفر کے جنازہ میں شریک ہونا چاہے وہ شرکت کرے چنانچہ آپ کو قیمتی کفن دیا جس پر قرآن لکھا تھا پھر آپ کا جنازہ بڑی دھوم سے اٹھایا جنازے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی بڑی تعداد تھی جو غم کے اعتبار سے عظیم دن تھا جس چیز نے سلمان کو اس امر کی جانب متوجہ کیا وہ قرابت تھی ان کے اس ظالمانہ اور بہیمانہ ظلم نے عباسیوں کے درمیان دشمنی پیدا کر دی تھی جس کو وہ دیکھ رہے تھے اسلامی سماج میں انقلاب کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں اور داخلی بیقراری میں اضافہ ہو رہا ہے جو سلمان کے ذریعہ ظاہر ہوئی جن حالات کا امامؑ نے سامنا کیا اس کا ذکر آپ نے دعائے جوشن کبیر میں اظہار فرمایا ہے جس کی روایت و قیادت الاعیان مجلد ۴ صفحہ ۳۹۴ پر اور شذرات الذھب مجلد اول صفحہ ۳۰۲ پر بھی کی گئی ہے۔

ہارون رشید خود بھی امامؑ کو دیکھتا تو آپ کو سجدے میں پاتا تھا ایک مرتبہ جبکہ وہ زندان میں

دیکھ رہا تھا اس نے سندی بن شاھک سے کہا یہ اس مقام پر کیسا کپڑا ہے جس کو میں روز آنہ دیکھتا ہوں سندی نے کہا یہ کپڑا نہیں ہے یہی موسیٰ بن جعفرؑ ہیں۔ امامؑ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک امت مسلمہ کے حقوق کی حفاظت فرماتے رہے جس کا اظہار آپ کی وصیت سے بھی ہوتا ہے۔

موجودہ وصیت کے ذریعہ امامؑ نے اسلامی پیغام میں اسلامی احکامات کی جانب متوجہ ہونے کی تاکید فرمائی ہے حالانکہ عباسی حکومت کی تمام تر کوششوں کا مقصد اسلامی اتحاد کو ختم کرنا تھا جس کے سبب مختلف نظریے ہو گئے۔ پہلی جو صورت امام رضاؑ کو پیش آئی اس صورت حال کا امام محمد تقیؑ کو سامنا کرنا پڑا اور دوسری صورت وہ تھی جس میں اسلحہ کے زور پر انقلاب ممکن تھا لیکن اسلامی فکر سے محروم جو امامؑ کے فرزند احمد کو پیش آئی جنہوں نے سریا میں ہی طباطبا کے انقلاب میں حصہ لیا تیسری صورت اسلامی قیادت کو مسئولیت سے کلی طور پر دور تھی جس کو امامؑ کے فرزند عباس نے قیادت کی جنہوں خود کو پوشیدہ رکھا اور ہر قسم کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گئے۔ مذکورہ تینوں صورتیں اسلامی تاریخ میں موجود ہیں تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے اور دوسری مرتبہ پھر مسلمانوں نے امام رضاؑ کی وصیت پر عمل کیا اور آپ کی پیروی کی تا کہ ان اہداف پر عمل کریں جن کے سبب امامؑ کو شہید کیا گیا۔

زندگانی حضرت امام محمد تقیؑ :

امامؑ نے اسلامی معاشرہ کی حفاظت میں مشکل ترین موقف اختیار فرمایا جیسا کہ حالات کا تقاضا بھی تھا۔ اس طرح آپ نے مسلمانوں کو بیدار کیا اور دشمنانِ اسلام کے حملوں اور شر سے حفاظت فرمائی۔ امامؑ کی ولادت شب جمعہ ۱۰ / رجب المرجب ۱۹۵ھ میں ہوئی جیسا کہ نص میں وارد ہوا۔ امام محمد تقیؑ کی کنیت ابوجعفر ثانی ہے اور ابوجعفر اول امام محمد باقرؑ کی کنیت ہے اور علی بن محمد امام علی نقیؑ ہیں جن کی کنیت ابوالحسن ثالث ہے آپ کی ولادت بھی رجب کے مہینے میں ہوئی جب

مامون رشید نے ۲۰۲ھ میں امام رضاؑ کو زہر سے شہید کیا سب سے پہلے غم کا سیاہ لباس مامون ہی نے پہنا تا کہ اسلامی معاشرے کے سامنے امامؑ کے خون سے خود کو بری کر سکے اور دوسری جانب اس کو خوف ہوا کہ کہیں آپ کے فرزند امام محمد تقی مدینہ میں انقلاب نہ لے آئیں چنانچہ اس نے امامؑ کو مدینہ سے بغداد بلایا اور آپ کو عباسی قرابت کے زیر سایہ قرار دیا یہ قرابت اس وقت اور بڑھی جب اس نے اپنی بیٹی کا رشتہ امامؑ کے لئے پیش کیا امامؑ نے دیکھا کہ اس امر میں اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت اور بہتری پوشیدہ ہے اور انقلاب کی شرطیں بھی موجود نہیں ہیں۔ چنانچہ امامؑ مختلف مواقع پر شر پسند حرکات کا پردہ چاک کر دیئے جیسا کہ آپ کی سیرت پر غور و فکر کرنے والے شخص کے لئے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے اگر چہ بعض مورخین اس امر سے بے خبر ہیں۔

اعلام الوریٰ میں اس طرح تحریر ہے (جب مامون نے امامؑ کی شان ہر فضیلت میں ممتاز دیکھی تو اپنی بیٹی کا رشتہ طے کر دیا اور آپ کی عظمت و احترام کا قائل ہو گیا) اس کے بعد اعلام الوریٰ میں اس طرح تحریر ہے (جب عباسیوں کو اس امر کی خبر ہوئی تو مامون پر غضبناک ہوئے اور انہیں اس بات کا خوف ہوا کہ کہیں ایسا ہی نہ ہو جیسا کہ امام رضاؑ کے ساتھ ہو چکا ہے چنانچہ اس کے خاندان والوں نے جمع ہو کر اس امر کی مخالفت کی لیکن مامون کو اصرار تھا)۔

سید امین تاریخ بیہقی سے اس طرح نقل کرتے ہیں کہ (امام محمد تقی طبس کے راستے سے سمندر پار کر کے بیہق کی جانب سے قریہ ششتمد میں آئے اس لیئے کہ اس وقت میں قومس کا راستہ اختیار نہیں کیا جاتا تھا پھر وہاں سے امام محمد تقیؑ اپنے والد علی بن موسیٰ رضاؑ کی زیارت کو ۲۰۲ھ میں گئے) پھر اس کے بعد سید امین کہتے ہیں روایت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ امامؑ اپنے والد کی زیارت کرنے آپ کی شہادت کے سال میں آپ کی زندگی میں یا اس سے ایک سال قبل یا آپ کی شہادت کے بعد آپ کی قبر کی زیارت کو گئے اس لیئے کہ آپ کی شہادت کے سال میں اختلاف ہے کہ آپ کی شہادت ۲۰۲ھ یا ۲۰۳ھ میں واقع ہوئی۔

امامت:

شیخ مفیدؒ نے آپ کی امامت کے بارے میں اس طرح تحریر فرمایا ہے (امام رضاؑ کے بعد محمد تقی امام ہوئے جس پر آپ کے والد کی جانب سے نص موجود ہے اور آپ صاحب فضل ہیں) الارشاد/۲۶۳ بلاشبہ امامت اور قیادت اسلام میں اس کے ثابت ہے جو اس کا اہل ہو نہ کہ عادات اور جاہلانہ تقلید کے سبب مثلاً نسب، قوم یا عمر وغیرہ کے مانند بعض وہ لوگ جو ایسی عادات پر بھروسہ کرتے ہیں جن کا اسلام میں وجود نہیں ہے انہوں نے آپ کی امامت میں شک کیا ہے بلکہ انہوں نے ایسی جاہلانہ عادتوں کو دینی رنگ دے دیا ہے انہیں شک کرنے والی چیزوں میں سے آپ کی عمر کو پیش کرتے ہیں (یعنی کم سنی کو دلیل بناتے ہیں) چنانچہ اس مقام پر عقلی اور باعتبار نص دونوں اشارے کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

اول:

قیادت کا حقدار وہی ہے جس میں صلاحیت ہو مثلاً علم اور قدرت کا پایا جانا عمر کی مطلق طور سے کوئی قیمت نہیں ہے جیسا کہ ہم آنحضرتؐ کو دیکھتے ہیں کہ آپ نے ایک نوجوان اسامہ بن زید کو اسلامی لشکر کا سردار مقرر فرمایا باوجود یہ کہ آپ کے بعض اصحاب نے اس کی کم عمری پر اعتراض بھی کیا۔ چنانچہ آپ نے مزید تاکید بھی فرمائی ارشاد فرمایا (اسامہ کے لشکر کے ساتھ جاؤ جو اسامہ کے لشکر سے روگردانی کرے اس پر خدا کی لعنت ہو)۔ آنحضرتؐ کا یہ تاکیدی ارشاد ان لوگوں سے متعلق ہے جو اسامہ سے عمر میں بڑے تھے اور ان کی کم سنی پر اعتراض کر رہے تھے اور ان کے ساتھ لشکر میں شامل ہونے پر تیار نہیں تھے

یہاں تک کہ اسلام نے اس طرح کے اعتراض اور اہتمام کو اوائل میں ہی تسلیم نہیں کیا۔ جبکہ مشرکین نے ابتدائے اسلام میں اسلامی پیغام کو (دعوۃ صبیان) یعنی بچوں کے اسلام سے تعبیر کیا تھا اور مسلمان کو متصابی (یعنی بچوں کی دعوت پر لبیک کہنے والوں کے نام سے تعبیر کرتے تھے حالانکہ مردوں میں سب سے پہلے اظہار اسلام کرنے والے علی ابن ابی طالبؑ ہیں اس وقت آپ

کی عمر ۹ سال تھی اور جب حضرت عمر اسلام لائے انہیں "تصابی" کہا گیا۔ چنانچہ پیغمبر اسلامؐ نے اپنی سیرت اور سنتِ علمیہ کے ذریعے اس چیز کو ختم کر دیا جس پر مشرکین اور جہلا افراد بھروسہ کرتے تھے۔

امام محمد تقیؑ مدرسہ نبوت کے پروردہ ہیں جنہوں نے ایمان کے زیرِ سایہ پرورش پائی اور اپنے والد سے علم وراثت میں پایا آپ مدرسہ امام رضاؑ کے سند یافتہ ہیں چونکہ قیادت کی اہم ترین شرط علم ہے یہی وجہ ہے سرکش اور لامذہب افراد اس کو بدلنے اور تحریف کرنے کی کوشش کرتے تھے اور امامؑ اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت کے پیشِ نظر اپنے بیانات کے ذریعہ مقابلہ کرتے رہے۔

دوم:

دوسری چیز یہ کہ قیادت کی صلاحیت میں وارد شدہ شرعی نصوص میں عمر کا اعتبار نہیں ہے جیسا کہ خداوندِ عالم سورہ مریم کی آیت نمبر ۱۲ میں ارشاد فرماتا ہے۔ قرآن حکیم واضح طور سے بیان کر رہا ہے کہ اس کے نزدیک کمسنی اور بزرگی کا کوئی اعتبار نہیں ہے نہ ہی کسی زمانہ جاہلیت کی کسی رسم کا اعتبار ہے بلکہ حکم (یعنی نبوت) کا استحقاق ہر اس ذات کو حاصل ہے جو اس کا حقدار ہے اگرچہ بچہ ہی ہو اس طرح خداوندِ عالم نے حضرت عیسیٰ بارے میں ارشاد فرمایا جنہوں نے بچپنے میں گہوارے میں لوگوں سے کلام کیا اور قرآن حکیم میں سورہ مریم کی آیت نمبر ۳۰ میں اس کا تذکرہ یوں ہے (حضرت عیسیٰ نے کہا میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا)۔

کیا عہدہ نبوت امامت سے بڑا ہے؟ جب نبوت بچپنے میں مل سکتی ہے تو کیا امامت کسی کو بچپنے میں نہیں مل سکتی؟ حالانکہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے حضرت عیسیٰ نے گہوارے میں کلام فرمایا جیسا کہ سورہ آلِ عمران کی آیت نمبر ۴۶ میں ارشاد ہوتا ہے (اور وہ حضرت عیسیٰ لوگوں سے گہوارے میں بھی بات کرے گا اور بھرپور جوان ہونے کے بعد بھی اور صالحین میں سے ہوگا) اور دوسرے مقام پر سورہ المائدہ کی آیت نمبر ۱۱۰ میں ارشاد ہوتا ہے (اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے روح القدس کے ذریعہ تمہاری تائید کی کہ تم لوگوں سے گہوارہ میں اور ادھیڑ عمر میں ایک انداز سے

بات کرتے تھے)۔ اس آیت کریمہ میں ایک خاص نکتہ ہے جس سے مفسرین غافل رہے ہیں وہ یہ کہ کلام کرنے سے فقط گفتگو کرنا مراد نہیں ہے بلکہ رسالت کی ذمہ داری اور مسئولیت ہے اسی لئے خداوندِ عالم نے گہوارے میں کلام کرنا اور بڑھاپے میں کلام کرنا دونوں کو مساوی اور برابر قرار دیا ہے مقصد یہ ہے کہ جو ذات رسالت اور پیغامبری کے جلیل القدر عہدے سے بچپنے اور بڑھاپے میں سرفراز ہوتی ہے دونوں حالتوں کی رسالت میں کوئی فرق نہیں ہے اس لیئے کہ رسالت اور پیغامبری کا سرچشمہ پروردگارِ عالم کی ذات ہے جو صرف ایک ہی ہے اس کے علاوہ دیگر بہت سی نصوص موجود ہیں جو حضرتؑ کی امامت کے بارے میں موجود ہیں جن کو الکافی کی جلد ا صفحہ ۳۲۱ میں امام رضاؑ کی سند سے روایت کیا گیا ہے امام رضاؑ نے ارشاد فرمایا اس ابو جعفر کو (یعنی محمد تقیؑ کی جانب اشارہ فرماتے ہوئے) میں نے اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ دوسرا ارشاد فرمایا "ہم اہلبیتؑ سے چھوٹا اپنے بزرگ سے قدم بقدم میراث پاتا ہے"۔ خیرانی کی سند سے یہ روایت وارد ہوئی ہے وہ بیان کرتا ہے کہ میں خراسان میں امام رضاؑ کی خدمت میں موجود تھا حضرت سے ایک شخص نے عرض کی اے میرے سید و سردار جب کوئی واقعہ پیش آئے تو ہم کس کی جانب رجوع کریں امام نے ارشاد فرمایا میرے فرزند ابو جعفر کی جانب سائل نے ابو جعفر (محمد تقیؑ) کے سن کو کم سمجھا امام رضاؑ نے ارشاد فرمایا بلاشبہ پروردگارِ عالم نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو رسول اور نبی صاحب شریعت اس وقت قرار دیا جبکہ وہ ابو جعفر (محمد تقیؑ) سے بہت زیادہ چھوٹے تھے۔

آثارِ علمی:

مامون کے کارندے مختلف مواقع پر امامؑ کے درپے آزار رہتے جیسا کہ آپ سے بکثرت سوال کرنا تا کہ آپ کی جانب سے ان کو کوئی کمزور پہلو ملے جیسا کہ روایت کی گئی ہے کہ اس غرض سے ایک مرتبہ مجمع کثیر جمع کیا اور آپ نے کسی ایک سے بھی خوف نہیں کیا جیسا کہ خود امامؑ بھی اس طرح کے اجتماعات سے غافل نہیں تھے لیکن آپ بہترین طریقوں سے ان کا مقابلہ کرتے۔

ابن حجر نے اس طرح روایت کی ہے (جبکہ مامون نے اپنی بیٹی اُم الفضل کی شادی کرنے کا امام سے مستحکم ارادہ کیا تو عباسیوں نے اس خوف کے پیشِ نظر جو امامؑ کے والد امام رضاؑ کو ولی عہد بنایا گیا تھا کہیں آپ کو بھی ولی عہد نہ بنادے یہ بات جب مامون کے سامنے پیش کی گئی تو اس نے کہا کہ آپ اپنی کم سنی ہی میں اہلِ علم و معرفت میں تمام لوگوں پر فضیلت رکھتے ہیں انہوں نے اس کو بھی تسلیم نہیں کیا اور یہ طے کیا کہ ایک شخص کو مقرر کیا جائے جو امامؑ کا امتحان لے چنانچہ اس کام کے لئے یحیٰ بن اکثم کو مقرر کیا گیا اس کے ساتھ بہت سے ارکانِ حکومت کو بھی دعوت دی گئی مامون نے امامؑ کے لئے علیحدہ فرش بچھوایا جس پر امامؑ جلوہ افروز تھے۔ یحیٰ ابن اکثم نے سوالات کرنا شروع کئے امام ہر سوال کا مناسب جواب دیتے رہے (یہاں تک کہ ابنِ حجر بیان کرتا ہے) پھر مامون نے اپنی بیٹی کا عقد امامؑ سے کر دیا۔

طبرسی نے احتجاج میں صفحہ ۲۴۰ پر روایت تحریر کی ہے جو دیان بن شبیب کی روایت سے مشابہ روایت ہے جو معتصم عباسی کا ماموں ہے۔ روایت میں غور و فکر کرنے سے یہ استفادہ ہوتا ہے۔ مذکورہ اجتماعات خود مامون کرتا تھا اور دوسرے لوگوں کی جانب نسبت دیتا تھا۔ طبرسی نے اس طرح اجتماعات کی متعدد روایتیں بیان کی ہیں جن میں سے ہم بعض روایت پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ یحیٰ بن اکثم نے امامؑ سے عرض کی فرزندِ رسولؐ آپ اس خبر کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس میں روایت کی گئی ہے کہ جبرئیل حضرت محمدؐ پر نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ خداوندِ عالم آپ کو سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ ابوبکرؓ سے سوال کیجئے کیا وہ مجھ سے راضی ہیں پس میں ان سے راضی ہوں۔

امامؑ نے ارشاد فرمایا میں ابوبکرؓ کی شخصیت سے انکار تو نہیں کرتا لیکن اس خبر کے بیان کرنے والے پر لازمی ہے کہ وہ اس خبر کے مانند لے کر آئے جس کو آنحضرتؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا آنحضرتؐ کا ارشاد ہے (مجھ پر جھوٹ بولنے والوں کی تعداد بہت ہوگئی ہے اور میرے بعد اس سے کہیں زیادہ ہوگی پس جو شخص مجھ پر عمداً جھوٹ بولے گا اسکا ٹھکانہ جہنم ہے)

جب میری جانب سے تم تک کوئی حدیث بیان ہو اس کو کتابِ خدا اور میری سنت پر پیش کرنا جو روایت کتابِ خدا اور میری سنت کے مطابق ہو اس کو لے لینا اور جو حدیث کتابِ خدا اور میری سنت کے مخالف ہو اسے مت لینا، یہ روایت کتابِ خدا کے مطابق نہیں ہے۔ امام نے ارشاد فرمایا۔ کیا خداوندِ عالم پر ابوبکرؓ کی رضا اور ناراضگی پوشیدہ تھی کہ اُس نے پوشیدہ امر کے مطابق سوال کیا، یحیٰ ابن اکثم نے اسی طرح کے اور بہت سے سوالات کیئے جس کا مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو منتشر کرنا تھا اور امامؑ اس کو منطق علمی کے مطابق جوابات دیتے رہے جن سے آپ کا مقصد مسلمانوں کو متحد کرنا تھا اور یحیٰ کے دعویٰ اور مقصد کو غلط ثابت کرتے رہے انجامِ کار امامؑ نے چاہا کہ اس کے لیئے اس امر کی وضاحت کردیں کہ درباری علماء فقط آلہ کار ہیں جو حقیقی علم سے بہت دور ہیں خود مامون پر یحیٰ بن اکثم کا مسلمانوں کو منتشر کرنے کا ہدف اس وقت واضح ہوگیا جب مامون نے امامؑ سے عرض کیا کہ آپ بھی یحیٰ سے سوالات کریں تو اس وقت امامؑ نے یحیٰ سے فقہی سوالات کئے تا کہ اس کے درباریوں پر فقہہ کو واضح فرمائیں اور امام نے کوئی ایسا عقیدہ کا مسئلہ نہیں چھیڑا جس کا تعلق وحدتِ مسلمین سے ہو۔

چنانچہ مامون نے کہا احسنت یا ابا جعفر (یعنی اے ابوجعفر آپ نے بہت خوب فرمایا خداوندِ عالم آپ پر اپنا فضل و کرم فرمائے اگر آپ مناسب سمجھیں تو آپ بھی یحیٰ سے اسی طرح سوال فرمائیں جس طرح اس نے آپ سے سوالات کیئے ہیں۔

امامؑ نے یحیٰ سے فرمایا میں تم سے سوال کرنا چاہتا ہوں؟ (اس طرح امامؑ نے اسلامی آداب و طریقہ بتلایا اور سوال کرنے کے لئے اجازت مانگی) یحیٰ نے عرض کی آپ کو اختیار ہے میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔

امامؑ نے ارشاد فرمایا مجھے ایسے شخص کے بارے میں بتاؤ کہ جس نے دن کے اول وقت ایک عورت پر نظر کی جس پر اس کے لیئے نظر کرنا حرام تھی اور جب دن کا دوسرا حصہ ہوا تو وہی عورت اس پر حلال ہوگئی اور زوالِ آفتاب کے وقت وہی عورت اس پر حرام ہوگئی عصر کے وقت حلال ہوگئی

مغرب کے وقت حرام ہوگئی عشاء کے وقت حلال ہوگئی نصف شب میں حرام ہوگئی صبح صادق کے وقت حلال ہوگئی۔ وہ عورت کون ہے۔ اور کس طرح اس پر حرام اور حلال ہوئی؟ یحیٰی نے امامؑ سے عرض کی خدا کی قسم مجھے اس کا علم نہیں ہے نہ ہی اس کے حرام اور حلال ہونے کی وجہ معلوم ہے۔ مہربانی فرما کر آپ ہی فرمائیں تاکہ میں بھی استفادہ کروں۔

امامؑ نے ارشاد فرمایا یہ عورت ایک شخص کی کنیز تھی جس پر کسی دوسرے شخص کے لئے دن کے پہلے حصے میں نظر کرنا حرام تھی جب دن کا دوسرا حصہ ہوا تو دوسرے شخص نے اس کے مالک سے خرید لیا اُس کے لیئے حلال ہوگئی ظہر کے وقت آزاد کر دیا تو حرام ہوگئی عصر کے وقت اس سے شادی کر لی حلال ہوگئی مغرب کے وقت ظہار (یعنی اپنی زوجہ سے کہدیا کہ تیری پشت میرے لیئے میری ماں کی مانند ہے پھر حرام ہوگئی عشاء کے وقت کفارہ دے دیا حلال ہوگئی نصف شب میں اس کو طلاق دیدی حرام ہوگئی طلوع فجر کے وقت اس سے رجوع کر لیا پھر حلال ہوگئی۔

مامون اہلِ دربار کی جانب متوجہ ہوا اور کہا دیکھا تم نے واۓ ہو تم پر "اہلبیتؑ سے فضل و شرف مخصوص ہے" الیٰ آخر کلام۔

مسالۂ زوج:

مامون نے اپنی بیٹی اُم الفضل کی شادی امام محمد تقیؑ سے سیاسی اغراض و مقاصد کے پیشِ نظر کی تھی جن میں سے اہم ترین غرض یہ تھی کہ اس طرح مامون آپ کے حالات پر نظر رکھ سکے اور امامؑ نے بھی مصلحتِ اسلام کی خاطر اس کو قبول فرما لیا تھا اگرچہ مورخین کے درمیان اس امر میں اختلاف ہے کہ امام محمد تقیؑ کی شادی امامِ رضاؑ کی زندگی میں ہوئی ہے یا آپ کی شہادت کے بعد۔ ابن جوزی کہتا ہے (جب امام رضاؑ کی شہادت ہوگئی تو آپ کے فرزندِ محمد تقی مامون کے پاس آۓ اس نے آپ کا احترام کیا اور آپ کو وہی مقام دیا جو آپ کے والد بزرگوار کا تھا البتہ مورخین نے اس امر میں اختلاف کیا۔ ہے آیا آپ کی شادی اُم الفضل سے آپ کے والد امام رضاؑ کی زندگی

میں ہوئی یا شہادت کے بعد۔

مسعودی نے اس طرح تحریر کیا ہے (جب امام رضاؑ کی شہادت ہوئی تو مامون آپ کے فرزند محمد تقیؑ کی جانب کی مائل ہوا اور آپ کو بغداد بلا کر اپنے محل کے نزدیک ایک مکان میں رکھا اور اپنی بیٹی اُم الفضل سے آپ کی شادی طے کردی۔

سید امین (۴۴۔۴۳) پر اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ (مامون نے اپنی بیٹی اُم الفضل کا رشتہ امام محمد تقیؑ سے آپ کے والد کی زندگی میں طے کردی تھی اسی سبب سے یہ وہم ہوا ہے کہ اُم الفضل کی شادی امام محمد تقیؑ سے آپ کے والد امام رضاؑ کی حیات میں ہوئی حقیقت یہ ہے کہ مامون نے اُم الفضل کی شادی امام محمد تقیؑ سے آپ کے والد امام رضاؑ کی زندگی ہی میں طے کردی تھی لیکن شادی امام رضاؑ کی شہادت کے بعد انجام پائی۔

درحقیقت مامون اس شادی کے ذریعہ عام طور سے لوگوں کو فریب دینا چاہتا تھا۔ بالخصوص شیعانِ اہلبیتؑ کو شیخ مفیدؒ نے کتاب الارشاد میں صفحہ۲۲ پر تفصیل سے تحریر کیا جس میں آپ کا قول اس طرح ہے "صبح کے وقت عام طور سے لوگ دربار میں آئے اور امام محمد تقیؑ بھی تشریف لائے تاکہ لوگ مامون اور امامؑ کو شادی کی مبارک باد دیں اور چاندی کے برتنوں میں خوشبوئیں لائیں گئیں اس عمل کے ذریعے مامون اپنے ہدف اور مقصد کو پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا" روایت سے کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جشن شادی میں عباسیوں کو نہیں بلایا گیا تھا اس لیئے کہ یہ روایت اہلبیتؑ کے علاوہ کسی اور طریق سے وارد نہیں ہوئی ہے۔ مذکورہ ازدواج سے مامون کے حسب ذیل مقاصد تھے:

۱۔ مامون خود کو امام رضاؑ کے قتل سے سبکدوش کر سکے۔

۲۔ اہلبیتؑ کے طرفداروں کی حمایت حاصل کر سکے۔

۳۔ امامؑ پر کڑی نظر رکھ سکے۔

امام محمد تقیؑ نے اُم الفضل سے شادی اس لیئے قبول فرمائی کہ اسلام کی مصلحت اور مسلمانوں کی حفاظت کا صرف یہی ایک حل تھا اگر امامؑ ایسا نہ فرماتے تو بنی عباس اسلام کو نیست و نابود کر دیتے لیکن امامؑ عملی طور پر ہر موقع پر مامون کے اغراض و مقاصد واضح طور پر بیان فرماتے رہے جبکہ آپ نے اپنے وطن مدینہ المنورہ واپس جانے کا اصرار کیا اور مامون نے معمولی خواہش بھی قبول نہ کی یہی چیز لوگوں کے ضمیروں کو بیدار کرنے کے لئے اور اس کے سیاسی اغراض و مقاصد کو طشت از بام کرنے کے لیئے کافی ہے۔

امام محمد تقیؑ کے اقوال:

۱۔ مومن کے لئے تین چیزوں کی ضرورت ہے توفیق پروردگار کی جانب سے۔ خود کو نصیحت کرنا۔ جو اس کو نصیحت کرے اس کی نصیحت قبول کرنا۔

۲۔ صبر پر بھروسہ کرو۔ فقر پر قناعت کرو۔ شہوات ترک کردو۔ ہوا و ہوس کی مخالفت کرو اور جان لو کہ خدا کی نظر سے دور نہیں ہو پھر جہاں چاہو نظر کرو۔

۳۔ جو شخص علم کے بغیر عمل کرتا ہے وہ اصلاح سے زیادہ فساد کرتا ہے۔

۴۔ انسان کی خیانت کیلیئے یہی کافی ہے کہ وہ خیانت کاروں کی امانتداری کرے۔

۵۔ شہوت میں مبتلا انسان کو لغزشیں مہلت نہیں دیتیں۔

۶۔ ظالم اور ظالم کا مددگار اور اس پر راضی باہم شریک ہیں۔

۷۔ یقیناً عدل کا دن ظالم پر مظلوم پر ظلم و جور کی نسبت زیادہ شدید ہوگا۔

۸۔ بلاشبہ بہت سے جاہلوں کے درمیان گھرے ہوئے علماء فقیر ہیں۔

۹۔ بندہ اس وقت تک حقیقتِ ایمان کو کامل نہیں کرسکتا جب تک اس کا دین اس کی شہوت پر اثر انداز نہ ہو۔

۱۰۔ گناہوں کے ذریعہ انسان کا مرنا اسکے اپنی موت مرنے سے کہیں زیادہ ہے۔

شہادتِ امام محمد تقیؑ :

مامون علویین کے ساتھ سیاسی طور پر پیش آتا اور امامؑ اس کے ہر اقدام کو واضح اور عیاں فرمادیتے تھے اور جب بھی امامؑ اپنے وطن مدینہ المنورہ واپس جانے کا ارادہ فرماتے تھے مامون آپ کو روک دیتا تھا۔ ایک مرتبہ حج کے موقع پر مامون نے اتفاق کیا کہ امامؑ حج کو جائیں بشرطیکہ اپنی زوجہ اُم الفضل کو اپنے ہمراہ لے کر جائیں۔ یہ امر بالکل واضح ہے کہ مامون امامؑ سے داخلی طور پر دشمنی اور رقابت رکھتا تھا چنانچہ مامون طرطوس کے لئے روانہ ہوگیا اور وہیں پر ۱۶ر رجب ۲۱۶ھ بروز پنجشنبہ اس کا انتقال ہوا اس کے بعد اس کے بھائی معتصم عباسی کی بیعت کی گئی چنانچہ معتصم عباسی نے دوسری مرتبہ پھر امامؑ کو بغداد طلب کیا مسعودی اس طرح بیان کرتا ہے۔ "معتصم اور جعفر بن مامون ہمیشہ امامؑ کے قتل کے درپے رہتے تھے پس امامؑ اپنے وطن ۲۱۶ھ میں واپس آئے اور اس طرح وارد ہوا ہے کہ امامؑ دوسری مرتبہ ۸ر محرم الحرام ۲۲۰ھ میں واپس بغداد پہنچے اور اسی سال ماہ ذالقعدہ میں آپ نے شہادت پائی یعنی دوبارہ واپسی کے آٹھ ماہ بعد آپ کی شہادت ہوئی"۔

شیخ صدوقؒ بیان کرتے ہیں کہ (امامؑ کو معتصم نے زہر دیا تھا) اور ابن شہر آشوب نے کہا ہے کہ آپ کی شہادت زہر سے ہوئی اور ابن شہر آشوب نے اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ جس وقت سے معتصم کی بیعت ہوئی تھی اسی وقت سے امامؑ کی جاسوسی میں لگا رہتا تھا۔ چنانچہ اس نے ابو محمد عبدالملک زیات کی جانب پیغام بھیجا کہ وہ میری جانب محمد تقیؑ اور اُم الفضل کو روانہ کرے ابن زیات نے علی بن یقطین کو امامؑ کی جانب روانہ کیا آپ آمادہ ہوئے اور بغداد آئے چنانچہ معتصم نے آپ کی تعظیم و تکریم کی امامؑ اور اُم الفضل کو تحائف وغیرہ بھی دیئے۔ الی آخر روایہ۔

تفسیر عباسی میں معتصم کے قاضی زرقن سے اس طرح روایت کی گئی ہے وہ بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ معتصم اور فقہا کے درمیان اس امر میں اختلاف ہوگیا کہ چور کے ہاتھ کہاں سے کاٹے

جائیں ناصر بیان کرتا ہے معتصم امام محمد تقیؑ کی جانب متوجہ ہوا عرض کی آپ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں امامؑ نے فرمایا اس بارے میں لوگ کافی گفتگو کر چکے ہیں مجھے اس سے باز رکھ۔ معتصم نے کہا میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں آپ کی جو رائے ہو اس کو ظاہر فرمائیں۔ امامؑ نے فرمایا اب جبکہ تم نے خدا کی قسم دی ہے تو میں بیان کرتا ہوں کہ ان تمام فقہا نے سنت کے خلاف فیصلہ دیا ہے چور کے ہاتھ انگلیوں کی جڑ سے کاٹے جائیں گے اور ہتھیلی کو باقی رہنے دیا جائے گا۔ معتصم نے عرض کی اس پر کیا دلیل ہے امامؑ نے فرمایا آنحضرتؐ کا ارشاد ہے سجدہ میں سات چیزوں کا رکھنا واجب ہے پیشانی۔ دونوں ہاتھ۔ دونوں گھٹنے۔ دونوں پیر کے انگوٹھے۔ جب ہاتھ کو گٹے یا کہنی سے کاٹ دیا جائے گا تو اس کے لیئے ہاتھ باقی نہ رہے گا۔ جس کے ذریعے وہ سجدہ کر سکے۔

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے "جن چیزوں کے ذریعہ سجدہ کیا جاتا ہے وہ اللہ کے لیئے ہیں" یہی سات چیزیں ہیں جن پر سجدہ کیا جاتا ہے اور جو چیز اللہ کی ہے اس کو کاٹا نہیں جا سکتا۔ معتصم نے امامؑ کا یہ جواب سن کر عرض کی آپ نے بہترین نصیحت فرمائی خداوند عالم آپ کو اس کی جزا عنایت فرمائے اور چوتھے روز اپنے ایک وزیر کے ذریعے امامؑ کو اپنے محل میں طلب کیا امامؑ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا تو جانتا ہے کہ میں نجی نشست میں نہیں حاضر ہوتا ہوں اس نے کہا میں آپ کو کھانے پر دعوت دے رہا ہوں آپ میرے یہاں تشریف لائیں میرے لیئے باعث برکت ہوگا۔ اس کے اصرار پر امامؑ تشریف لے گئے کھانا تناول فرماتے ہی آپ نے زہر کا اثر محسوس کیا اور سواری کا جانور طلب فرمایا اس نے عرض کی آپ گھر کے مالک ہیں یہیں قیام فرمائیں آپ نے فرمایا میرے لئے تیرے گھر سے چلا جانا ہی بہتر ہے۔ اس کے بعد آپ ایک رات اور ایک دن زندہ رہے پھر آپ نے شہادت پائی۔

متعدد روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عباسی خلفا مختلف طریقوں سے کوشش کر کے دربار میں طلب کرتے تھے اس طرح کی تمام مناسبتوں سے قولی اور عملی طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ امام ان کی نشستوں میں شرکت کرنے سے گریز فرماتے سوائے اس کے کہ جس میں اسلام اور مسلمانوں کی

مصلحت ہوتی تھی۔

ابو جعفر منصور عباسی نے ۱۴۵ھ میں بغداد شہر آباد کیا اور نام مدینۃ السلام رکھا جب اس نے انتقال کیا ۱۵۰ھ میں اس کا بیٹا جعفر اس کا جانشین بنا جس نے ایک مقبرہ بنوایا جس کا نام مقبرۂ قریش رکھا جب ۱۸۳ھ میں امام کاظمؑ کی شہادت ہوئی آپ کو اسی مقبرہ میں دفن کیا گیا اسی مقام پر آج بھی آپ کی قبر شریف ہے اسی مقبرہ میں آپ کے بعد آپ کے پوتے امام محمد تقیؑ دفن کیئے گئے جو آج بھی کاظمیہ کے نام سے مشہور ہے۔

زیارت کی فضیلت:

جس طرح امام کاظمؑ کی زیارت کی فضیلت میں روایات کثرت سے وارد ہوئیں ہیں اسی طرح محمد امام محمد تقی علیہ السلام کی زیارت کی فضیلت میں بکثرت روایات وارد ہوئیں ہیں ابن سنان سے روایت کی گئی ہے کہ اُس نے امام رضاؑ سے عرض کی جس نے آپ کے والد بزرگوار کی زیارت کی اس کا اجر کیا ہے۔ امامؑ نے ارشاد فرمایا ''جنت'' اور حدیث میں وارد ہوا ہے امام موسیٰؑ بن جعفرؑ کی زیارت کا ثواب آنحضرتؐ کی زیارت کے مانند ہے۔ اور دوسری روایت میں وارد ہوا جس نے امام کاظمؑ کی زیارت کی گویا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علیؑ کی زیارت کی۔ ایک اور روایت میں وارد ہوا جس نے امام کاظمؑ کی زیارت کی گویا اس نے رسولؐ اور حضرت علیؑ کی زیارت کی اور دوسری روایت میں وارد ہوا ہے امام کاظمؑ کی زیارت کا ثواب امام حسینؑ کی زیارت کی مانند ہے امام رضاؑ سے روایت کی گئی کہ آپ نے فرمایا مساجد میں اس کے اطراف میں نماز پڑھو " آقائے جلالی کہتے ہیں ظاہراً اس سے مراد رواق (برآمدے) ہیں جو امام کاظمؑ کی قبر شریف کے اطراف میں ہیں اور واقدی کی روایت میں اس طرح وارد ہوا ہے اس نے عرض کی جس نے آپ کے والد بزرگوار کی زیارت کی اس کا اجر کیا ہے۔ امام نے فرمایا زیارت کیوں نہیں کرتے (راوی کہتا ہے) میں نے عرض کی اس میں کیا فضیلت ہے؟

ارشاد فرمایا اس کا اجر ایسا ہی ہے جس نے (امام محمد تقیؑ) کے والد بزرگوار (امام کاظمؑ) کی زیارت کی (راوی نے عرض کی) اگر میں زیارت کرنا چاہوں لیکن میرے لئے اندر داخل ہونا ممکن نہ ہو۔ امامؑ نے فرمایا دیوار کے پیچھے سے سلام کر لو اس طرح کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ زیارت کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں کو کس قدر دشواری پیش آتی تھی۔ شروع ہی سے مختلف زمانوں میں امام محمد تقیؑ کی قبر شریف کی زیارت کی جاتی تھی اور چوتھی صدی ہجری میں بالخصوص مشاہد مشرفہ میں شمار ہونے لگا تھا جیسا کہ خطیب بغدادی نے کہا ہے (بلاشبہ امام کاظمؑ مقابر الشونیزیہ میں خارج قبہ دفن ہوئے آپ کی قبر کی زیارت کی جاتی ہے جو عظیم مشہد ہے جس میں قندیلیں اور مختلف سامان اور فرش و قالین وغیرہ ہیں جس کی حد معین نہیں کی جاسکتی خلیفہ طائع جس نے ۳۶۳ھ سے ۳۸۱ھ تک وہاں حکومت کی اس مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتا تھا اس مقام پر اندلسی نے اپنی کتاب "بغداد فی عهد الخلافه العباسیه" کے صفحہ ۱۴۱ پر اس طرح تحریر کیا ہے (کاظمیہ اپنے ابتدائی دور ہی میں شیعوں کا مرکز بن چکا تھا باوجود اس اختلاف کے جو وہاں وجود میں آیا) شاید اختلاف سے مراد وہ زمانہ ہے جو ۴۴۳ھ میں پیش آیا جس میں بہت سے فتنے ظاہر ہوئے جس کے سبب کاظمیہ کو نذر آتش کیا گیا۔

ہم آپ کی خدمت میں کاظمیہ کی تاریخ کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔

۳۳۶ھ میں سلطان معز الدولہ ابوالحسن ابن بویہ نے کاظمیہ کی تعمیر کا حکم دی یہ عمارت مشہد اور مدینہ کی ابتدائی تاریخ کے اعتبار سے بزرگ ترین عمارت ہے۔

۳۶۷ھ میں ابوشجاع عضد الدولہ نے امام کاظمؑ کی مرقد شریف کے اطراف میں دیواریں بلند کرائیں اور ۳۶۹ھ میں عضد الدولہ نے روضہ مقدس کے اطراف میں چہار دیواری بنوائی اور ۳۷۷ھ میں کاظمیہ تک پانی کا انتظام واہتمام کیا یہ تمام امور ابو طاہر کو کوششوں سے انجام پائے۔ اس زمانہ میں لوگ کاظمیہ کی جانب بکثرت ہجرت کرنے لگے ۴۴۳ھ میں روضہ کاظمیہ کو نذر آتش کیا گیا۔ ۴۴۵ھ میں روضہ کے نذر آتش ہونے کے بعد حارث ارسلان بن

عبداللہ ساسیری کے توسط سے روضہ کی از سرِ نو تعمیر ہوئی۔ ۴۶۰ھ میں سلجوقی وزیر ابوالفضل الاسعد بن موسیٰ القمی نے روضہ کاظمیہ کو از سرِ نو تعمیر کرایا۔ ۶۰۳ھ میں ناصر عباسی نے کاظمیہ میں مہمان خانوں کے عنوان سے فقراء کے لیئے مکانات تعمیر کرائے ۶۲۲ھ میں خلیفہ طائع باللہ کے زمانہ حکومت میں مسجد میں آگ لگ گئی خلیفہ عباسی نے بہت جلدی مسجد کی تعمیر شروع کرائی لیکن اس کی زندگی میں مکمل نہیں ہوسکی اس کے بعد اس کے بیٹے مستنصر نے تکمیل کی ۶۲۳ھ مورخ یاقوت الحموی نے کاظمیہ اور مقابرِ قریش کی اس طرح تعریف کی ہے مقابرِ قریش مشہور مقبرہ ہے جس میں بہت سے لوگ آباد ہیں جس پر دیوار احاطہ کیئے ہوئے ہے۔ ۶۲۴ھ میں منتصر باللہ نے قبر شریف پر صندوق بنوایا۔

شیخ جعفر نقدی اپنی کتاب "تاریخ الامامین" میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں "جس صندوق کو منتصر باللہ نے امام کاظمؑ کی قبر شریف کے لئے بنوایا تھا ساج کی لکڑی سے بنا ہوا تھا۔ یہ صندوق ابھی تک عراق کے میوزیم میں موجود ہے۔ اس لئے کہ جب شاہ صفوی عاج کی لکڑی کے سے بنے ہوئے دو صندوق لے کر آیا دونوں صندوقوں کو دونوں اماموںؑ قبر پر رکھوادیا اور پہلے والے صندوق کو مدائن میں آنحضرتؐ کے صحابی حضرت سلمانِ فارسی کی قبر پر رکھوادیا اور دارالاثار العراقیہ یعنی عراقی میوزیم کی تعمیر کے وقت اس صندوق کو وہاں منتقل کردیا گیا۔ اس صندوق پر بہترین عبارت ہے جس میں دقیق ترین فن کا اظہار کیا گیا ہے جس کی خوبصورتی اور فنکاری کی تعریف ممکن نہیں جس پر مستنصر باللہ کا نام اور تاریخ ۶۲۴ھ لکھی ہوئی ہے۔

آقائے جلالی کہتے ہیں بغداد میں شارع رشید پر خان مرجان میں ہم نے اس صندوق کی زیارت کی ہے اس صندوق کی تعریف سید ناصر نقشبندی جو عراقی میوزیم میں مسکوکات کے مدیر ہیں اپنی کتاب "الآثار الخشب فی دار الآثار العربیہ" میں جلد پنجم طبع ۱۹۴۹ء میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں جس کو ہم قارئین کے فائدے کی غرض سے یہاں نقل کر رہے ہیں۔ (امام موسیٰ کاظمؑ کی ضریح کا صندوق عباسی خلیفہ منتصر باللہ کے حکم سے بنایا گیا عراقی آثار قدیمہ کے محکمہ نے اس

صندوق کو بغداد میں جنابِ سلمان فارسی کی قبر سے حاصل کیا جس کو آثارِ قدیمہ میں منتقل کر دیا گیا۔ چونکہ طویل مدت کے گذرنے کے سبب صندوق کافی پرانا ہو چکا تھا اس پر لکھی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے جس کو ۶۲۴ھ میں خاص طور سے عباسی خلیفہ مستنصر باللہ کے حکم سے امام موسیٰ کاظمؑ کی قبر شریف کے لئے بنوایا گیا۔ ہمارے لئے امام موسیٰ کاظمؑ کی قبر سے حضرت سلمانِ فارسی کی قبر تک اس صندوق کے لے جانے کی تاریخ واضح نہیں ہو سکی لیکن تاریخ اتنا ضرور بیان کرتی ہے کہ سلطان جلائری نے ۶۹ے ھ میں امام موسیٰ کاظمؑ اور محمد تقیؑ کی ضریح کے لیئے مرمر کے دو صندوق بنوائے اسی طرح شاہ اسمٰعیل صفوی نے ۹۲۶ھ میں دو لکڑی کے صندوق مذکورہ دونوں ضریحوں کے لیئے بنوائے جو آج تک مذکورہ دونوں ضریحوں پر موجود ہیں۔ جن پر ان کی تاریخ بھی تحریر ہے۔ شاید پہلا صندوق (جس کو عباسی خلیفہ مستنصر باللہ نے بنوایا تھا) اسی مدت کے درمیان منتقل کیا گیا ہو۔ یہ صندوق توت کی لکڑی سے بنا ہے موٹائی ساڑھے پانچ سنٹی میٹر ہے جو مستطیل شکل کا ہے طول ۲۵۵ سنٹی میٹر اور چوڑائی ۱۸۳ سنٹی میٹر ہے جس پر نثر میں عبارت تحریر ہے جو نہایت خوبصورت انداز میں تحریر ہے۔

ہم نے شارع رشید خان مرجان کے میوزیم میں اس صندوق کی زیارت کی ہے خداوندِ عالم کے حضور میں دعا گو ہیں کہ وہ اس طرح کے تمام آثار اہلبیتؑ کی ان کے دشمنوں سے حفاظت فرمائے آمین۔

۶۳۴ھ میں مستنصر باللہ نے امام موسیٰ جعفر علیہ السلام کے مشہد مقدس کا قصد کیا تاکہ طالبین اور علویین کے احوال و حالات سے مطلع ہو اور مسجدِ امیر المومنینؑ میں ۶۲۳ھ شب جمعہ ماہِ مبارک رمضان کی گیارہ تاریخ میں موید الدین ابو الحسن محمد بن عبد الجلیل قمی وزیر کو ان کے مدفن سے کاظمیہ میں مقبرہ زرادین منتقل کیا گیا اور اس کے لیئے بہت سے وقف کیئے گئے مغلوں کے زمانے میں امیر قرطائی بغداد آیا اور عماد الدین محمد بن محمد القزوینی کو اپنا نائب مقرر کیا اور ۶۹ے ھ میں سلطان جلائری نے کاظمیہ کی تعمیر کی اور دو قبے، دو منارے اور دو صندوق بنوائے اور ۳۰ےھ

میں تیمور لنگ دوسری مرتبہ بغداد میں داخل ہوا اور چالیس روز کے محاصرہ کے بعد وہاں سے کاظمیہ کی زیارت کے لیئے گیا اور ۹۱۴ھ جمادی الثانی کی ۲۵ تاریخ کو شاہ اسمٰعیل صفوی بغداد آیا اور امام موسیٰ کاظمؑ کی زیارت کی اور خدام کو انعامات ہدیہ کیئے نیز میناروں کی تعمیر کا حکم دیا ایک یونیورسٹی بنوائی جو آج بھی جامع الصفوی کے نام سے موجود ہے جس کے بارے میں تاریخ میں اس طرح وارد ہوا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سلطانِ العالم ناصر الدین الجلیل الاحمدی رافع اعلام طریق الاحمدی ابو مظفر الشاہ اسماعیل بن الشاہ حیدر بن جنید صفوی الموسوی نے خداوندِ علام آپ کے سایہ کو برقرار رکھے نے اس عمارت شریفہ کی تعمیر کرائی جس کو ۹۲۹ھ ماہ ربیع الثانی میں تحریر کیا گیا۔

۹۴۱ھ میں جمادی الاول میں سلیمان قانونی بغداد میں داخل ہوا اور امام کاظمؑ کی زیارت کی جو عمارت نامکمل تھی اس کی تکمیل کا حکم دیا ۹۷۸ھ میں کاظمیہ میں منارہ مکمل کرایا اور ۱۰۲۳ھ میں شاہ عباس کبیر نے صندوق قبر کی حفاظت کے لئے فولاد کی ضریح بنوائی ۱۰۴۲ھ میں بغداد اور کاظمیہ میں سیلاب کا حادثہ پیش آیا جس کے سبب روضہ کی دیواریں کمزور ہو کر منہدم ہو گیئں جن کی مرمت شاہ صفی نے کرائی اور ۱۰۴۷ھ میں سلطان مراد چہارم کاظمیہ پر حملہ آور ہوا جس نے چالیس روز تک کاظمیہ کا محاصرہ کیئے رکھا چنانچہ اس کے فوجیوں نے کاظمیہ کے سونے چاندی کی قندیلیں و دیگر سامان لوٹ لیا عزاوی نے اپنی کتاب تاریخ عراق مجلد چہارم میں صفحہ ۳۴ پر اس طرح وضاحت کی ہے کہ جب عثمانی لشکر نے بغداد فتح کیا تو کاظمیہ سے چاندی کی قندیلیں و دیگر زینت کا سامان لوٹ لیا اور ۱۰۴۸ھ ۱۲؍ رمضان المبارک میں سلطان مراد چہارم نے بغداد کے فتح ہونے کے بعد کاظمیہ کی زیارت کی اور وہاں پر موجود تمام ایرانیوں کے قتل عام کا حکم دیا جن میں بہت سے لوگوں نے عثمانی لشکر میں پناہ لی باقی لوگوں کو قتل کر دیا گیا مقتولین میں صرف تین سو (۳۰۰) ایسے افراد تھے جو ان دنوں زیارت کے لئے کاظمین آئے تھے ۱۱۱۵ھ میں تاجر آغا حسن بیت اللہ گیا اور اپنے ہمراہ امام کاظمؑ کی ضریح لایا۔ ۱۲۱۱ھ میں سلطان محمد شاہ اول

موسٰی حکومت قاچاریہ نے دو قبہ اور میناروں کی بُرجیاں تعمیر کرائیں اور اس میں تین مینار اور بنوائیں اور ۱۲۳۱ھ میں سلطان فتح علی قاچاری نے دوسری تعمیرات اور تزئین کاری کرائی ۱۲۵۵ھ میں وزیر معتمد الدولہ نے روضہ مقدس کا ایوان بنوایا ۱۲۶۴ھ میں فریق نجیب پاشا نے کاظمین میں مرقد کی تعمیر کرائی جس کے لیے عبدالباقی عمری نے قصیدہ کہا۔ ۱۲۹۳ھ میں اعتماد الدولہ فرھاد میرزا ابنِ عباس قاچاری نے صحن کی دیواریں دوبارہ تعمیر کرائیں یہ تعمیری کام ۱۳۰۱ھ تک جاری رہا ۱۲۶۶ھ ذوالحجہ کی دس تاریخ دیواروں پر کاشانی رنگین پتھر اور مرمر لگایا گیا جیسا کہ محمود لشکری آلوسی کی کتاب تاریخِ بغداد میں وارد ہوا ہے۔

اطراف کاظمیہ:

کاظمیہ کے گردونواح میں مساجد و مزارات اور مراقد وغیرہ میں جہاں زائر کو جانا چاہیے تا کہ وہاں کی تاریخ سے مطلع ہو جس کے بارے میں ہم یہاں تحریر کر رہے ہیں۔

۱۔ مسجدِ براثا:

بغداد اور کاظمیہ کے راستے میں ایک بڑی مسجد ہے جس میں امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ نے نہروان جاتے وقت نماز پڑھی یہ قدیم مسجدوں میں سے ایک ہے۔

محمد بن مشھدی نے انس بن مال سے اس طرح روایت کی ہے امیرالمومنین علی ابنِ ابی طالبؑ نہروان کی جنگ سے پلٹتے وقت براثا میں تشریف لائے وہاں حباب نامی ایک راہب تھا اس کی نظر جب حضرتؑ کے لشکر پر پڑی تو دوڑتا ہوا آیا اور حضرتؑ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور اس طرح کہا السلام علیک یا امیرالمومنینؑ حقاحقا۔ حضرتؑ نے فرمایا تجھے کیسے معلوم ہوا کہ میں امیرالمومنینؑ ہوں اس نے عرض کی اس بارے میں ہمارے علما اور مذہبی پیشواؤں نے ہمیں خبر دی ہے حضرتؑ نے اس کا نام پکارتے ہوئے کہا اے حباب اس نے عرض کی آقا آپ اپنا ہاتھ بڑھایئے اور کہا میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور آپ

ان کے وصی ہیں حضرت نے ارشاد فرمایا اس مقام پر مسجد بناؤ اور اس کا نام اس کے بنانے والے پر رکھو پس حباب نے مسجد بنوائی اور اس کا نام اس کے بنانے والے کے نام پر براثا رکھا پھر حضرت نے فرمایا حباب تم پانی کہاں سے پیتے ہو عرض کی اے امیرالمومنین یہاں پر دجلہ نہر ہے آپ نے فرمایا تم یہاں چشمہ یا کنواں کیوں نہیں بنالیتے عرض کی یا امیرالمومنین جب بھی ہم نے کنواں کھودا اس کا پانی شور نکلا حضرت نے فرمایا اس مقام پر کنواں کھودو چنانچہ اس مقام پر حباب نے کھودا وہاں ایک پتھر نکلا جس کو حباب نہیں اٹھا سکے تو حضرت نے اٹھایا اس مقام پر شہد سے زیادہ شیریں اور صاف وشفاف پانی نکلا۔

براثا شیعوں کا مرکز تھا:

یاقوت بیان کرتا ہے براثا بغداد کے آباد ہونے سے پہلے ایک قریہ تھا گمان کیا جاتا ہے کہ نہروان میں حروریہ سے جنگ کے لیے جب علیؑ گئے تو آپ کا گزر اس مقام سے ہوا آپ نے مسجد کے مقام پر نماز ادا کی۔

خطیب بغدادی اس طرح بیان کرتا ہے (براثا کے مقام پر ایک مسجد تھی شیعہ حضرات وہاں نماز ادا کرتے تھے مقتدر باللہ کو خبر دی گئی کہ رافضی لوگ یہاں مسجد میں صحابہ پر سب وشتم کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں جو اطاعت سے خارج ہو چکے ہیں چنانچہ اس نے جمعہ کے دن نماز کے وقت لوگوں کی گرفتار کیا جو بھی وہاں پکڑے گئے انہیں شدید سزائیں دیں اور طویل مدت تک قید میں رکھا اور مسجد کو منہدم کردیا اور کسی قسم کا آثار نہیں چھوڑا پھر بعد میں مسجد دوبارہ تعمیر کرائی گئی اور توسیع کی گئی جس کو چونا اور اینٹوں سے بنایا گیا اور چھت ساج کی منقوش لکڑی سے بنائی گئی جس کے صدر مقام پر خلیفہ عباسی راضی باللہ کا نام لکھا گیا جس میں لوگ نماز اور زیارت کے لیئے آتے پھر متقی باللہ نے حکم دیا کہ منبر نصب کیا جائے جو منصور کی مسجد میں تھا جس کا کوئی استعمال نہیں تھا جس پر ہارون رشید کا نام لکھا تھا چنانچہ وہی منبر نصب کیا گیا وہ اسی طرح باقی رہا۔ یہاں تک کہ بغداد ۴۵۱ھ

میں تباہ و برباد ہوا۔ تاریخِ بغداد ۱۰۹/۱ ۔

محدث قمی بیان کرتے ہیں کہ (اس مسجد کے بہت سے فضائل ہیں جیسا کہ بعض احادیث سے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیئے اس مسجد میں آنا اور نماز و دعا کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد محدث قمی نے اس مسجد کی ۱۲ خصوصیات بیان کی ہیں جن میں سے امیر المومنین علی ابنِ ابی طالبؑ آپ کے فرزند حسنِ مجتبیٰ اور سید الشہداء علیہم السلام کا نماز پڑھنا ہے۔

نواب اربعہ:

محدث قمی بیان فرماتے ہیں (عراق میں عتباتِ مقدسات کی زیارات کے کے لیئے شہر کاظمیہ کے قیام کے دوران زائر کے لیئے یہ امر طبیعی ہے کہ وہ بغداد میں نواب اربعہ کی زیارت کے لئے جائے جنہوں نے حجۃ المنتظر امام العصر صلوات اللہ عجل اللہ فرجہ کی جانب سے نیابت کے فرائض انجام دیئے ان مقامات کی زیارت کرنا زائر کے لیئے دشوار بھی نہیں جو شہر بغداد سے قریب ہی ہیں۔ اگر یہی قبریں دور دراز مقام پر واقع ہوتیں تو اس وقت بھی وہاں کا سفر اختیار کیا جاتا اور سفر کی دشواریاں بھی برداشت کی جاتیں اس لیئے کہ ہر زیارت میں اجرِ عظیم اور ثوابِ جزیل ہے۔

نوابِ اربعہ کی زیارت پڑھنے کا طریقہ جیسا کہ شیخ طوسی نے تہذیب میں اور سید ابنِ طاؤس اور مصباح الزائر میں ابو القاسم الحسین نے روح کی سند سے ذکر کیا ہے وہ اس طرح ہے کہ آنحضرتؐ، علی ابنِ ابی طالبؑ، حضرت خدیجہ و فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور یکے بعد دیگرے تمام آئمہ پر سلام کرے پھر نوابِ اربعہ میں سے جس کی زیارت مقصود ہو ان کا اور ان کے والد کا نام لے کر سلام کرے پھر اُن کی مخصوص زیارت پڑھے اور اُس کے بعد جو چاہے دعا مانگے۔

نائب اول عثمان بن سعید الاسدی:

کتاب مراقد جلد ۲ صفحہ ۶۱ پر اس طرح ہے کہ (آپ کی قبر مدینۃ السلام بغداد میں نہر دجلہ کے نزدیک سوق المیدان سے مغربی جانب ہے قبہ مسجد جو قدیم زمانے میں مسجد درب کے نام سے مشہور تھا) اور صدر کی کتاب نزھۃ الحرمین میں اس طرح ہے (شیخ عثمان بن سعید العمری حضرت عمار بن یاسر کی اولاد سے ہیں) جن کا مزار سوق المیدان میں واقع ہے۔ شیخ طوسی بیان کرتے ہیں (جب ہم نے وہاں قیام کیا تو ہر ماہ زیارت کرتے تھے بغداد میں ہمارے قیام کا زمانہ ۴۰۸ھ ۳۵۔۴۰ سال تک رہا ابو منصور ابن محمد رئیس نے اس پر صندوق بنوایا اطراف کے لوگ زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔

صاحب مراقد اس طرح تحریر کرتے ہیں (ہم آپ کی قبر پر ۱۳۲۸ھ میں وارد ہوئے سوق المیدان میں آپ کے دروازہ پر لکھا ہے یہ نائب امام عثمان بن سعید العمری العسکری کی مسجد ہے۔ ۱۳۲۸ھ میں آپ کی قبر شریف پر ایک چھوٹا سا قبہ بنا تھا۔ اطراف و اکناف کے سید حضرات ظالم عباسی بادشاہوں کے خوف سے اپنے اموال سے حقوقِ شرعیہ سونے اور چاندی کی شکل میں روغن کے برتنوں میں عثمان بن سعید سمان کے ذریعہ امام محمد حسن عسکریؑ کی خدمت میں بھیجتے تھے۔ امام علی نقیؑ نے ارشاد فرمایا (یہ ابو عمر باوثوق اور امین ہیں جو کچھ تم سے کہتے ہیں وہ ہمارا پیغام ہوتا ہے جو تم کو پیش کرتے ہیں ہماری جانب سے پیش کرتے ہیں۔ امام حسن عسکریؑ نے فرمایا (یہ ابو عمر ثقہ اور امین ہیں زندگی اور موت میں ہمارے معتمد ہیں)۔

ہمارے بزرگ سید آقائے اصفہانی اپنی کتاب "احسن الودیعہ فی مزارات بغداد" میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں (انہیں قبروں میں ابو عمر عثمان بن سعید العمری کی قبر ہے عمری میں یائے نسبتی ہے جو ان کے جد عمرو کی جانب منسوب ہے سب سے پہلے آپ کو امام علی النقیؑ نے اپنا نائب بنایا پھر آپ کے فرزند امام حسن عسکریؑ نے اپنا نائب بنایا دونوں آئمہؑ کی حیات میں آپ امور انجام

دیتے رہے۔ بعد میں حضرت حجۃ العصرؑ کے نائب مقرر ہوئے امام حجۃؑ کی توقیعات و مسائل کے جواب اور لوگوں کی مشکلات کے حل آپ کے ذریعہ ظاہر ہوئے آپ نے ۳۶۰ھ میں انتقال کیا دائرۃ البرید کی پشت پر سوق المیدان میں اپنے ہی گھر میں دفن ہوئے اس سال شیعوں نے آپ کی قبر پر روضہ تعمیر کرایا۔

شیخ طوسی متوفی ۴۶۰ھ بیان کرتے ہیں جیسا کہ کتاب الغیبۃ مطبوعہ ۱۳۲۲ھ کے صفحہ نمبر ۸ پر اس طرح موجود ہے کہ ابونسر ہبۃ اللہ بن محمد کہتے ہیں کہ مدینہ سلام شارع المیدان میں مغربی جانب عثمان بن سعید کی قبر ہے جو مسجد درب میں پہلا مقام ہے آپ کی قبر مسجد میں قبلہ کی جانب ہے اس کتاب کے مصنف محمد بن الحسن بیان کرتے ہیں کہ میں نے اسی مقام پر عثمان بن سعید کی قبر دیکھی جس کا بیان شیخ طوسیؒ نے کیا ہے۔ جس پر ایک دیوار بنی ہے اسی کے نزدیک محراب مسجد ہے جس کے برابر میں ایک دروازہ ہے جس سے قبر تک پہنچا جاتا ہے ہم ہر ماہ اس کی زیارت کرتے جب سے ہم بغداد میں داخل ہوئے تھے۔ یعنی ۴۰۸ھ سے ۴۳۰ھ اور ۴۴۰ھ تک ہمارا وہاں رہنے کا زمانہ ہے۔ اس مقام پر شیخ طوسی کا بیان ختم ہوا۔

اس مقام پر ہم کہتے ہیں اس قبر انور اور مرقد مطہر کی زیارت سے ہم بھی مشرف ہوئے جو اس وقت وسیع ہو چکا ہے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ آپ نے ذکر کیا ہے عثمان بن سعید کی قبر بغداد سے مشرقی جانب واقع ہے اور شیخ طوسی کی عبارت اس بارے میں نص ہے کہ عثمان بن سعید کی قبر مغربی جانب میں واقع ہے یہ دونوں کس طرح جمع ہو سکتی ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ مشرقی حصہ دو حصوں میں تقسیم ہے زمانہ قدیم سے آج تک جن میں سے ایک کو مغربی سمت کہا جاتا ہے جو شارع المیدان کے اطراف میں ہے۔ جس کو آج باب المعظم کہا جاتا ہے اور دوسری سمت کو بغداد کی مشرقی جانب کہا جاتا ہے جس کو آج کل باب شیخ اور باب شرجی کہا جاتا ہے۔ ہاں اگر جانب غربی کہا جائے تو اس سے مطلق طور پر مراد جانب کرخ ہے۔ لیکن اگر قید کے ساتھ بولا جائے جیسا کہ شیخ طوسیؒ کی عبارت میں وارد ہوا ہے اس سے مراد شرقی جانب ہوگی جو رصافہ سے خارج

ہے۔ ایک شارع جو شامیہ سے سوق ثلاثا کی جانب ہے اس پر حبیب بنت رشید کا محل ہے۔ اور معجم جلد ۷ صفحہ ۹۸ پر عیس شامیہ سے اس کا ذکر کیا گیا ہے کہ اُمِ حبیب کا محل بغداد کے مشرقی جانب پر واقع ہے جو شارع المیدان پر ہے۔

۲۔ نائب دوئم ابو جعفر محمد بن عثمان بن سعید الاسدی:

جو خلانی کے نام سے معروف ہیں آپ نے ۳۰۵ھ کو بغداد میں وفات پائی۔ مراقد جلد ا صفحہ ۲۷۸ پر اس طرح موجود ہے زمانہ قدیم میں آپ کی قبر بغداد شہر میں رصانہ کی جانب باب الکوفہ کی طرف جانے والی راہ پر واقع تھی اور آج کے زمانے میں محلہ الخلانی میں واقع ہے جو بغداد میں شیعوں کے مراکز سے ایک ہے۔ کتاب عامش میں اس طرح ہے آپ کی قبر اور مسجد ۱۳۴۶ھ میں تعمیر کی گئی یہاں پر ایک بڑا کتب خانہ ہے جو ۱۳۹۴ھ میں مکتبہ شیخ الخلانی العامہ کے نام سے بنایا گیا جو سید محمد حیدری کی نگرانی میں چل رہا ہے۔

حرزالدین بیان کرتا ہے (آپ کا لقب الخلانی یعنی سرکہ فروش) سرکہ فروخت کرنے کی نسبت سے ہے اس لئے کہ بعض دشمنانِ اہلبیت کے خوف سے پوشیدہ رہنے کے لئے سرکہ فروشی کو اپنا ذریعہ معاش بنائے ہوئے تھے جس طرح آپ کے والد عثمان بن سعید سمن (یعنی روغن) فروخت کرتے تھے اسی وجہ سے آپ کا نام سمان یعنی روغن فروش پڑ گیا۔ ابو جعفر محمد بن عثمان بن سعید الاسدی الخلانی امام علی نقی اور امام حسن عسکری کے بھی نائب رہے۔ سید اصفہانی تحریر فرماتے ہیں (انہیں میں شیخ جلیل القدر ابو جعفر محمد بن عثمان بن سعید کی قبر ہے جب آپ کے والد عثمان بن سعید کا انتقال ہوا آپ کے فرزند ابو جعفر آپ کے امور کے نائب ہوئے آپ کی نیابت کی مدت تقریباً پچاس سال ہے آپ نے ۳۰۵ھ یا ۳۰۴ھ آخر جمادی الاول میں انتقال کیا جیسا کہ شیخ طوسیؒ کی کتاب الغیبہ میں صفحہ ۲۳۸ پر یہ اختلاف موجود ہے۔ یہ عبارت اس صفحہ کی آخری سطر ہے۔ ابو نصر ہبۃ اللہ بیان کرتا ہے ابو جعفر محمد بن عثمان کی قبر شارع باب الکوفہ میں اسی

مقام پر ہے جہاں آپ کا مکان تھا جو صحرا کے درمیان ہے۔

ہم کہتے ہیں آپ اہلِ بغداد کے نزدیک شیخ الخلانی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کی قبر جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے بغداد کے آخر میں مشرقی جانب حضرت سلمانِ فارسی کے روضہ کی راہ پر ہے۔ اس کے اطراف میں پہلے آبادی نہیں تھی بعد میں مختصر سی آبادی ہوگئی اطراف میں روز بروز آبادی میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ صحن بڑا ہے جس کی ہم نے متعدد بار زیارت کی ہے۔ روزِ عاشورا صحن میں مجلسِ عزاءِ حسینی ہوئی ہے۔ آپ کے نام کے ساتھ 'الخلانی' کی متعدد وجوہات بتائی جاتی ہیں جو ہم نے بعض اہلِ علم حضرات سے سنیں ان میں دو وجہیں حسب ذیل ہیں کہتے ہیں کہ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا لوگوں نے چاہا کہ آپ کو موجودہ مقام سے آپ کے والد کے قریب دفن کیا جائے اس وقت آپ نے فرمایا تھا "مجھے اس جگہ رہنے دو" جب ہی سے آپ الخلانی کے نام سے مشہور ہوگئے اور دوسری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت حجتؑ نے آپ کے والد کے انتقال کے بعد اپنا نائب مقرر فرمایا چنانچہ آپ شیعوں سے اس طرح فرماتے تھے "مجھے حضرت حجتؑ میرے آقا نے عہدے پر باقی رکھا" اس کے علاوہ ہم نے دیگر وجوہات بھی سنیں ہیں واللہ اعلم۔ کتاب فلک النجات صفحہ ۲۲۷ پر اس طرح ہے محمد بن عثمان جو الخلانی کے نام سے مشہور ہیں بغداد کے مشرقی جانب دفن ہیں ہم کہتے ہیں یعنی شرقی جانب سے مراد بغداد کی شرقی جانب ہے جیسا کہ یہ امر ہمارا بیان ملاحظہ کرنے کے بعد پوشیدہ نہیں رہتا۔ جس مقام پر آپ کو دفن کیا گیا آج کے زمانے میں باب الشیخ کے نام سے مشہور ہے۔

۳۔ نائب سوم حسین بن روح نوبختی متوفی ۳۲۶ھ:

کتاب مراقد جلد ۱ صفحہ ۲۴۹ پر اس طرح تحریر ہے آپ کی قبر بغداد میں رصانہ کی جانب واقع ہے جو مشہور و معروف ہے۔ جس پر چھوٹا قبہ ہے روضہ پر جالی نصب ہے جس پر زائرین اور عبادت گذاروں کا اژدہام رہتا ہے۔ آپ کی قبر کے جنوب میں چھوٹی مسجد ہے جس میں شیعوں کی نماز

باجماعت ہوئی ہے۔ بغداد میں آپ کی قبر کا مقام تجارتی بازار "سوق النور" مشہور ہے۔ آپ کا مرقد شیعہ مراکز میں ایک ہے۔

نوبختی خاصہ اور عامہ (تشیع اور اہلسنت) کے نزدیک موثق و معتبر اور صاحب جلالت ہیں اہلسنت آپ کی صداقت اور شہرتِ اخلاق کے باعث کافی احترام کرتے ہیں۔ آپ کی نیابت شیخ ابو جعفر محمد بن عثمان العمری المعروف شیخ خلانی کی ۳۰۵ھ میں وفات کے بعد شروع ہوئی۔ آپ کے بارے میں ابو جعفر محمد بن عثمان العمری نے اس طرح فرمایا (یہ ابولقاسم حسین بن روح بن ابی بحر نوبختی میرے قائم مقام ہیں تمہارے اور صاحب الامرؑ کے درمیان سفیر، وکیل ثقہ اور امین ہیں۔ اپنے امور اور درپیش مسائل میں ان کی جانب رجوع کرو جس کو یہ انجام دیں گے) جس چیز کا مجھے حکم دیا گیا ہے وہ سب کچھ میں نے پہنچا دیا۔

سید اصفہانی اس طرح بیان کرتے ہیں (انہیں میں شیخ جلیل ثقہ امین حسین بن روح بن بحری بن نوبخت کی قبر ہے آپ کا تعلق بنی نوبخت سے ہے جو امامیہ میں جلیل القدر گروہ تھا جن میں اکثر صاحب فضیلت اور متکلمین شیعہ گزرے ہیں جن کا تعلق بغداد کے اہلِ علم گھرانے سے ہے۔

شیخ طوسیؒ کتاب الغیبۃ صفحے ۲۵۲ پر اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔ حسین بن ابراہیم نے العباس احمد بن علی بن نوح نے ابی نصر کے واسطے سے ہبۃ اللہ بن محمد الکاتب ابن بنتِ ام کلثوم بنت ابی جعفر العمری کے واسطے سے ہمیں اس طرح خبر دی کہ ابو القاسم الحسین بن روح کی قبر نوبختیہ میں اسی مقام پر ہے جو علی بن احمد نوبختی کے گھر کے ٹیلے پر ہے۔ ہم سے ابونصر نے اس طرح بیان کیا کہ ابو القاسم الحسین بن روح نے ۳۲۶ھ شعبان میں انتقال کیا آپ سے بہت سی روایات نقل ہوئیں ہیں۔

کتاب فلک النجات میں اس طرح ہے۔ حسین بن روح سوق العطارین میں شرقی جانب آپ کی قبر ہے۔ ہم کہتے ہیں یہ مکان آج بھی موجو ہے جس میں حسین بن روح کی قبر ہے یہ گھر بلندی پر سوق العطارین کے دائیں جانب واقع ہے یہی مقام سابقاً محلّہ نوبختیہ کے نام سے مشہور تھا

اس میں گھر بنے ہوئے تھے زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ تبدیلی اور تغیر آتا رہا یہاں تک کہ موجودہ حالت کو پہنچ گئی۔ اور مذکورہ گھر جس میں حسین بن روح دفن ہیں کے علاوہ کوئی اور گھر باقی نہیں رہا تاریخ وتراجم کا مطالعہ کرنے والے پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ جب سے بغدادِ شرقی آباد ہوا تھا خصوصاً ان لوگوں کا مرکز جن کو خلفاء سے تعلقات یا منصب اور عہدے حاصل ہوئے تھے اور بنی نوبخت بھی بغداد کے روساء سے تھے۔

۴۔ نائب چہارم ابوالحسن علی بن محمد سمری (متوفی ۱۵؍شعبان ۳۲۹ھ)

مراقد میں اس طرح وارد ہوا ہے (آپ کی قبر بغداد میں رصانہ کی جانب سوق الهرج میں مستنصریہ کے قریب دجلہ نہر کے بائیں جانب بازار مسجدِ قلابیہ کے درمیان واقع ہے آج جس پر قبہ بنا ہوا ہے مسلمان زیارت کے لیئے آتے ہیں بالخصوص شیعوں کے قافلے زیارت کے لئے آتے ہیں۔ بغداد میں شیعہ مراکز میں سے ایک ہے۔

سید اصفہانی اس طرح بیان کرتے ہیں (انہیں میں شیخ جلیل زاھد ثقہ ابوالحسن علی بن محمد سمری کی قبر ہے جنہوں نے حسین بن روح کے انتقال کے بعد امام حجۃؑ کی نیابت کے فرائض انجام دیئے مذکورہ تمام نواب کی نیابت بذریعہ نص قائم ہوئی شیعوں نے نواب اربعہ کے قول کو اس وقت تک قبول نہیں کیا جب تک حجۃ العصرؑ کی جانب سے معجزہ ظاہر نہیں ہوا جس نے ان کے قول کی سچائی اور نیابت کی صحت کو ثابت کیا جب ابوالحسن علی بن محمد السمری کا وقتِ وفات قریب آیا اس وقت ان سے لوگوں نے عرض کی اب آپ کا جانشین کون ہوگا۔ اس وقت امام الحجۃؑ کی جانب سے توقیع صادر ہوئی جو اس طرح ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اے علی بن محمد سمری خداوندِ عالم تمھاری وفات کے بارے میں تمھارے برادران کو اجرِ عظیم عنایت فرمائے۔ چھ روز کے درمیان تمھاری وفات واقع ہو جائے گی۔ تم اپنا قائم مقام کسی کو قرار نہ دینا اس لئے کہ اب غیبتِ کبریٰ کا زمانہ شروع ہو رہا ہے جس

میں ظہور نہیں ہوگا سوائے خدا کے حکم سے اور ایک مدت کے بعد جب کہ دل سخت اور زمین ظلم و جور سے بھر جائے گی اور عنقریب میرے شیعوں سے جو شخص ہم سے ملاقات کا دعویٰ کرے سفیانی کے خروج سے اور صیحہ (یعنی بلند آواز) سے قبل ایسا شخص جھوٹا اور بہتان باندھنے والا ہے۔ ''لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم''

شیخ نے اس نسخہ کی روایت اپنی کتاب الغیبۃ میں حسن احمد سے کی ہے جیسا کہ بحار میں بھی ہے البتہ جس شخص نے اس مدت کے درمیان حضرتؑ سے ملاقات کی یا آپ کو دیکھا اس بارے میں ہمارے علماء نے بہت سی وجہیں بیان فرمائی ہیں جن کو آقائے نوری نے کتاب جنۃ الماوی کے صفحہ ۲۸۵ پر ذکر کیا ہے جن میں بعض وجہیں ہمارے نزدیک مقبول ہیں جن کا علامہ مجلسی نے ذکر کیا ہے وہ قریب ترین ہیں۔ علامہ مجلسی احتجاج اور الکافی سے روایت نقل کرنے کے بعد بحار جلد ۲ صفحہ ۱۴۲ اور جلد ۳ صفحہ ۱۲ پر تحریر کرتے ہیں اس خبر کو ایسے شخص پر حمل کیا جائے گا جو امام الحجۃ کی نیابت کے ساتھ ملاقات کا مدعی یا آپ کی جانب سے لوگوں تک اخبار پہنچانے کا دعویٰ آپ کے سفراء کی مانند کرے تا کہ گذشتہ اخبار کے ساتھ منافات نہ ہو عنقریب ایسے لوگوں کا بیان آئے گا جنہوں نے حضرت حجۃ سے ملاقات کی اور آپ کو جانتے ہیں۔

یہاں کلام تمام ہوا۔ ابوالحسن سمری نے نصف شعبان ۳۲۹ھ میں وفات پائی جیسا کہ شیخ طوسیؒ کی کتاب الغیبۃ کے صفحہ ۲۵۷ اور صفحہ ۲۵۸ پر یہ عبارت موجود ہے۔

حسین بن ابراہیم نے ابی العباس بن نوح کے ذریعہ ابی نصر ہبۃ اللہ بن محمد الکاتب کے واسطہ سے ہمیں اس طرح خبر دی ہے کہ ابوالحسن السمری کی قبر نہر ابی عتاب کے کنارے مشہور شارع الخلنجی پر واقع ہے اور ذکر کیا گیا ہے کہ آپ کی وفات ۳۲۹ھ میں ہوئی۔

ہم کہتے ہیں یہ مقام سوق الھرج کے نام سے مشہور ہے جس کے بیرونی حصہ پر جالی لگی ہے اور قبر مسجد کے اندر ہے۔

حضرت کلینی کا مقبرہ:

سید اصفہانی مزارات بغداد کا ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب ''احسن الودیۃ'' میں کہتے ہیں (انہیں میں شیخ کلینی کی قبر ہے علامہ نے خلاصہ میں اس طرح بیان کیا (آپ بان کوفہ کے مقبرہ میں دفن ہوئے) ابن عبدون بیان کرتا ہے میں نے حضرت کلینی کی قبر صراط طائی میں دیکھی۔ جس پر ایک تختی ہے اس پر آپ کا اور آپ کے والد کا نام لکھا ہوا ہے۔ علامہ محمد مہدی طباطبائی نجفی بیان کرتے ہیں:۔باب الجسر جو باب کوفہ ہے اس پر آپ کا مزار مشہور ہے اس پر قبہ بنا ہے رجال ابی علی میں اس طرح ہے آپ کی قبر بغداد کے مشرق میں ہی مشہور ہے۔ جس کی عام اور خاص سب ہی زیارت کرتے ہیں۔ جس کے بیرونی حصہ پر جالی لگی ہے۔ علامہ محمد قزوینی الحلی فلک النجات کے صفحہ ۳۳۷ پر اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

بغداد کے پل سے متصل جامعہ میں کلینی کی قبر ہے۔ جس کے ساتھ ہی دوسری قبر ہے۔ جس کو کراجکی یا کبدری کہا جاتا ہے۔ جس کو سید ہاشم البحرانی نے روضۃ الواعظین میں بیان کیا ہے اس کی تائید کرتا ہے بلکہ تیقن کرتا ہے۔ آج تک کسی نے اس میں شک نہیں کیا سید محمد شکور نے اپنی کتاب ''تاریخ مساجد بغداد'' میں اس امر کو بعید جانا ہے کہ اس مقام پر آقائے کلینی کا مدفن ہو اور بعض احتمالات بیان کئے ہیں جو بے فائدہ ہیں پہلے ہم آلوسی کے کمال کے قائل تھے لیکن جب ہم نے اس کی مذکورہ کتاب پڑھی تو ہمارے تعجب کی انتہا نہ رہی کہ اس نے اپنے دعوے پر اس طرح کے احتمالات اور استدلال کیا ہے۔ آپ اس بارے میں باخبر ہیں کہ شرعاً و عرفاً بلکہ عقلاً اس نسبت کی نفی نہیں کی جاسکتی اس لیئے کہ املاک و اوقات اور انساب کے ثابت کرنے کے لیئے شہرۂ محققہ کے بغیر کوئی اور راستہ نہیں اس کے بطلان کا مدعی نہیں عنقریب دوسری کتاب میں اس کی صحیح اور مکمل رد پیش کریں گے جو کچھ ہم نے بیان کیا یہی کافی ہے۔

ڈاکٹر حسین علی محفوظ نے اس بارے میں فائدہ مند تفصیل تحریر کی ہے۔ جس کا تعلق کافی کے

مقدمہ سے ہے طہران ۱۳۸۱ھ اوقاف نے شیخ کلینی کے مرقد کی جانب کھلنے والی کھڑکی کو ۱۳۶۸ھ میں بند کرنا چاہا جس کی رد میں (لواء وحدۃ الاسلامیہ) میں مضامین کا سلسلہ شروع ہوا جس میں اس عمل سے روکا گیا تھا کہ اس عمل سے علماء کی شان میں فرق آتا ہے۔

سلمانؓ فارسی:

بغداد کے مشرقی جانب ۳۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ایوانِ کسریٰ کے نزدیک مشہور مقام مدائن ہے جو سلمانؓ پاک کے نام سے مشہور ہے سلمانؓ فارسی کی کنیت ابوعبداللہ ہے جو سلمان خیر کے نام سے مشہور ہیں آپ کا تعلق (جبی) اصفہان سے ہے۔ آپ سب سے پہلے مجوسی تھے حق کی تلاش وجستجو میں پرانا مذہب چھوڑ کر رھبان سے وابستہ ہوئے پھر بنی قریظہ یہودی کے یہاں مدینہ آئے جس وقت آنحضرتؐ نے ہجرت فرمائی آپ نے اسلام قبول کیا۔

اسلامی جنگوں میں آپ کا اہم مقام ہے اور بڑی خدمات ہیں جن کے ذریعے آپ نے شرک سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت فرمائی جس میں اہم ترین واقع جنگ خندق میں پیش آیا۔ آپ ہی کے مشورہ پر اسلامی لشکر کے گرد خندق کھودی گئی جس وقت کفار حملہ کیا چاہتے تھے آپ کی شان میں آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا "سلمان ہم اہلبیت سے ہیں"۔

آپ حضرت علی علیہ السلام کے بہترین صحابی تھے حضرت نے آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا' سلمان اولین وآخرین کا علم جانتے ہیں علم کے ایسے سمندر ہیں جو کبھی خشک نہیں ہوگا اور ہم اہلبیت سے ہیں۔ آپ کے اسلام قبول کرنے کا عجیب وغریب واقعہ ہے جس کو ہم آگے بیان کریں گے۔ آپ کی شان وجلالت کے لئے یہی کیا کم ہے کہ آپ کے بارے میں آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا سلمان ہم اہلبیت سے ہیں اس لئے کہ آنحضرتؐ سے اس طرح کا کلام کسی اور صحابی کے بارے میں صادر نہیں ہوا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا سلمان اول وآخر کا علم جانتے ہیں آپ علم کا

سمندر اور ہم اہلبیت سے ہیں۔

کتاب المراقد (۳۶۳/۱) پر اس طرح ہے آپ کی قبر دریا دجلہ اور طاق کسریٰ کے نزدیک مدائن میں ہے جس پر قبہ اور زائرین کے لئے رواق اور بڑا صحن ہے کمرے اور مکانات بھی ہیں ترک اور کردی عہدِ عثمانی کے تمام اہلِ سواد آپ کو سلمانِ پاک کہتے ہیں۔ یہی سلمان فارسی کے متعلق حقیقی معلومات ہیں۔ شیخ میرزا حسین نوری نے آپ کی زندگی سے متعلق ایک کتاب "نفس الرحمٰن" تحریر کی ہے۔ اس مقام پر ایک غور طلب نکتہ ہے وہ یہ کہ مجوسی ایران میں اقلیت میں ہیں ان کے پاس ایک نسخہ (کتابی شکل) میں ہے جس کی نسبت آنحضرتؐ نے حضرت سلمان اور آپ کے بھائی سے فرمایا تھا۔ چنانچہ ہم آپ کی خدمت میں آپ کی زندگی کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔

ابن عباس بیان کرتے ہیں مجھ سے سلمان فارسی نے اس طرح روایت کی میرا اصفہان کے جئ (قبیلہ) کے ایک دھقان (کاشتکار) گھرانہ سے تعلق تھا میرا باپ مجھے گھر ہی میں حواریوں کی طرح رکھتا تھا میں نے مجوسیت میں کافی کوشش کی چونکہ میرا باپ صاحب جائیداد تھا ایک روز میرے والد نے مجھے زراعت پر نگرانی کے واسطے بھیجا میں جب روانہ ہوا تو میرا گزر نصاریٰ کے کنیسہ سے ہوا جو عبادت کر رہے تھے مجھے ان کا اندازِ عبادت پسند آیا میں ان میں شامل ہو گیا میں نے کہا خدا کی قسم ان کا دین ہمارے دین سے بہتر ہے۔ میں انہیں کے پاس رہا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا نہ تو میں زراعت پر گیا نہ ہی گھر واپس گیا۔ میرے والد نے میری جستجو کے لئے قاصد روانہ کیا مجھے نصاریٰ کا دین اسقدر پسند آیا کہ میں نے ان سے کہا اس دین کی اصل کہاں ہے؟ انہوں نے کہا شام میں۔ اس کے بعد میں اپنے والد کی خدمت میں آیا میرے والد نے مجھ سے کہا میں نے تمہاری تلاش کے لئے قاصد روانہ کیا ہے میں نے عرض کی میں نصاریٰ کے ایک گروہ کی جانب سے گزرا جو کنیسہ میں عبادت کر رہے تھے میں نے جان لیا کہ ان کا دین ہمارے دین سے بہتر ہے میرے والد نے کہا اے بیٹے تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا دین ان کے دین سے بہتر ہے میں نے کہا ایسا ہرگز نہیں میرے والد نے مجھے ڈرایا دھمکایا اور میرے پیروں

میں بیڑی ڈالدی میں نے ایک پیغام نصاریٰ کے پاس بھیجا اور اپنی سرگذشت سے مطلع کیا اور شام جانے کا اظہار کیا چنانچہ میں نے اپنی بیڑیاں اتاریں اور شام کے لئے روانہ ہو گیا یہاں تک کہ شام پہنچ کر ان کے عالم کے بارے دریافت کیا انہوں نے اسقف کا نام بتایا میں اس کے پاس آیا اور اپنی تمام سرگذشت سے مطلع کیا اور عرض کی میں آپ کی خدمت کروں گا اور آپ کے ساتھ عبادت کروں گا اس نے قبول کیا اسقف لوگوں کو صدقہ اور خیرات کا حکم دیتا تھا جب لوگ اس کو کچھ دیتے تھے وہ اس کو اپنے لئے جمع کرتا تھا یہاں تک کہ اس نے سات بڑے برتن سونے چاندی سے بھر لئے پھر اس نے انتقال کیا میں نے اس کی قوم میں انتقال کی خبر دی اور اس کے مال پر مطلع کیا انہوں نے مجھے ڈرایا دھمکایا پھر ایک زاہد اور نیک آدمی کو اس کا جانشین بنایا خداوند عالم نے میرے دل میں اس کی محبت ڈالدی یہاں تک کہ اس کے بھی انتقال کا وقت آیا میں نے کہا مجھے وصیت کر دے اس نے مجھے موصل میں ایک شخص کے بارے میں بتایا اس کے انتقال کے بعد میں موصل گیا اور اس سے ملاقات کی اور اس کو بتایا کہ مجھے تمہارے پاس فلاں شخص نے آنے کا حکم دیا ہے اس نے مجھے اپنے ساتھ رکھا یہاں تک کہ اس کے انتقال کا وقت پہنچا میں نے کہا وصیت کرو اس نے کہا میں اپنے مذہب پر صرف ایک شخص کو جانتا ہوں جو عموریہ میں رہتا ہے۔ (عموریہ ملک روم کا شہر ہے جس کو ۲۲۳ھ میں معتصم نے فتح کیا) میں عموریہ پہنچا اور اس کو اپنے حالات سے باخبر کیا اس نے مجھے بہت سی چیزیں دیں جن میں مویشی وغیرہ تھے یہاں تک کہ جب اس کا وقت وفات قریب آیا میں نے کہا مجھے کس کے بارے میں وصیت کرتے ہو؟ اس نے کہا میں کسی کے بارے میں نہیں جانتا ہوں لیکن میں تمھیں اپنے نبی کے سپرد کرتا ہوں جو حضرت ابراہیمؑ کے دین پر مبعوث ہوگا وہ ایسی سرزمین کی جانب ہجرت کرے گا جس پر کھجوروں کے درخت ہوں گے اس کے ساتھ ایسی نشانیاں ہوں گی جو تجھ پر پوشیدہ نہیں رہیں گی جس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی جو ہدیہ کھائے گا صدقہ نہیں۔ اگر ہو سکے تو اس سے ملاقات کرنا (سلمان کہتے ہیں) اس کے بعد اس شخص نے انتقال کیا عرب کے بنی کلاب کے ایک قافلے کا گزر ہوا میں نے

کہا میں تم کو اپنے مویشی جانور دیتا ہوں تم مجھے اپنے شہر لے چلو۔ چنانچہ قافلہ مجھے وادی ترئی میں لایا اور ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا اس مقام پر میں نے کھجور کے درخت دیکھے مجھے یقین ہو گیا کہ یہی وہ مقام ہے جس کے بارے میں مجھے بتایا گیا ہے جس نے مجھے خریدا تھا میں اس کے پاس رہا یہاں تک کے وہ مجھے مدینہ لے آیا میں نے مدینہ کو اس کی تمام بیان کردہ صفات کے ساتھ پہچان لیا اور اس کے ساتھ کھجوروں کے باغ میں مزدوری کرنا شروع کی یہاں تک کہ خدا نے آنحضرتؐ کو مبعوث فرمایا (آنحضرتؐ کے مدینہ آنے سے قبل تک) میں آپؐ سے بے خبر رہا یہاں تک کے آپ مدینہ تشریف لائے اور بنی عمر بن عوف کے یہاں قیام فرمایا۔ میرے پاس میرے مالک کا چچازاد بھائی آیا (اس دن جمعہ تھا اور ۱۶ ربیع الاول) آنحضرتؐ کو مدینہ تشریف لائے ہوئے چار دن ہو گئے تھے (جیسا کہ سیرت کی کتابوں میں موجود ہے) چنانچہ میرا گزر ایک ایسے شخص کی جانب سے ہو جس کے گرد بہت سے لوگ جمع تھے جو مکہ سے وارد ہوئے تھے جن لوگوں کو اس شخص کے بارے میں گمان تھا کہ آپ نبی ہیں جب میں نے بغور دیکھا تو خدا کی قسم وہی تمام علامات تھیں جو میں پہلے سن چکا تھا مجھ پر ایسا لرزہ (سبب خوشی) طاری ہوا قریب تھا کہ میں گر پڑوں میں جلدی سے باغ میں اپنے کام پر واپس آیا شام ہو چکی تھی میں نے کچھ (کھانے کی چیزیں مثلاً کھجور وغیرہ) فراہم کیں اس وقت آنحضرتؐ اصحاب کے درمیان تھے وہ سامان میں نے آپؐ کی خدمت میں پیش کیا عرض کی مجھے معلوم ہوا ہے آپ نیک اور صالح انسان ہیں آپ کے ہمراہ آپ کے اصحاب ہیں جو ضرورت مند بھی ہیں یہ تمام صدقہ دینا چاہتا ہوں حضرتؐ نے اپنا ہاتھ نہیں لگایا اور اصحاب کو کھانے کا حکم دیا میں پھر واپس آیا اور کچھ (کھانے کی اشیاء) مہیا کیں اور آنحضرتؐ کی خدمت میں آ کر میں نے عرض کی یہ ہدیہ ہے صدقہ نہیں ہے حضرتؐ نے اس کو تناول فرمایا اور آپ کے اصحاب نے بھی۔ اس کے بعد جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ایک جنازے میں شریک تھے آپ کے اطراف آپ کے اصحاب بھی تھے میں آپ کی مہر نبوت دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا حضرتؐ نے میرا ارادہ سمجھ لیا اور دوش سے رداہٹائی میں نے مہر

نبوت کی زیارت کی بوسہ لیا اور گریہ کیا حضرتؐ نے مجھے اپنے پاس بٹھایا اے ابن عباس میں نے آنحضرتؐ سے اپنی تمام سرگزشت بیان کی جو تم سے بیان کر رہا ہوں حضرتؐ کو میرا واقعہ بہت پسند آیا اور اپنے اصحاب کو بھی سنوایا میں بدر اور اُحد کے موقعہ پر آپؐ ساتھ تھا حضرت نے ارشاد فرمایا اپنے نفس کا مکاتبہ کرو (یعنی غلامی کی تحریر دو) میں نے خود کو حضرتؐ کی غلامی میں دے دیا کہ میں ۳۰۰ کھجور کے درخت لگاؤں گا اور چالیس وقیہ سونا ادا کروں گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اپنے بھائی کی کھجوروں سے مدد کرو انہوں نے مجھے خمس اور عشر (دسواں حصہ) دیا یہاں تک کہ میرے پاس جمع کر دیا حضرتؐ نے فرمایا جب تک میں اس کو ہاتھ نہ لگادوں اس وقت تک اس میں سے کچھ علیحدہ نہ کرنا حضرتؐ نے اپنا ہاتھ لگایا میں کھجوریں لے کر باغ میں آیا اور ان کو زمین میں بو دیا۔ اس خدا کی قسم جس نے آنحضرتؐ کو حق پر مبعوث فرمایا ان میں ایک دانہ کھجور بھی بیکار نہیں تھا سب کے سب (درخت اُگے) اور پھل دار ہوئے۔

حذیفہ بن الیمانیؓ:

حذیفہ یمانی کی قبر آنحضرتؐ کے بزرگ صحابی جناب سلمان فارسی کے مقبرہ میں ہے۔ جنگِ اُحد میں مسلمانوں نے آپ کے والد کو دشمنوں کے دھوکے میں قتل کر دیا تھا آپ کو جب حقیقت کا علم ہوا تو آپ نے مسلمانوں کے لئے استغفار فرمایا۔ جس وقت آنحضرتؐ کو اس خبر کا علم ہوا تو آپ کے نزدیک حذیفہ کا مقام بہت بلند ہوگیا ۲۰ھ میں فتح نہاوند آپ کے ہاتھوں ہوئی اور ۲۲ھ میں آپ نے تستر میں شرکت فرمائی یہ تمام جنگیں حضرت عمر کے زمانے میں ہوئیں حذیفہ کوفہ میں تھے کہ عثمانؓ نے آپ کو مدائن کا والی مقرر کیا عثمانؓ کے قتل کے بعد حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ نے والی مقرر کیا اور حضرت نے اہلِ مدائن کو اس طرح تحریر فرمایا۔

میں نے تمہارا والی حذیفہ یمانی کو مقرر کیا میں ان کی ہدایت سے خوش اور ان کی اصلاح کا طالب ہوں میں نے ان کو تم میں سے اچھے افراد پر احسان کرنے اور سب پر نرمی سے پیش آنے کا

حکم دیا ہے۔ حذیفہ نے اپنے فرزند کو وقتِ وفات اس طرح نصیحت کی۔ اے فرزند لوگوں سے طلب حاجت نہ کرنا اس لئے کہ یہ عمل فقیری ہے اپنے موجودہ دن کو گذشتہ روز سے بہتر کرو جب تم نماز پڑھو تو یہ سوچ کر کہ یہ آخری نماز ہے گویا تم اس دنیا میں واپس نہیں آؤ گے اور تم اس سے عذر خواہی بھی نہیں کر سکتے۔

کتاب 'فیضانات بغداد' میں اس طرح وارد ہوا ہے کہ دجلہ نہر کے کنارے آنحضرتؐ کے دو صحابی جابرؓ ابن عبداللہ انصاری اور حذیفہؓ یمانی کی قبریں تھیں جس وقت دجلہ میں سیلاب آیا اس وقت دونوں اصحاب کے جسد خاکی صحیح وسالم تھے۔ حکومت نے ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹۳۱ء میں جناب سلمانؓ کے روضہ کے نزدیک منتقل کر دیں۔ یہ خبر پوری دنیا نشر ہوئی اور جرمنی کے ادارے نے اس کی فلم بھی بنائی۔

طاق کسریٰ:

امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ مدائن میں طاق کسریٰ سے گزرے وہاں آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور وہاں کے تمام مقامات دیکھے جب کسریٰ کے تمام آثار دیکھے تو آپ کے ساتھ موجود ایک شخص نے کہا۔ ان کے مکانوں کی بنیادوں پر ہوائیں چل رہی ہیں (گویا کہ مکانات بنانے والوں کا خیال تھا کہ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ حضرتؑ نے فرمایا تم نے یہ کیوں نہیں کہا' کہ انہوں نے کتنے باغات وچشمے اور کھیتیاں اور بزرگ مقام (یونہی) چھوڑ دیئے اسی طرح ہم دوسری قوموں کو ان کا وارث قرار دیتے ہیں بس ان (لوگوں) پر آسمان اور زمین نہیں روئے اور نہ ہی ان کو مہلت دی گئی۔

حضرتؑ نے فرمایا پہلے ان لوگوں نے میراث پائی اب دوسرے لوگ ان سے میراث پا رہے ہیں انہوں نے شکرانِ نعمت نہیں کیا گناہ کے سبب ان کی دنیا چھین لی گئی خبردار کبھی کفرانِ نعمت نہ کرنا ورنہ عذابِ خدا کا شکار ہو جاؤ گے۔

قنبر علی:

آپ حضرت علیؑ کے غلام تھے اس مناسبت سے عام لوگ آپ کو قنبر علی کہتے ہیں۔ آپ کی قبر آپ کے نام سے مشہور بازار میں ہے حجاج بن یوسف ثقفی نے آپ کو قتل کیا۔ شیخ مفید ارشاد میں اس طرح فرماتے ہیں کہ سیرت کے علماء نے مختلف طریقوں سے روایت کی ہے کہ حجاج ملعون نے ایک روز کہا کہ علیؑ کے چاہنے والوں میں سے کسی کو قتل کرنا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح میں خدا سے قربت اختیار کرتا ہوں اس سے لوگوں نے کہا ہم کسی ایسے شخص کے بارے میں نہیں جانتے جس نے قنبر سے زیادہ علیؑ کی صحبت میں دن گزارے ہوں حجاج نے آپ کو قاصد بھیج کر بلوایا بھیجا حجاج نے کہا تم قنبر ہو؟ کہا ہاں پھر اس نے کہا ابو ہمدان انہوں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا علیؑ کا غلام انہوں نے کہا اللہ میرا مولا اور علیؑ ولی ہیں۔ حجاج نے کہا علیؑ کے دین سے بیزاری کا اظہار کرو قنبر نے کہا میں ایسا ہی کروں گا شرطیہ کہ تو مجھے علیؑ کے دین سے بہتر دین بتلادے حجاج نے کہا میں تمھیں قتل کروں گا تمھیں اختیار ہے بتاؤ کس طرح قتل کروں کہا اس کا بھی اختیار میں تجھ ہی کو دیتا ہوں اس نے کہا کس لیئے قنبر نے کہا اس لیئے کہ جس طرح تو مجھے قتل کرے گا اسی طرح تو بھی قتل کیا جائے گا۔ میرے آقا امیر المومنینؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ تم ظلم کے ساتھ ذبح کیئے جاؤ حجاج نے آپ کے قتل کا حکم دیا۔

حلب:

حلب میں جبل جوشن پر محسن سقط کی قبر ہے۔ یاقوت حموی اس طرح بیان کرتا ہے (حلب کے مغربی جانب ایک پہاڑ ہے جہاں سے تانبا نکالا جاتا ہے اور معدنی مقام ہے اور کہا جاتا ہے کہ جب سے علی ابن حسینؑ اور آپ کے قافلے کے قیدی وہاں سے گزرے اس وقت سے تمام معدن ختم ہوگیا اسیروں کے قافلے میں امام حسینؑ کی ایک زوجہ حاملہ تھیں بچہ وہیں ساقط ہوگیا آپ نے اہل قریہ سے کھانے اور پانی کا سوال کیا انہوں نے آپ پر سب وشتم کیا اور انکار کردیا آپ نے

بددعا کی آج بھی جو شخص وہاں کام کرتا ہے اس کو فائدہ نہیں ہوتا اور پہاڑ سے ذرا پہلے ایک زیارت گاہ ہے جو مشہد سقط کے نام سے مشہور ہے اور سقط شدہ بچے کا نام محسن بن الحسینؑ ہے۔ معجم البلدان ۱۷۳/۳ محدث قمی بیان کرتے ہیں (حلب کے قریب ہم نے دونوں مقام کی زیارت کی ہے عام لوگ صاحب مزار کو بزرگ محسن کہتے ہیں جس پر بلند عمارت بنی ہوئی ہے جو اس وقت بوسیدہ ہے) تاریخ حلب میں ابن طی نے سیف الدولہ سے اس طرح روایت کی ہے۔

سامراء:

سامراء بغداد سے ۲۰ کلومیٹر شمال میں واقع ہے جہاں دو اماموں امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکریؑ کے روضے ہیں۔ سامراء ۲۲۱ھ میں آباد ہوا اور ۲۷۹ھ میں برباد کیا گیا زائرین کا سلسلہ بدستور جاری رہا یہاں تک کہ دوسری مرتبہ پھر سے اس کو تعمیر کیا گیا جس کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔

آباد کاری اور بربادی:

ہارون رشید کا بیٹا معتصم عباسی جس کا نام محمد تھا ۲۱۸ھ میں حکومت اس کے ہاتھ میں آئی اسے اپنے لشکر کو مضبوط بنانے کے لیئے جگہ کی تلاش تھی چنانچہ اس کا گذر (سامراء) سے ہوا!! اس نے بعض عیسائی پادریوں سے اس جگہ کا نام معلوم کیا (جیسا کہ یاقوت نے بھی اس کی روایت کی ہے) انہوں نے کہا ہم نے اپنی قدیم کتابوں میں دیکھا ہے کہ اس مقام کا نام (سر من رائے) ہے جو حضرت سام بن نوح کا شہر تھا جو کچھ زمانے کے بعد صاحب جلالت بادشاہ کے ذریعہ آباد ہوگا بادشاہ اور اس کا بیٹا یہاں آئے گا معتصم نے کہا کہ خدا کی قسم میں اور میرا بیٹا اس مقام پر آئیں گے۔ معتصم نے سامراء کو آباد کیا اس میں اختلاف نہیں ہے۔ متوکل نے مشہور گلدستہ اذان اور جامع مسجد بنوائی۔

سامراء:

آج تک تشیع کو وہاں فروغ ہو رہا ہے یہاں تک ایوبی نے ان سے جنگ کی اور سلطان سلیم عثمانی نے بھی ان کے آثار ختم کرنے کی کوشش کی اور اس کے بعد سیاست عثمانیہ جاری رہی۔ شیخ ساوی نے اپنی کتاب (وشائج السراء فی شانِ سامراء) طبع نجف ۱۳۶۰ھ میں اس امر کی جانب اشارہ کیا ہے۔

اس شہر کی تاریخ میں جو چیز بیان کی جاتی ہے وہ اپنے وقت کے فقیہ سید محمد حسن الشیرازی کا واقعہ ہے جو اس زمانے میں سامراء میں تھے سلطان ناصر الدین شاہ نے ۱۳۱۸ھ میں ملک کے اختیار کو خارجی طاقتوں کو حوالے کر دیا تھا اور ان کو تمبا کو فیکٹری کھولنے کی اجازت دیدی تھی۔ ۱۳۰۶ھ میں ناصر الدین شاہ کے لندن چلے جانے کے بعد برطانیوں کے ساتھ اس طرح کا معاہدہ کیا تھا جس سے حکومت متفق تھی لیکن عوام نے علماء کی قیادت میں اس سے انکار کیا اور سید مذکور نے اس طرح فتویٰ دیا "سگریٹ اور تمبا کو کا استعمال کرنے والا امامِ زمانہؑ سے جنگ کرتا ہے" اس فتویٰ کو محمد حسن الحسینی نے ۵ ربیع الثانی ۱۳۰۹ھ کو تحریر فرمایا۔

اس فتویٰ کا بڑا اثر ہوا یہاں تک کہ ملازمین بھی اس فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے اپنے مالکان کو سگریٹ وغیرہ نہیں دیتے تھے۔

تاریخ مزار عسکریینؑ

امام علی نقی کی قبر محلہ عسکری میں آپ کے ہی گھر میں ہے جس کو آپ نے خرید فرمایا تھا۔ اپنے انتقال کے وقت تک اسی میں رہے خطیب بغدادی نے امام علی نقی کے حالات میں تحریر فرمایا ہے (کہ آپ نے وہ مکان دلیل بن یعقوب نصرانی سے خرید فرمایا تھا اس میں آپ کا انتقال ہوا) آپ کا جب انتقال ہوا آپ اپنے گھر کے درمیانی حصے میں دفن ہوئے پھر آپ کے پہلو میں حسن عسکریؑ پھر حضرت نرجس خاتون پھر حضرت حکیمہ پھر امام حسن عسکریؑ کی نانی پھر حسین بن علی نقی۔

آپ کے ساتھ ابو ہاشم جعفری اور جعفر اور انسکا نہ دفن ہیں یہ تمام قبور زائرین کے لیے مشہد ہیں۔

محدث قمی بیان کرتے ہیں (ابھی تک مشہور یہی ہے کہ امام حسن عسکریؑ رواق کی پشت پر جو طویل ایوان ہے وہی مسجد ہے بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قبر کی پشت پر واقع رواق مسجد کا حصہ ہے شیخ خضر شلال آپ کے مزار کے بارے میں اس طرح بیان کرتے ہیں (اس میں شک نہیں کہ امام علی نقیؑ کی ضریح سے ایک ہاتھ یا اس سے زائد دوری کو آپ کی زیارت کے وقت ترجیح دی جائے جبکہ ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ کی قبر اس جالی سے پہلے ہے جو ہمارے زمانے میں لگائی گئی ہے اس روضہ کی تاریخ اس طرح ہے ۳۳۳ھ میں ناصر الدولہ حمدانی نے ضریح اور گھر کی دیواریں بنوائیں ۳۳۷ھ میں معزالدولہ بویھی نے مکمل کیا حمدانی نے قبہ سرداب اور حجاب بنوائے۔

اس مقام پر کنواں بھی موجود ہے جس سے امام حسن عسکریؑ وضو کرتے تھے زائرین وہاں سے تبرک کے طور پر پانی لے جاتے ہیں۔ ۳۶۸ھ میں عضد الدولہ بویھی نے قیمتی کپڑے لکڑی "ساج" کا روضہ اور ضریح بنوائی ۴۴۵ھ میں امیر ارسلان بغداد سے تکریت آیا اور قبہ اور ضریح بنوائی اور "ساج" کی لکڑی کا صندوق بنوایا اور سونا لگوایا۔

۴۹۵ھ میں سلجوقی نے دروازے لگوائے اور قبہ رواق اور صحن کی مرمت کروائی ۶۰۶ھ میں ناصر عباس نے قبہ و گلدستہ اذان اور سرداب کی تعمیر کروائی اور بارہ آئمہ علیہم السلام کے اسماء لکھوائے جن کو شریف مور بن محمد نے لکھا۔

۶۴۰ھ میں روضہ میں آگ لگ گئی جس سے امام علی نقیؑ اور حسن عسکریؑ کی ضریحوں کو نقصان پہنچا خلیفہ مستنصر باللہ نے دونوں ضریحوں کی مثل سابق تعمیر کروائی۔

۷۵۰ھ میں ابو اویس جلائری نے ضریح پر تزئین کاری کی اور قبہ پر زینت کی اور جو قبریں صحرا میں تھیں ان کو صحن میں منتقل کیا۔

۱۱۰۶ھ میں شاہ حسین صفوی نے روضہ کی تعمیر اور فولادی جالیاں لگوائیں۔

۱۲۰۰ھ ناصر الدین شاہ قاچاری نے احمد دنبلی سلطان کوی الکبر کی سے مل کر روضہ و سرداب بنوایا اور پتھروں کو تبدیل کروایا سلطان کا وکیل سلماسی تھا جس نے ۱۲۲۵ھ میں یہ کام مکمل کروایا۔

۱۲۸۵ھ میں ناصر الدین شاہ قاچاری نے سونے کی جالیاں لگوائیں اور شیخ العراقین شیخ عبدالحسن کی سرپرستی میں ضریح رواق اور قبہ کی تعمیر کروائی اور گھڑی لگوائی جو آج تک باقی ہے۔

۱۳۴۹ھ میں امام حسن عسکریؑ کے روضہ میں روشنی کے معقول انتظام کے لئے جنریٹر خریدا گیا۔

۱۳۹۰ھ میں چاندی کی جالی نصب کی گئی جو پہلے سید الشہداء کے روضہ میں نصب تھی بعد میں اس کو سامراء لایا گیا۔

۱۳۶۷ھ میں محمد صنیع نے صندوق بنوایا اور ۱۳۸۱ھ میں ایک جماعت نے جن میں حاج علی الکبر بائی اور شیخ محمد حسین المؤید نے ایک ضریح ہدیہ کی جس کا طول و عرض ۵x۶x۳/۱۲ اور جس کی تعمیر پانچ سال میں مکمل ہوئی۔

دیگر مزارات

۱۔ جناب حکیمہ جو امام علی نقی علیہ السلام کی پھوپھی ہیں متوفی ۲۷۴ھ۔

۲۔ امام حسن عسکری علیہ السلام کی زوجہ اور امام مہدی علیہ السلام کی والدہ حضرت نرجس علیہ السلام متوفی ۲۶۰ھ

۳۔ سرداب

ہم آپ کی خدمت میں مذکورہ مقام سرداب کی تاریخ کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔

سرداب امام زمانہ علیہ السلام

امام حسن عسکریؑ کے صحن کے مغربی حصہ میں شمالی جانب ہے جو امام علی نقیؑ امام حسن عسکریؑ

اور امام حجۃ العصر کے مکان سے متصل ہے جس وقت آئمہ مذکور سامراء میں موجود تھے البتہ آپ کے مکانات کی چھت تھی جو زمانے کے گذرنے کے ساتھ ساتھ سداب کی مانند ہو گئی لیکن شیعوں نے اس کی قدیم حالت کو امامؑ کے احترام کے پیش نظر باقی رکھا بالخصوص خلیفہ ناصر عباس کی مرمت کے بعد سے جو ۶۰۶ھ میں انجام پائی۔

سرداب کے بارے میں تفصیل سے تاریخ میں موجود ہے جس کو شیخ ذبیح محلاتی نے اپنی کتاب مآثر الکبریٰ (۲۸۸/۱) میں بیان کیا ہے وہ اس طرح ہے کہ

۱۔ یہ سرداب گھر کے اندر تھا اور قدیم عمارت میں عسکریین (یعنی امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکریؑ) کے مرقد کے پشت سے جانے کا راستہ تھا جو امام مہدیؑ کی والدہ حضرت نرجس خاتون کی قبر کے نزدیک سے گذرتا تھا جو اس وقت رواق کے اندر شامل ہو گیا ہے۔ زائر دونوں امام کی زیارت سے فارغ ہونے کے بعد سیڑھیوں کے ذریعہ قبر کی جانب سے سرداب تک پہنچتا ہے ۱۲۰۲ھ تک اسی طرح رہا لیکن جب ملک موئد احمد خان دنبلی نے اس مقدس مقام کی ذمہ داری سنبھالی اس وقت اس نے سرداب کا شمالی دروازہ کھولا اور قبلہ کی جانب والا دروازہ بند کر دیا۔

سرداب میں لگا ہوا لکڑی کا دروازہ جو آثار قدیمہ سے ہے آج بھی موجود ہے جس کو ۶۰۶ھ میں مستنصر عباسی نے بنوایا تھا۔

علامہ نوری نے کشف الاستار صفحہ ۲۳ طبع ۱۳۱۸ھ میں اس طرح تحریر فرمایا کہ ناصر لدین اللہ احمد بن المستضیٔ عباسی خلیفہ تھا جس نے سرداب کی تعمیر کروائی اور ایک حجرہ بنوایا۔

آقائے جلالی کہتے ہیں ہم نے مذکورہ دروازے کی زیارت کی ہے جو ابھی تک باقی ہے جس پر جلے ہوئے آثار موجود ہیں اور خط کوفی میں چہاردہ معصومینؑ کے اسماء تحریر ہیں جن کو ہم نے پڑھا۔ محکمہ آثار قدیمہ نے (باب الغیبہ) کے نام سے ۱۹۳۸ھ میں ایک رسالہ چھاپا جس کے صفحے پر مذکورہ نص عبارت موجود ہے۔ مذکورہ تمام خوبیوں کے علاوہ اپنی بناوٹ کے اعتبار سے بھی بہت خوبصورت ہے جو اپنے نہایت دقیق اور بہترین عبارت کے نقش و نگار میں ممتاز ہے۔

بے بنیاد شبہ:

آنحضرتؐ نے بارہویں امام حجۃ العصرؑ کے ظہور اور آپ کے عدل و انصاف کے قائم کرنے اور ظلم کے خلاف انقلاب کے بارے میں جو خبر دی ہے اس کے مقابلہ میں دشمنان دین نے اس جگہ کو (سرداب الغیبہ) کے نام سے مشہور کیا ہے جس کی کوئی اصل و بنیاد نہیں ہے۔

شیخ ذبیح اللہ محلاتی اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:

یہ مقام (سرداب) اس وجہ سے سرداب الغیبہ مشہور نہیں ہوا کہ امام حجت العصرؑ اس مقام سے غائب ہوئے ہیں جیسا کہ تاریخ سے ناواقف حضرات گمان کرتے ہیں بلکہ اس لیئے کہ یہ جگہ (سرداب) تین معصومین علیہم السلام کا گھر ہے آپ کی خدمت میں بعض دیندار افراد حاضر ہوتے رہے اس مقام پر تینوں آئمہ نے اپنی آخر حیات تک عبادت کی ہے جس کے سبب یہ جگہ متبرک مقام ہوگئی لہذا اس مقام تک خضوع وخشوع حضور قلب سے آنا چاہیئے اور دروازہ پر ادب و وقار سے کھڑے ہو کر دعا کرنا چاہیئے مآثر الکبراء (۲۸۸/۱) طبع دوم ۱۳۸۹ھ۔

شیخ نوری اپنی کتاب کشف الاستار کے صفحہ ۴۳ طبع ۱۳۱۸ھ پر اس طرح تحریر کرتے ہیں یہ مقام اپنے احترام اور شرف کے باعث مخصوص ہے جب بعض اہل ہوس نے اس طرح رغبت دیکھی تو انہوں نے اس مقام کی مٹی زائرین کو دیکر اس کے مقابل درھم حاصل کرنا شروع کر دیئے جس کے سبب اس مقام پر روزینہ مٹی کے برابر گڑھا ہو گیا جس کو بزرگ علامہ شیخ عبدالحسین طہرانی نے مٹی ڈلوا کر صحیح کرایا اس کے بعد پھر سے بعض اہلِ ہوس نے اس مقام کو کھودا اور اس کا نام صاحب الزمان کا کنواں رکھدیا اس کے باوجود بھی اس کے پتھر کے نیچے ایک قبہ بنا دیا تا کہ اس سے مٹی نکلی جا سکے اور کبھی کبھی باہر سے مٹی اس میں لا کر رکھتے ہیں تا کہ زائرین کو دیں جو اس کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔

اپنی جان کی قسم یہ عمل بعض اہلِ ہوس کے فریب کے سوا کچھ نہیں جو محض جہالت ہے جس

کے ذریعہ وہ بعض نادان زائرین پر مسلط ہو جاتے ہیں درحقیقت علماء اس طرح کی خرافات سے نہی عن المنکر کے ترک کرنے اور جہلا کو منع نہ کرنے کے سبب پیشِ خدا مسئول ہیں جس کے بارے میں اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی اور ہر باخبر شیعہ اس سے بری ہے۔" اس بارے میں شیخ محلاتی کا کلام کس قدر اچھا ہے "امامیہ کا عقیدہ ہے کہ حجت العصر کا اسمِ گرامی آنحضرتؐ کے اسمِ گرامی کے مطابق آپ کنیت اور آپ کی صفات آپ کے جدِ محترم آنحضرتؐ کی کنیت اور صفات کے مانند ہیں آپ کی ولادت ماہِ شعبان میں "سر من رائے" یعنی (سامراء) میں ہوئی جب آپ کے والد کی شہادت ہوئی اس وقت آپ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے ایسا نہیں کہ آپ سرداب میں داخل ہوئے اور آپ کی والدہ آپ کو دیکھ رہی تھیں جیسا کہ بعض عامہ (اہلسنت) کی کتابوں میں اس طرح کی عبارت موجود ہے شیعہ امامیہ اس طرح کے عقیدے سے بری ہیں یہ ان لوگوں کی جانب سے ہے جو عقیدہ امامت کی کرامت و بزرگی ختم کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

کتاب غایت المرام میں برادران اہلسنت کے حوالے سے (۱۶۵) احادیث نقل کی گئیں ہیں جو ان کے بزرگ علما کی کتب سے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا "میری اولاد سے ایک مرد خروج کرے گا جس کا نام میرے نام پر اس کی کنیت میری کنیت ہوگی لوگوں میں سب سے زیادہ مجھ سے مشابہ ہوگا وہ اس امت کے مہدیؑ ہیں جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوں گے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جبکہ وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ جبکہ برادرانِ اہل سنت کے دوسو (۲۰۰) سے زائد بزرگ علما امام مہدیؑ کے صفات آپ کی زندگی اور آخر زمانے میں آپ کے ظہور کے بارے میں اعتراف کر چکے ہیں تو پھر شیعوں کا اس میں کیا گناہ ہے کہ ان پر تحریروں کے ذریعہ اعتراض کیا جاتا ہے ہم خدا کے حضور میں دعا گو ہیں کہ وہ آپؐ کی پاکیزہ ذریت کے صدقہ میں تمام مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع فرمائے۔

سیدہ حکیمہ بنت امام الجواد ۲۷۴ھ

سیدہٗ جلیلہ حکیمہ بنتِ امام جوادؑ عسکریین (یعنی امام علی نقی اور امام حسن عسکریؑ) کے پائیں دفن ہیں آپ کی وفات ۲۷۴ھ میں ہوئی آپ عالمہ فاضلہ صاحب جلالت خاتون تھیں امامؑ اور لوگوں کے درمیان واسطہ تھیں۔

علامہ مجلسی اس طرح تحریر فرماتے ہیں (عسکریین کے قبہ میں ایک قبر ہے جو کریمہ نجیبہ عالمہ فاضلہ نقیہ رضیہ حکیمہ بنتِ ابی جعفر الجوادؑ سے منسوب ہے مجھے نہیں معلوم آپ کی مذکورہ جلالت و فضیلت کے پیشِ نظر آپ کی زیارت کیوں نہیں بیان کی گئی باوجود یہ کہ آپ آئمہ علیہم السلام سے منصوص اور ان کے رازوں کی امانتدار تھیں امام مہدیؑ کی والدہ آپ کے پاس تھیں آپ حضرت حجت کی ولادت کے وقت امام حسن عسکریؑ کی زوجہ حضرت نرجس کی لحہ بہ لحہ خبر گیری فرما رہی تھیں اور امام حسن عسکریؑ کی وفات کے بعد آپ (مومنین کے درمیان) ذریعہ تھیں آپ کے فضل و شرف کے پیشِ نظر جو خداوندِ عالم نے آپ کو عطا فرمایا ہے آپ کی زیارت کرنا چاہیئے۔

حضرت نرجس والدہ حضرت قائم علیہ السلام ۲۶۰ھ

صاحب ماٰثر الکبراء نے آپ کے بارے میں تفصیل سے تحریر کرتے ہوئے اس طرح تحریر فرمایا آپ کو امام حسن عسکریؑ کے پیچھے دفن کیا گیا آپ کی قبر مشہور ہے ۲۴۳/۱۔ آپ کی زیارت کے مضمون سے آپ کی شانِ جلالت آشکار ہے۔ کیا آپ کا یہ شرف کم ہے کہ آپ ایک بہترین مخلوق (امام مہدیؑ) کی والدہ اور صدیقہ اور رضیہ ہیں۔

سید محمد تقریباً حدود ۲۵۲ھ

سامراء شہر سے آپ کی قبر پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے محمد قمی اس طرح بیان فرماتے ہیں (مشہور مزار ہے جس کا طواف اہلسنت اور شیعہ حضرات کرتے ہیں جس پر تبرکات اور ہدایہ

پیش کیئے جاتے ہیں آپ کی بے شمار کرامتیں اور معجزات ہیں آپ کی شان جلالت کے لیئے یہی کافی ہے کہ آپ میں عہدہ امامت کی صلاحیت تھی اس لیئے کہ آپ امام علی نقیؑ کے بزرگ فرزند ہیں۔ آپ مدینہ سے اپنے والد سے ملاقات کرنے کے لیئے سامراء آئے تھے جب آپ نے مدینہ واپسی کا ارادہ فرمایا مریض ہو گئے اور اپنے والد کی زندگی میں وفات پائی۔

آپ کی وفات سے ان مومنین کو بہت صدمہ ہوا جن کا خیال تھا کہ آپ امامت کے عہدے پر فائز ہوں گے اس لیئے کہ وہ علم الٰہی سے بے خبر تھے جس کو بداء سے تعبیر کیا جاتا ہے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہے حضرت نے ارشاد فرمایا خداوند عالم کے پاس دو طرح کے علم ہیں۔

۱۔ ایسا علم جس کو خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اسی میں بداء واقع ہوتا ہے۔

۲۔ ایسا علم جس کو خدا اپنے ملائکہ اور رسولوں کو تعلیم دیتا ہے۔ (تفصیل کے شائقین حضرات المعجم کی جانب رجوع فرمائیں۔)

آپ کا مرقد طاہر "الدجیل" مقام پر ہے اسی سبب محاورات میں آپ کو السید سبع الدجیل کہا جاتا ہے۔ لیکن موجودہ زمانہ میں اس علاقہ کو منطقہ سید محمد کہا جاتا ہے یعنی صاحب مرقد ہی کے نام سے موسوم ہے اگر چہ حکومت عوام الناس اور اہل علاقہ سے اس امر کا انکار کرتی ہے اور اس نے اس علاقہ کا نام شہر کے نام پر مشہور کیا ہے۔

آپ کے پاکیزہ مرقد پر اس طرح تعمیر اور تجدید کا کام جاری رہتا ہے جس طرح عسکریین علیہما السلام کی مرقد پر ہوتا ہے اور جو زائر بھی عسکریین علیہم السلام کی زیارت کو آتا ہے وہ آپ کے یہاں بھی آ کر زیارت کرتا ہے۔

کتاب المراقد ۲/۲۶۳ میں اس طرح ہے (آپ کی قبر شریف سامراء کے نزدیک "دجیل" شہر میں ہے جس پر بلند و بالا عمارت اور قبہ بنا ہے جس کو ہمارے زمانے میں زعیم الطائفہ میرزا محمد حسن شیرازی نے ۱۳۱۱ھ میں تعمیر کرایا۔ آپ کے مرقد شریف کے اطراف میں صحن ہے جس میں زائرین کے قافلوں کے لئے کمرے بنے ہیں۔

عمروالخزاعی

سامراء سے نزدیک موصل شہر میں صحابی جلیل عمرالخزاعی کا مرقد ہے جس کی جانب اشارہ کرنا مناسب ہے۔ آپ کا مرقد شہر موصل کے شروع میں دجلہ نہر کے نزدیک واقع ہے آپ کے مرقد سے متصل مسجد ہے جس کو آل حمدان نے تعمیر کرایا جس پر بلند قبہ اور مزار بنا ہے اور اشارات اماکن الزیارات میں صفحہ ۷۰ پر اس طرح موجود ہے "موصل کے شہر کے شروع ہی میں بلندی پر عمرو بن الحمق کا جسم مدفون ہے آپ کا سر دمشق بھیج دیا گیا تھا زیاد بن ابیہ کی حکومت کے زمانے میں عمرو بن الحمق اپنے دوست رفاعہ بن شداد کے ساتھ فرار ہو کر شہر موصل کے اطراف پہاڑی میں چھپ گئے تھے معاویہ کے جاسوسوں نے معاویہ کو خبر دی اس نے دونوں کی گرفتاری کے لیئے سپاہی روانہ کیئے رفاعہ نے عمرو بن الحمق سے کہا میں تمہاری حمایت میں قتال کروں گا۔ انہوں نے کہا تم اپنی جان بچاؤ چنانچہ رفاعہ بچ نکلے اور عمرو پکڑے گئے آپ کا نام دریافت کیا گیا آپ نے کہا (میں وہ ہوں جس کو تم نے چھوڑ دیا تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا اور اگر قتل کر دیا تو نقصان دہ ثابت ہوگا) جب آپ کو موصل کے حاکم نے جو معاویہ کا بھانجا تھا کے سامنے پیش کیا گیا اس نے آپ کو پہچان لیا اور معاویہ نے قتل کا حکم دیا چنانچہ آپ کو قتل کر کے سر معاویہ کے پاس بھیج دیا گیا آپ کی زوجہ (آمنہ) معاویہ کے پاس دمشق میں بند تھیں معاویہ نے عمر کا سر ان کی زوجہ (آمنہ) کے پاس بھیج دیا جب انہوں نے اپنے شوہر کا سر پہچان لیا تو اس طرح گریہ کیا (ہائے افسوس حاکم نے ظلم کر کے اسے قتل کر دیا اور سر میرے پاس بھیجا ہے۔ اے عمرو بن الحمق میں تمہارے سر کو خوش آمدید کہتی ہوں میں اس ظلم کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی) پھر اس کے بعد آمنہ زوجہ عمرو نے معاویہ کے قاصد سے کہا معاویہ سے کہدینا (خداوند عالم تیری اولاد کو یتیم کرے اور تیرے اہل تجھ سے وحشت کریں اور تیرا گناہ بخشا نہیں جائے گا) معاویہ نے آمنہ کو طلب کیا اور سوال کیا انہوں نے کہا (ہاں اس میں شک نہیں کہ میں نے ایسا کہا ہے نہ ہی میں عذر خواہ ہوں نہ ہی انکار کرتی ہوں) اپنی

جان کی قسم میں اسی طرح بددعا کرتی رہوں گی یہاں تک کہ مرجاؤں) ابن طیفور کی بلاغات النساء صفحہ ٦٤ کی جانب مراجعہ کیجئے۔

بزرگ صحابی عمرو بن الحمق کی شہادت کا اسلامی سماج پر بہت بڑا اثر ہوا خود امام حسینؑ نے جو خط معاویہ کو تحریر فرمایا اس میں عمرو بن الحمق کی شہادت کا اس طرح تذکرہ فرمایا "اے معاویہ کیا تم آنحضرت کے صحابی عمرو بن الحمق عبد صالح کے قاتل نہیں ہو جس کو عبادت نے کمزور اور رنگ ہلکا کر دیا تھا باوجود اس کے کہ تم نے ان سے ایسا خدا کا عہد و پیمان کیا تھا اگر تم وہ عہد کسی پرندے سے کرتے تو وہ پہاڑ کی بلندی سے نیچے اتر آتا پھر تم نے اس عہد کی مخالفت کی اور اپنے پروردگار سے اعلان جنگ کرتے ہوئے ان کو قتل کر دیا"

یہی وہ خون ہے جو عدالت کی جستجو کی راہ میں بہایا گیا اور اس کے علاوہ ہزاروں خون کے ذریعہ شجر اسلام کو سینچا گیا یہاں تک کہ آج اسلام بار آور ہوا پس ایسے مزارات کی زیارت سے بہادری شجاعت اور قربانی کا درس حاصل کرنا چاہیئے۔

آئمہ عسکریین علیہم السلام کی حیات:

سامراء میں دو آئمہ امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکریؑ کی قبریں ہیں اس کے علاوہ دیگر مقامات مثلاً وہ زندان جس میں آپ قید تھے اور آپ کا مکان۔ ہم دونوں آئمہ کی زندگی کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔

امام علی نقی علیہ السلام:

آپ کی تاریخ ولادت نصف ماہ ذالحجہ یا رجب کی دوسری تاریخ ۲۱۴ھ آپ مدینہ سے تین کلومیٹر کے فاصلہ قریہ ابوا جس کی بنیاد امام موسیٰ ابن جعفر علیہم السلام نے ڈالی تھی میں متولد ہوئے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ثالث اور امام ھادی اور نقی کے لقب سے مشہور ہیں۔

ابن طلحہ نے آپ کے حسب ذیل القاب ذکر کیے ہیں۔ ناصح۔ متوکل۔ تقی۔ المرتضیٰ جن

میں سب سے زیادہ مشہور متوکل ہے۔ آپ اپنے اس لقب کو پوشیدہ رکھتے تھے اور اپنے اصحاب کو حکم فرماتے کہ اس لقب سے یاد نہ کریں اس لیئے کہ یہ بنی عباس کے خلیفہ کا لقب ہے۔

صواعق محرقہ میں آپ کا تذکرہ (علی عسکری) کے نام سے کیا گیا ہے پھر صاحب صواعق محرقہ اس طرح بیان کرتے ہیں (آپ کا نام علی عسکری پڑا جب آپ کو مدینہ المنورہ سے سامراء لایا گیا جس مقام میں آپ کو رکھا گیا اس کا نام عسکر تھا اس طرح آپ عسکری کے نام سے مشہور ہو گئے علم اور سخاوت میں اپنے والد بزرگوار کے وارث تھے۔

مناقب میں اس طرح ہے (آپ لوگوں میں سب سے زیادہ پاکیزہ چہرہ، لہجے کے اعتبار سے سب سے زیادہ سچے، دور اور نزدیک سے حلیم اور صاحب وقار تھے۔ شیخ مفید اس طرح بیان فرماتے ہیں (ابو جعفر کے بعد آپ کے فرزند ابوالحسن علی بن محمد امام ہوئے آپ کے اندر شرائط امامت اور فضل کامل تھا آپ کے علاوہ آپ کے والد کا کوئی قائم مقام نہیں تھا آپ کی امامت پر نص اور آپ کے والد بزرگوار کی جانب سے خلافت پر دلیل بھی ہے۔

سامراء ۲۴۳ھ:

المناقب میں آپ کا ارشاد اس طرح ہے مجھے سامراء جبراً بلوایا گیا اور جبراً اس سے نکالا گیا۔ آپ کے مدینہ المنورہ سے سامراء جانے کے متعدد اقوال نقل کیے گئے ہیں جن میں سب سے بہتر وہ قول ہے جس کو سبط ابن جوزی نے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں (علماء بیان کرتے ہیں چونکہ متوکل علی ابن ابی طالبؑ اور آپ کی اولاد کا شدید دشمن تھا اس کو جب امام علی نقیؑ کے مدینہ میں حالات اور لوگوں کے آپ کی جانب مائل ہونے کا علم ہوا تو اسے خوف دامن گیر ہوا اور یحیٰ بن حرثمہ سے کہا اسی وقت مدینہ جا کر علی نقیؑ جس حالت میں بھی ہوں میرے پاس حاضر کرو۔

شیخ مفید اس طرح بیان فرماتے ہیں جس وقت امام علی نقیؑ کو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن محمد نے میرے بارے میں متوکل سے بدگوئی اور جھوٹ بولا ہے تو آپ نے متوکل کو عبداللہ محمد کے جھوٹ

کے بارے میں تحریر فرمایا متوکل نے آپ کے خط کا جواب دیتے ہوئے اور (ظاہری) اخلاق کے ساتھ آپ کو عسکر مقام پر بلایا۔

متوکل کا خط جب امامؑ کی خدمت میں پہنچا آپ سفر کے لئے آمادہ ہوئے چنانچہ آپ یحیٰ بن ہرثمہ کے ہمراہ روانہ ہوئے۔

متوکل عباسی خلفاء میں شیعانِ علیؑ کا سخت ترین دشمن تھا اسی نے قبر سید الشہداءؑ کو منہدم کرایا تھا پھر اس پر زراعت کا حکم دیا تا کہ آپ کی قبر کا نشان مٹ جائے۔

متوکل مدینہ کی دینی مرکزیت اور ہر سال اس میں حجاج کے اجتماع برائے زیارت مرقد و مسجد النبیؐ سے خائف تھا خصوصاً اس میں فرزندِ رسولؐ امام علی نقیؑ کے وجود سے ڈر رہا تھا کہ آپ اس علمی مرکز میں موجود ہیں چنانچہ آپ کو دینی مرکز سے دور کر کے اپنے قبضہ اور اختیار میں کرنا چاہتا تھا یہی حقیقی سبب تھا آپ کے مدینہ سے بلائے جانے کا اگر چہ اس کے علاوہ دیگر اسباب بھی تھے جو سامراء پہنچ کر ظاہر ہوئے اور بالخصوص جبکہ متوکل کا پیغام امامؑ کی خدمت میں آیا امامؑ نے اسے قبول فرمایا اور اظہار بھی فرمایا کہ آپ اس امر پر مجبور تھے اگر چہ تحریر میں بظاہر آپ کو اختیار دیا گیا تھا۔

یحیٰ بن ہرثمہ بیان کرتا ہے (جب میں متوکل کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے مجھ سے علی نقیؑ کے بارے میں سوال کیا میں نے آپ کی حسنِ سیرت و اخلاق آپ کے زہد و تقویٰ کے متعلق خبر دی کہ میں نے حضرت کے گھر کی مکمل تلاشی لی آپ کے مکان میں قرآن اور علمی کتب کے سوا کچھ نہیں دیکھا پس متوکل نے آپ کا احترام کیا۔

شیخ مفید فرماتے ہیں آپ یحیٰ بن ہرثمہ کے ساتھ روانہ ہوئے یہاں تک کہ آپ سامراء پہنچے اور اس مقام پر آپ کو لے جایا گیا جس کو خان صعالیہ کہا جاتا ہے ایک روز آپ نے وہیں قیام فرمایا پھر متوکل نے اپنے ایک مکان میں رکھا اسی طرح ایک مدت تک امامؑ سامراء میں بحالتِ مجبوری رہے اس دوران متوکل نے آپ کے ساتھ حیلہ اور فریب کرنا چاہا لیکن ناکام رہا۔

کتاب الارشاد میں متوکل کا امامؑ کے ساتھ حیلہ اور آپ کو اذیت دینے کے متعلق اس طرح

وارد ہوا ہے کہ متوکل نے سعید حاجب کو حکم دیا کہ وہ رات کے وقت امامؑ کے گھر پر حملہ کر کے اموال اور اسلحہ لے کر میرے پاس لائے۔ حاجب بیان کرتا ہے میں رات کے وقت سیڑھی کے ذریعہ امامؑ کے مکان کی چھت پر گیا اور وہاں سے زینہ کے ذریعہ مکان تک جانے کی کوشش کر رہا تھا تاریکی کے سبب مجھے معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ میں کہاں ہوں اس وقت امامؑ نے آواز دی سعید ذرا ٹھہرو میں شمع لے کر آتا ہوں میں ٹھہر گیا امامؑ میرے پاس شمع لائے امامؑ اونی جبہ اور اون کی ٹوپی پہنے تھے ہاتھ میں کھجور کی چٹائی تھی اور رو بقبلہ تھے مجھ سے حضرتؑ نے ارشاد فرمایا گھر حاضر ہے میں نے گھر کی تلاشی لی تو ایک تھیلی جس پر متوکل کی ماں کی مہر لگی تھی مجھے نظر آئی امامؑ نے مجھ سے فرمایا مصلی کی بھی تلاشی لو میں نے جب مصلی اٹھایا تو ایک تلوار نظر آئی چنانچہ تمام چیزیں میں نے متوکل کے حوالے کر دیں متوکل نے تھیلی پر جب اپنی ماں کی مہر دیکھی تو اس کو اپنی ماں کے پاس بھیجا اور تھیلی کے متعلق دریافت کیا پس مجھے بعض خاص خدام نے خبر دی کہ متوکل کی ماں نے کہا کہ جس وقت میں شدید مریض ہو گئی تھی اس وقت میں نے نذر کی تھی کہ اگر میں نے شفا حاصل کی تو اپنے مال سے دس ہزار دینار امامؑ کی خدمت میں پیش کروں گی تھیلی پر میری مہر لگائی ہوئی ہے اور دوسری تھیلی کو کھولا گیا تو اس میں چار سو دینار تھے متوکل نے حکم دیا کہ اس کے ساتھ ایک تھیلی اور شامل کی جائے میں اس کو خود ابوالحسنؑ کو دوں گا چنانچہ تلوار اور تھیلیاں واپس آپ کو ہی دے دی گئیں۔

میں جب سامان لے کر امامؑ کی خدمت میں پہنچا اس وقت مجھے شرم آ رہی تھی میں نے حضرت سے عرض کی میرے آقا بغیر اذن کے آپ کے گھر میں داخل ہونا میرے لیئے بہت شاق ہے لیکن میں (متوکل کی جانب سے) مجبور تھا۔

کتاب شذرات الذھبیہ کے صفحہ ۱۰۷ پر ایک اہم مکالمہ ذکر کیا گیا جس کو ہم اسی طرح نقل کر رہے ہیں جس سے سرکش بادشاہوں اور جابر خلفاء کے مقابل امامؑ کے موقف کی زندہ مثال پیش کی گئی ہے۔

بعض لوگوں نے امامؑ کے بارے میں متوکل سے شکایت کی آپ کے گھر میں کتب اور اسلحہ

موجود ہیں۔ آپ کے مکان کی تلاشی لی جائے چنانچہ بعض افراد نے رات کے وقت آپ کے گھر پر ہجوم کیا امامؑ گھر میں موجود تھے اون کا جبہ پہنے تھے اور اون کی ٹوپی سر پر تھی روبقبلہ بشارت اور نذارت سے متعلق آیات کی تلاوت فرما رہے تھے آپ کے اور زمین کے درمیان بستر نہیں تھا بلکہ زمین ہی فرش تھا اسی حالت میں رات کے وقت آپ کو متوکل کے پاس لے کر آئے متوکل کے ہاتھ میں شراب کا جام تھا متوکل نے شراب کا جام امامؑ کو پیش کیا امامؑ نے فرمایا میرا خون اور گوشت اس کو کبھی برداشت نہیں کرے گا مجھے درگزر کر کہا مجھے کوئی اچھا شعر سناؤ امام نے فرمایا اشعار بہت کم کہتا ہوں پھر آپ نے چند اشعار پڑھے جس کا مطلب ہے:

(انہوں نے پہاڑوں کی بلند چوٹیوں پر اپنا مسکن قرار دیا تاکہ وہ ان کی حفاظت کریں (ان پر) لوگ غالب آئے اور پہاڑوں کی چوٹیوں نے کچھ فائدہ نہیں پہنچایا۔)

(عزت پانے کے بعد ذلیل وخوار ہوئے اور ان کو (قبر کے) گڑھے میں ڈال دیا گیا وہ کس قدر برا مقام ہے)

(انہیں قبر میں سپرد کرنے کے بعد ایک آواز دینے والے نے اس طرح پکار کر کہا تمہارے سر کے تاج اور جواہرات کیا ہوئے)

(وہ چہرے کیا ہوئے جو نعمتوں سے مالامال تھے کہ جن پر اس وقت پردے ڈال دیئے گئے ہیں۔

(ان کے سوال پر ان کی قبر سے اس طرح آواز آئی اب ان کے چہروں پر کیڑے مکوڑے ایک مقام سے دوسرے مقام میں منتقل ہو رہے ہیں۔

(ایک زمانہ گذر گیا وہ کھاتے پیتے تھے اب تو وہ خود دوسروں کی غذا بن گئے ہیں۔

متوکل نے امامؑ کے اشعار سن کر اس شدت سے گریہ کیا کہ اس کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی اور موجودہ تمام لوگوں نے بھی گریہ کیا متوکل نے شراب کا دور ختم کرنے کا حکم دیا اور امامؑ کو با احترام واپس پہنچایا۔

امام علی نقیؑ کے آثار:

علم سے متعلق بہت سی چیزیں امامؑ سے روایت کی گئیں ہیں جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے جب آپ کے گھر پر (دشمنوں) نے حملہ کیا تو انہیں بعض علمی کتب کے علاوہ کچھ نہیں ملا جن میں اکثر ایسی تھیں جو آپ کو میراث میں اپنے والد سے پہنچیں تھیں حکومت وقت بعض حکام اور قاضیوں کے ذریعہ مختلف طرح کے سوالات کر کے اذیت دیتی تھی آپ حق کا دفاع کرتے جیسا کہ یحییٰ ابن اکثم اور آپ کے درمیان پیش آیا جس کے آپ نے جوابات دیئے جو عنقریب بیان کئے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اے یحییٰ خداوند عالم تجھے نیک ہدایت دے تو میرے پاس اپنی کتاب لے کر آ جس کے ذریعہ میرا امتحان کرنا چاہتا ہے اگر اس میں میری کوتاہی اور نقص ہوا تو تجھے اعتراض کرنے کا موقع ملے گا۔ خدا کی قسم اس کا فیصلہ میں تجھ پر چھوڑتا ہوں جو تیرے لئے کافی ہے یقیناً میں تیرے مسائل کی وضاحت کر چکا ہوں تو انہیں توجہ سے دیکھ اور اپنی سمجھ سے کام لے اور اپنے قلب کو روشن کر یقیناً میں نے تجھ پر حجت تمام کردی ہے'' والسلام۔

۱۔ راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے اللہ کے اُس قول جس میں تذکرہ ہے کہ ''ان کے پاس کتاب کا علم ہے'' کے بارے میں سوال کیا (حضرت نے ارشاد فرمایا) وہ آصف بن برخیا تھے جو کچھ وہ جانتے تھے حضرت سلیمان اس کے جاننے سے عاجز نہیں تھے لیکن حضرت سلیمان نے اس امر کو بہتر سمجھا کہ وہ جن اور انسانوں کو یہ بات سمجھا دیں کہ میرے بعد آصف بن برخیا حجت ہیں۔ درحقیقت حضرت سلیمانؑ کا ہی علم تھا جو حکم خدا سے آصف بن برخیا کو پیدا گیا تھا اور انہوں نے اس کو سمجھ بھی لیا تھا تا کہ ان کی امامت میں کسی قسم کا اختلاف نہ ہو جیسا کہ حضرت داوٗدؑ کی زندگی میں حضرت سلیمانؑ نے سمجھ لیا تھا اور حضرت داوٗدؑ کے بعد حضرت سلیمانؑ کی نبوت و ولایت سمجھ گئے تا کہ مخلوق پر حجت قائم ہو سکے۔

۲۔ حضرت یعقوب اور آپ کی اولاد کا سجدہ حضرت یوسف کے لیئے نہیں تھا جس طرح

ملائکہ کا حضرت آدمؑ کے لیئے نہیں تھا اسی طرح حضرت یعقوب اور آپ کی اولاد کا سجدہ (در حقیقت) خداوندِ عالم کے لئے تھا اس لیئے کہ خدا ہی نے ان کو خوبیوں کا جامع بنایا تھا کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب حضرت یوسف نے خدا کا شکر ادا کیا اس وقت بارگاہِ خداوندی میں اس طرح عرض کی پروردگارِ عالم یہ اقتدار و حکومت تو نے ہی عطا فرمائی ہے۔

۳۔ ایک آیت میں آنحضرتؐ سے خطاب کیا گیا ہے۔ خداوندِ عالم کے نازل کردہ امر میں آنحضرتؐ کو بالکل شک نہیں تھا لیکن جہلا کہتے تھے کہ اللہ نے ملائکہ سے نبیؐ کیوں نہیں بھیجا کھانے پینے اور بازاروں میں چلنے کے اعتبار سے نبیؐ اور عام لوگوں کے درمیان فرق کیوں نہیں رکھا (یعنی جیسے عام لوگ کھاتے پیتے ہیں اور بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں اسی طرح رسولؐ بھی کھاتے پیتے ہیں اور بازاروں میں چلتے ہیں جہلا کے نزدیک ایسا نہیں ہونا چاہیئے تھا) اس وقت خداوندِ عالم نے اپنے نبیؐ پر وحی کی اے ہمارے نبیؐ تم، جو لوگ کتاب (یعنی آسمانی کتاب) پڑھتے ہیں ان کے سامنے جہلا سے سوال کرو کیا خداوندِ عالم نے ایسا نبیؐ آپ سے قبل مبعوث فرمایا جو کھاتا پیتا یا بازاروں میں نہیں چلتا تھا اے محمدؐ آپ کے لیئے ان کی زندگی میں نمونہ ہے اسی لیئے قدرت نے فرمایا' تم اس بارے میں شک کرتے ہو اگر چہ اس امر میں شک نہیں ہے جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا۔ (اے رسول آپ ان لوگوں سے کہہ دیجیئے ہم اپنے فرزندوں کو لائیں اور تم اپنے فرزندوں کو لاؤ ہم اپنی عورتوں کو لائیں اور تم اپنی عورتوں کو لاؤ ہم اپنے نفسوں کو لائیں اور تم اپنے نفسوں کو لاؤ پھر مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں۔

اگر آنحضرتؐ نے نصاریٰ سے اس طرح کہا ہوتا کہ تم پر خدا کی لعنت ہو تو وہ مباہلہ قبول ہی نہ کرتے اور اللہ جانتا تھا کہ اس کا نبیؐ اپنے پیغام کو پہنچا رہا ہے اور وہ جھوٹا نہیں ہے اس طرح آنحضرتؐ نے تعارف کرادیا کہ آپ سچے ہیں اور جو کچھ کہہ رہے ہیں صداقت پر مبنی ہے لیکن آپ نے اپنے نفس سے انصاف کرنا پسند فرمایا۔

۴۔ خداوندِ عالم کا ارشادِ گرامی ہے (اور اگر تمام زمین کے درخت قلم بن جائیں تب بھی

کلماتِ الٰہی کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ حقیقتِ امر یہی ہے اگر تمام دنیا کے درخت قلم اور تمام سمندر روشنائی بن جائیں اور تمام زمین سے چشمے بہنے لگیں تو کلماتِ الٰہی کے ختم ہونے سے قبل تمام چیزیں ختم ہو جائیں گی۔ (امامؑ نے ارشاد فرمایا) ہم ہی وہ اللہ کے کلمات ہیں جو ختم نہیں ہو سکتے جن کے فضائل شمار میں نہیں آسکتے البتہ جنت کھانے پینے اور عیش و عشرت کا مقام ہے جو کچھ نفس خواہش کرے گا اور آنکھیں لذت حاصل کریں گی سب موجود ہے تمام چیز اللہ نے اولادِ آدم کے لیئے مباح قرار دی ہیں اور جس درخت سے جناب آدم اور آپ کی زوجہ حوا) سے نہی فرمائی تھی اس کے ذریعہ حسد کے درخت سے کھانے کو روکا گیا تھا اور دونوں سے عہد لیا تھا انہوں نے فراموش کر دیا۔ یعنی حسد (کی نگاہ کی) اور اس کے ساتھ انہوں نے عزم وارادہ نہیں کیا تھا۔

۵۔ یعنی ان کے مذکر اور مونث (لڑکے اور لڑکیاں پیدا ہوتے ہیں) یہ ہر ایک کے لیئے کہا جا سکتا ہے جوز وجان سے مقترن ہوتے ہیں ان میں ہر ایک اپنے دوسرے کے لیئے زوج ہے۔

۶۔ جس عورت کی صرف ایک کی گواہی جائز ہے وہ قابلہ (یعنی دائی ہے) رضایت کے ساتھ اس کی گواہی تنہا جائز ہے اگر رضایت نہ ہو تو ضرورت کے وقت کم از کم دو عورتیں ایک مرد کی قائم مقام ہوں گی اس لیئے کہ مرد قابلہ (دایا) کا قائم مقام نہیں ہو سکتا اگر وہ ایک ہی ہو تو قسم کے ساتھ اس کا قول تسلیم کر لیا جائے گا۔

۷۔ خنثیٰ کے بارے میں امیر المومنین علی علیہ السلام کا ارشاد اس طرح ہے عادل افراد کا ایک گروہ اپنے ہاتھوں میں آئینہ لے کر کھڑا ہو گا اور سب کے پیچھے خنثیٰ کو کھڑا کیا جائیگا آئینہ میں اس کی شرمگاہ کو دیکھیں گے اس کے مطابق حکم کریں گے۔

۸۔ اگر کسی بھیڑ بکریوں کا گلہ بان کسی بھیڑ یا بکری کے ساتھ بدفعلی انجام دے پس اگر اس کو بعینہ جانتا ہو تو ذبح کر کے نذرِ آتش کر دے گا اگر بعینہ نہیں جانتا ہو تو ان کو دو حصہ میں تقسیم کرے گا اور دونوں کے درمیان قرعہ ڈالے گا مگر جس ایک حصہ پر قرعہ نکلے تو دوسے سے بری ہو گیا پھر نصف حصہ جس پر قرعہ نکلا ہے اس کے دو حصہ کرے گا اسی طرح (یکے بعد دیگرے) قرعہ کرتا

رہے گا یہاں تک کہ آخر میں دو بھیڑ یا بکریاں بچ جائیں پھر ان دونوں کے درمیان قرعہ کرے گا جس پر قرعہ نکلے اس کو ذبح کر کے جلا دے اور باقی تمام بھیڑوں سے نجات حاصل ہو جائے گی۔

۹۔ حضرت علیؑ نے جو ارشاد فرمایا کہ ابن صفیہ کے قاتل کو جہنم کی بشارت دے دو وہ آنحضرتؐ کا ارشاد گرامی ہے۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے نہروان کے روز خروج کیا تھا امیر المومنین نے اس کو بصرہ میں قتل نہیں کیا لیکن نہروان میں قتل کیا۔

جب یحییٰ ابن اکثم نے امامؑ کے تمام مذکورہ ارشادات پڑھے تو متوکل سے کہا ان مسائل کے بعد ضروری نہیں کہ اس شخص (امامؑ) سے مزید سوالات کیئے جائیں اس لیئے کہ مذکورہ جوابات میں کسی بھی قسم کا اشکال واعتراض وارد نہیں ہوتا۔

آپ کے ارشادات کا مجموعہ جبر وتفویض کے مسئلہ پر مفصل رسالہ موجود ہے جس کا پڑھنا نہایت ضروری ہے جس کی روایت تحف العقول صفحہ ۳۴۱ اور صدوق کی التواریخ صفحہ ۲۹۱ میں کی گئی ہے۔

امام علی نقی علیہ السلام کے ارشادات:

۱۔ جو انسان اللہ سے ڈرتا ہے لوگ اس سے ڈرتے ہیں جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے لوگ اس کی اطاعت کرتے ہیں جو خالق کی اطاعت کرے مخلوق کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کرتا۔

۲۔ جو خدا کے (عذاب) سے بے خوف ہو اس پر تکبر مسلط ہو جاتا ہے یہاں تک کہ خدا کا حکم اس پر نافذ ہو جاتا ہے۔

۳۔ جس کے پاس اس کے پروردگار کی جانب سے دلیل ہوتی ہے مصائب دنیا اس پر آسان ہو جاتے ہیں۔

۴۔ شاکر انسان اپنے شکر کے باعث خوش نصیب ہے نصیحت وہی حاصل کرتا ہے

جس نے شکر کیا اس لئے کہ نعمتیں پونچی ہیں اور شکر نعمت ہے۔

۵۔ صابر کے لیئے ایک مصیبت ہے اور بے صبرے کے لئے دو۔

۶۔ حسد سے ڈرو اس لیئے کہ وہ تمہارے درمیان جدائی پیدا کرتا ہے تمہارے دشمن کے درمیان نہیں۔

۷۔ نیکی انجام دینے والا اس نیکی سے بہتر ہے اور علم سے بڑھ کر اس پر عمل کرنے والا صاحبِ فضیلت ہے۔

۸۔ جب کسی زمانہ میں عدل وانصاف، ظلم و جور کی نسبت زیادہ ہو تو ایک کا دوسرے پر بدگمانی کرنا حرام ہے یہاں تک کہ اس کو علم حاصل ہو اور اگر ظلم و جور کا چلن عدل وانصاف سے زیادہ ہو تو اس وقت ایک انسان دوسرے سے خیر کی توقع نہ رکھے یہاں تک کہ اسے علم حاصل ہو۔

۹۔ امامؑ نے متوکل سے فرمایا جس سے تیرا دل صاف نہ ہو اس سے صفائی قلب کی توقع مت رکھو جس کے ساتھ تو نے دھوکا کیا ہو اس سے وفا کی امید مت رکھ جس پر بدگمانی کی اس سے نصیحت کی امید نہ رکھ اس لیئے کے دوسرے کا قلب بھی تیرے قلب کی مانند ہے۔

۱۰۔ ظالم اور بردبار انسان قریب ہے کہ اس کے حلم و بردباری کے سبب اس کا ظلم معاف ہو اور حق پر قائم بے وقوف انسان قریب ہے کہ اپنی حماقت کے سبب نورِ حق کو خاموش کردے۔

۱۱۔ جو تیرے ساتھ محبت اور (بہتر) رائے سے پیش آئے اس کی اطاعت کر۔

۱۲۔ جس پر اس کا نفس غالب آجائے شر سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

۱۳۔ دنیا ایسا بازار ہے جس میں ایک گروہ نے فائدہ حاصل کیا اور دوسروں نے نقصان اٹھایا۔

۱۴۔ جو اپنے نفس سے راضی ہو وہ اکثر ٹھوکر کھاتا ہے۔

۱۵۔ تمہاری امیدوں کا کم ہونا ثروت و دولت ہے اور جو تمہارے لیئے کفایت کرے وہ رضا ہے۔

۱۶۔ دنیا میں لوگ اپنے مال کے سبب جانے پہچانے جاتے ہیں اور آخرت میں عمل کے ذریعے پہچانے جائیں گے۔

۱۷۔ حسد نیکیوں کو ختم کر دیتا ہے خود پسندی حصول علم سے روک دیتی ہے۔ جہالت اور حقوق سے (یعنی محرومی) ذلت و رسوائی ہوتی ہے۔

۱۸۔ غلبہ تمام (رشتوں) کے قطع ہونے کا سرچشمہ ہے۔

۱۹۔ عتاب سنگینی کی کنجی ہے۔

۲۰۔ عتاب کینہ سے بہتر ہے۔

جو تمہارے ساتھ بردباری سے پیش آئے اس پر غضب کرنا ملامت ہے۔

شہادت امامؑ:

امامؑ نے متوکل اور معتمد جیسے ظالم بادشاہوں کا مقابلہ جس طرح فکری حکمت عملی سے کیا اس کے سبب ان کی حکومت کو خطرہ لاحق تھا چنانچہ انہوں نے آخری حیلہ یہ اختیار کیا کہ آپ کو زہر سے شہید کر دیا جائے جیسا کہ ابن بابویہ کی روایت میں وارد ہوا ہے امامؑ نے ۲۰ جمادی الثانی ۲۵۴ھ میں شہادت پائی۔ مسعودی نے اس طرح بیان کیا ہے (ابوالحسن علی الہادی ایک مرض میں مبتلا ہوئے اور اسی میں انتقال فرمایا اس وقت آپ کے فرزند تشریف لائے چنانچہ امامؑ نے نور و حکمت آپ کے سپرد کیئے میراث انبیاء کی آپ کو وصیت فرمائی۔ مسعودی بیان کرتا ہے (جب امامؑ کی وفات ہوئی اس وقت آپ گھر سے طالبین عباس اور آپ کے شیعوں سے بہت سے لوگ جمع ہوئے پھر صدر رواق کا دروازہ کھلا اور ایک سیاہ خادم نکلا اس کے بعد ابو محمد حسن العسکری سر و پا

برہنہ اور گریبان چاک برآمد ہوئے آپ کا چہرہ اپنے والد کی مانند تھا گھر میں متوکل کی اولاد تھی اور کچھ حکومت کے عہدے دار تھے آپ کو دیکھ کر سب کے سب کھڑے ہو گئے اور آپ سے معانقہ کیا حضرت کا جنازہ برآمد ہو آپ کے فرزند ابو محمد عسکری چلتے ہوئے شارع عام تک پہنچے اور اپنے والد کی نماز جنازہ پڑھائی حضرت کو آپ کے گھر ہی میں دفن کیا گیا۔ آپ کی وفات کے روز تمام شہر سامراء گریہ کررہا تھا۔

صواعق محرقہ میں اس طرح ہے (آپ کی وفات جمادی الآخر ۲۵۴ھ میں سامراء میں ہوئی آپ اپنے ہی گھر میں دفن کیئے گئے اس وقت آپ کی عمر ۴۰ سال تھی آپ کو مدینہ سے سامراء متوکل نے بلوایا تھا وفات تک آپ وہیں رہے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام:

حسن بن علی الھادی ابن محمد الجواد ابن علی بن موسیٰ الرضاؑ ۸ ربیع الثانی ۲۳۲ھ میں متولد ہوئے ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ میں زہر سے شہید کیے گئے۔ سمعانی بیان کرتا ہے۔ عسکری (یعنی لشکری) منسوب ہے عسکر سے جس کو معتصم نے بنایا تھا جب اس کی فوج زیادہ ہوگئی اور شہر بغداد لشکر کی کثرت سے تنگ ہوگیا لوگوں کو اذیت ہونے لگی اس وقت اس نے اس مقام کو فوجی چھاؤنی بنایا اور اس کا نام عسکر رکھا یہ واقعہ ۲۲۱ھ میں پیش آیا۔

مسعودی نے اثبات الوصیہ میں اس طرح بیان کیا۔ آپ اپنے والد کے ساتھ ساتھ عراق آئے اس وقت آپ کی عمر چار سال تھی۔ المناقب میں اس طرح ہے۔ حسن عسکریؑ آپ والد دادا اور اپنے زمانہ میں ابن رضاؑ کہلائے جاتے تھے حافظ عبدالعزیز بن الاخضر الجنانبذ بیان کرتے ہیں کہ آپ کا لقب عسکری ہے اور آپ کے القاب میں الصامت۔ الخالص بھی شمار کیا جاتا ہے۔

احمد بن عبداللہ بان خاقان کہتے ہیں (میں نے سامراء میں علویین میں حسن بن علی بن محمد بن الرضاؑ جیسا انسان نہ دیکھا نہ سنا اور تمام بنی ہاشم میں آپ جیسے بزرگ شریف پاک دامن

صاحب کرم کے بارے میں نہیں سنا آپ اپنے ہم سن لوگوں میں سب سے زیادہ باشرف ہیں اسی طرح میں نے آپ کے بارے میں بنی ہاشم کے صاحبان کتب۔ قضاۃ اور فقہاء کے بارے میں سوال کیا حضرت کو تمام کے نزدیک صاحب جلالت و بزرگی اور بلند مرتبہ پایا سب کے سب آپ کے بارے میں اچھا نظریہ رکھتے ہیں۔ تمام اہلبیت کے بزرگوں پر فوقیت دیتے ہیں میں نے کوئی ولی اور دشمن نہیں دیکھا مگر سب آپ کی نسبت اچھے کلمات بیان کرتے ہیں۔

ابو عبداللہ خاقان بیان کرتے ہیں (اگر بنی عباس کی خلافت ختم ہو جائے تو بنی ہاشم میں آپ (امام) سب سے زیادہ خلافت کے حقدار ہیں اس لئے کہ آپ اپنے فضل وشرف پاکدامنی بزرگی پاکیزگی نفس زہد و تقویٰ عبادت اور اچھے اخلاق کے باعث خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔

ابن حجر اپنی کتاب صواعق محرقہ صفحہ ۲۵ میں اس طرح بیان کرتے ہیں (ابو محمد حسن کو ابن خلکان نے عسکری قرار دیا ہے آپ ۲۳۲ھ میں متولد ہوئے آپ کو قید کیا گیا آپ نے سامراء میں وفات پائی آپ نے اپنے والد اور چچا سے روایتیں بیان کی ہیں عمر ۲۸ سال تھی کہا جاتا ہے کہ آپ کو زہر دیا گیا تھا)

شیخ مفید اس طرح بیان فرماتے ہیں ابی الحسن علی بن محمد علیہم السلام کے بعد آپ کے فرزند ابو محمد الحسن بن علی علیہم السلام امام ہوئے اس لئے کہ آپ کے اندر فضل وشرف موجود تھا جس کے سبب اپنے زمانہ کے تمام لوگوں پر مقدم تھے جو امامت کا موجب ہے۔ آپ کی ذات گرامی زعامت علم و زہد کمالِ عقل عصمت شجاعت کرم کا مجموعہ ہے جس کے سبب آپ رہبری کے حقدار اور اللہ کے مقرب ترین بندے ہیں۔

آپ کے والدِ بزرگوار نے آپ کی امامت وخلافت پر نص فرمائی۔ اسناد کے ساتھ متعدد نصوص وارد ہوئی ہیں کہ حضرت نے اپنے فرزند حسن عسکری کے متعلق وصیت فرمائی اور اپنے بعد امامت کا حکم فرمایا۔

صبحی (نظریہ الامامت ۹۴/) میں اس طرح بیان کرتا ہے امامت میں آپ کا دور اپنے

گذشتہ آئمہ کی مانند نہیں ہے آپ سے دین کے بارے میں اقوال بہت کم روایت کیے گئے ہیں شاید اس کا سبب آپ کی مدت امامت کا زمانہ مختصر ہونا ہے یا یہ کہ آپ نے اپنی زندگی کا زیادہ حصہ سامراء قید خانہ میں گزارا اس لیے عباسی بادشاہوں نے آپ پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا یہاں تک کہ اکثر اوقات آپ اپنے شیعوں سے بھی ملاقات نہیں کر سکتے۔ اس کالم میں امامؑ کے زمانہ امامت سے غفلت کی گئی ہے اور اس کا انحصار فقط علم کی جانب کیا گیا ہے باوجود یہ کہ حضرت علم وعمل دونوں کی رعایت فرماتے تھے وقت کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ آپ اجتماعی امور سے بھی واقف رہتے تھے اس طرح آپ کے علم نے عمل سے آپ کو بے خبر نہیں کیا چنانچہ ہمارے پاس آپ کی بہت زیادہ روایات موجود ہیں جو آپ کے صاحبان حاجات اور ضرورت مندوں کو ہدیہ دینے میں بیان کی گئیں ہیں اور انہیں حضرت اس طرح تحریر فرماتے تھے (اگر تمھیں کوئی حاجت ہو تو اس کے بیان کرنے سے شرم وحیا نہ کرنا اس کو طلب کرنا اس لئے کہ جو تمھیں محبوب ہو اس میں اختیار ہے)

ایک مرتبہ فلسفی ابو یعقوب کندی نے تناقص الاقرآن (یعنی قرآن میں بعض آیات ایسی ہیں جن سے ایک آیت دوسری آیت کی نفی کرتی ہے۔) کے موضوع پر ایک لکھنا شروع کی حضرت نے اس کے شاگردوں ہی میں سے ایک کو اس کے پاس بھیجا کہ وہ کندی سے اس طرح سوال کرے (کیا یہ ممکن ہے کہ قرآن کا متکلم (یعنی خدا) تجھ سے یہ کہے کہ جو تو نے میرے قرآن کے معنی کے متعلق گمان کیا ہے میری مراد وہ نہیں ہے وہ تجھ سے کہے گا ایسا ممکن ہے اس لئے کہ کندی بافہم انسان ہے جب وہ یہ کہے تو تم کہنا ہو سکتا ہے کہ اس نے وہی دوسرے معنی مراد لئے ہوں اس طرح تم اس کے معنی غلط سمجھے اور تمہارا یہ کتاب لکھنا بے فائدہ ہے جب کندی نے یہ سنا تو کتاب تناقض القرآن لکھنے سے باز آیا۔

جب آپ کو قید کیا گیا اس وقت بھی آپ کی سیرت نمونہ ہے الوہاب جعفری بیان کرتا ہے امام حسن عسکریؑ زندان میں بھی روزہ رکھتے تھے۔ تاریخ میں اس طرح وارد ہوا ہے ایک مرتبہ سامراء میں شدید قحط پڑ گیا خلیفہ معتمد بن متوکل نے مسلمانوں کو تین روز تک صحرا میں جا کر نماز

استسقاء پڑھنے کا حکم دیا مسلمان تین دن تک صحرا میں جا کر نماز ادا کرتے رہے بارش نہیں ہوئی اس کے بعد نصاریٰ اپنے راہب کے ساتھ نکلا جیسے ہی راہب نے آسمان کی جانب ہاتھ بڑھایا پانی خوب برسا اسی طرح دوسرے روز بھی بارش ہوئی جاہلوں نے اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کیا خبر خلیفہ تک پہنچی بادشاہ نے امام حسن عسکریؑ کو بلایا اور کہا "اپنے جد کی امت کی مدد کیجئے قبل اس کے کہ سب کے سب ہلاک ہو جائیں امام نے ارشاد فرمایا کل سب لوگ صحرا میں آجائیں انشاءاللہ میں شک دور کردوں گا دوسرے دن پھر سے لوگ بارش کے لئے صحرا میں آئے راہب نے جیسے ہی آسمان کی جانب ہاتھوں کو بلند کیا آسمان پر بادل ظاہر ہوئے امامؑ نے راہب کے ہاتھوں میں موجود چیز کو لینے کا حکم دیا دیکھا تو اس کے ہاتھوں میں انسانی ہڈی تھی جو لے لی گئی امامؑ نے راہب سے فرمایا اب بارش برساؤ چنانچہ آیا ہوا ابر واپس چلا گیا اور آفتاب ظاہر ہو گیا تمام لوگوں کو اس امر سے تعجب ہوا خلیفہ نے امامؑ سے کہا اے ابا محمد یہ کیا ہے؟ امام نے فرمایا یہ کسی نبی کی ہڈی ہے جو راہب کو کسی قبر سے مل گئی ہے جب بھی نبی کی ہڈی زیرِ آسمان ظاہر کی جائے گی بارش ہوگی چنانچہ اس کا امتحان کر کے دیکھ سکتے ہوا ایسا ہی ہوا۔ جیسا امامؑ نے ارشاد فرمایا تھا۔ اس طرح تمام لوگوں کا شبہ زائل ہو گیا۔

مستعین نے امامؑ کو قتل کرنے کیلئے سعید حاجب کو حکم دیا کہ وہ آپ کو کوفہ کے راستہ میں شہید کردے آپ کے شیعوں کے درمیان یہ خبر عام ہوئی چنانچہ (وہ اپنی شرارت سے باز آیا) یہ واقعہ ابی الحسنؑ کے گذرنے کے پانچ سال سے کم عرصہ کے درمیان پیش آیا۔ عباسی رقابت اور دشمنی کے باوجود دشمنوں نے بھی آپ سے بہت زیادہ روایات بیان کیں ہیں۔ انساب سمعانی میں اس طرح وارد ہوا ہے (ابو محمد احمد بن طوسی بلاذری نے مکہ مکرمہ میں محمد حسن بن علی محمد بن علی بن موسیٰ الرضاؑ سے کتاب لکھی۔ خیری نے اپنی کتاب (مکاتبات الرجال عن العسکریین) میں امام حسن عسکریؑ کے رسالے جمع کیے ہیں۔

تفسیر العسکری:

بحار میں وارد ہوا ہے (تفسیر العسکری آپ کی مشہور کتابوں میں ہے جس پر شیخ صدوق نے اعتماد کیا ہے اور اس سے حاصل کیا ہے۔ اس کی روایت صدوق نے محمد بن القاسم مفسر استرار خطیب ابی یعقوب محمد بن زیاد اور ابی الحسن علی بن محمد سیار کے واسطے سے نقل کی۔

ابن شہر آشوب بیان کرتے ہیں (۲۵۵ھ میں حسن عسکریؑ سے ایک رسالہ صادر ہوا جو حلال اور حرام کے اکثر مسائل پر مشتمل ہے سب سے پہلے اس کی خبر ہمیں علی بن موسیٰ نے دی۔

حضرت عسکریؑ کے ارشادات:

۱۔ مزاح مت کرو (لوگوں کو) تم پر جرأت ہو جائے گی۔

۲۔ غیر متعجب امر پر ہنسنا جہالت ہے۔

۳۔ بہت کم لوگ کینہ سے محفوظ رہتے ہیں۔

۴۔ جو شخص شبہ کے وقت توقف کرے سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔

۵۔ جو شخص خیر بوتا ہے رشک حاصل کرتا ہے۔ (یعنی لوگ اس پر رشک کرتے ہیں)

۶۔ جو شخص شر بوتا ہے ندامت حاصل کرتا ہے۔

۷۔ کسی عزت دار نے حق ترک نہیں کیا مگر ذلیل ہوا اور کسی ذلیل نے اسے نہیں اختیار کیا مگر اس کو عزت ملی۔

۸۔ دو خوبیاں ایسی ہیں جن سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں (۱) خداوند عالم پر ایمان لانا اور (۲) اپنے بھائیوں کو فائدہ پہنچانا۔

۹۔ کسی فرزند کا اپنے والد پر بچپنے میں جری ہونا۔ اس کے بڑے ہو جانے کے بعد عاق ہونے کا سبب بنتا ہے۔

۱۰۔ جاہل کی ریاضت اور عادی انسان کو اس کی عادت سے پلٹانا معجزہ ہے۔

۱۱۔ تواضع ایسی نعمت ہے جس پر حسد نہیں کیا جاتا۔

۱۲۔ کسی انسان کا احترام اس طرح نہ کرو جو اس پر شاق ہو۔

۱۳۔ مومن کے لیے اس امر سے بڑھ کر کوئی قبیح امر نہیں کہ وہ خواہش کرے اور اس کو کوئی ذلیل کرے۔

۱۴۔ ہر کسی انسان سے ڈرو جو سکوت اختیار کیے ہو۔

۱۵۔ دشمنی کے اعتبار سے ضعیف ترین وہ شخص ہے جو اپنوں سے عداوت کا اظہار کرے۔

۱۶۔ حسن صورت ظاہری جمال ہے اور حسن فعل باطنی جمال ہے۔

۱۷۔ جو لوگوں کے روبرو نہیں ڈرتا وہ خدا سے بھی نہیں ڈرتا۔

۱۸۔ جو زیادہ سوتا ہے (زیادہ) خواب دیکھتا ہے۔

۱۹۔ خیانت کو گھر کی مانند قرار دیا ہے جس کی چابی جھوٹ ہے۔

۲۰۔ جس کی سیرت تقوٰی اور فضیلت زینت ہو ایسا انسان اپنی اچھی تعریف کے سبب دشمنوں پر کامیابی حاصل کرتا ہے۔

۲۱۔ نعمت نہیں پہچانی جاتی مگر شکر کے ذریعہ۔

۲۲۔ جس نے اپنے بھائی کو پوشیدہ طور پر نصیحت کی اس نے زینت بخشی اور جس نے اعلانیہ طور پر نصیحت کی اس کو رسوا کیا۔

۲۳۔ جس نے غیر مستحق کی مدح کی اس نے متہم کا کام انجام دیا۔ احمق کا دل اس کے منہ میں ہوتا ہے اور حکیم کا منہ اس کے قلب میں۔

۲۴۔ مطالب کے حصول میں الحاح وزاری رونق ختم کر دیتی ہے دشواری بدبختی کا باعث بنتی ہے۔

۲۵۔ بلاشبہ سخاوت کی ایک مقدار اور حد ہے اگر حد سے زیادہ کی گئی تو اسراف

وفضول خرچی ہوگی کفایت شعاری کی بھی ایک حد ہے اگر حد سے زیادہ کی گئی تو بخل ہوگا اس طرح شجاعت کی بھی حد معین ہے اگر اس سے زیادہ کا مظاہرہ کیا گیا تو تہور ہوگا۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت:

شیخ مفید فرماتے ہیں (امام حسن عسکریؑ اول ماہ ربیع الاول میں تولد ہوئے اور اسی ماہ کی ۸ تاریخ کو آپ کی شہادت ہوئی۔

کافی میں احمد بن عبداللہ بن خاقان بادشاہ کے عامل سے مفصل روایت بیان کی گئی ہے۔ اس نے کہا کہ ۲۶۸ھ میں امام کی وفات کی خبر بیان کی گئی۔ وہ بیان کرتا ہے (کہ خلیفہ اور اس کے دوستوں کے سامنے امام حسن عسکریؑ کی خبر وفات بیان کی گئی اس کو ذرا بھی تعجب نہیں ہوا میں گمان نہیں کر سکتا تھا کہ ایسا بھی ممکن ہے (یعنی خلیفہ کو ذرہ برابر بھی حضرتؑ کی وفات کا رنج وغم نہیں ہوگا۔) ہوا یوں کہ جب حسن عسکریؑ مریض ہوئے اس وقت خلیفہ نے میرے والد کے پاس قاصد بھیجا کہ حسن عسکریؑ مریض ہیں میرے والد اس وقت دربار خلافت میں گئے اور فوراً ہی خلیفہ کے خادموں کی ایک جماعت کے ساتھ واپس ہوئے جو تمام خلیفہ کے آدمی تھے اور اس کے معتمد تھے انہیں حکم دیا کہ امام حسن عسکریؑ کے گھر ہی میں رہیں اور کچھ طبیبوں کو بھی بلا بھیجا۔ انہیں صبح و شام آتے رہنے کا حکم دیا دو یا تین روز کے بعد خلیفہ کو خبر دی گئی کہ حضرت حسن عسکریؑ بہت کمزور ہو گئے ہیں صبح سویرے ہی خلیفہ آیا اور اس نے طبیبوں کو وہیں رہنے کا حکم دیا اور قاضی القضاۃ کے پاس قاصد روانہ کیا کہ دس ایسے افراد جو اپنے دین اور پرہیزگاری و امانتداری میں قابل اعتماد ہوں کو امام حسن عسکریؑ کے مکان پر روانہ کر دے تاکہ وہ رات دن وہیں رہیں تمام لوگوں کا قیام اسی طرح حسن عسکریؑ کے مکان میں رہا یہاں تک کہ حضرت نے وفات پائی جب آپ کی خبر وفات اہل سامراء کو معلوم ہوئی تمام سامراء میں ایک گریہ کی آواز بلند ہوئی "فرزند امام رضاؑ نے

انتقال کیا بازار بند کر دیے گئے بنی ہاشم، فوجی حکام، قضاۃ اور باقی عام لوگوں نے آپ کے جنازہ میں شرکت کی اس روز سامراء میں قیامت کا منظر تھا تمام کاموں سے فراغت کے بعد خلیفہ نے ابو عیسیٰ بن متوکل کے پاس پیغام بھیجا کہ امامؑ کی نمازِ جنازہ پڑھائے جب نماز کے لیئے جنازہ رکھا گیا اس وقت ابو عیسیٰ جنازہ کے قریب آیا اور امامؑ کے چہرے سے کفن ہٹاتے ہوئے بنی ہاشم میں علویین اور عباسیوں، فوجی حکام اور قاضی القضاۃ سے متوجہ ہوتے ہوئے کہنے لگا۔

حسن بن علی بن محمد بن الرضا علیھم السلام نے اپنے فرش پر انتقال کیا خلیفہ کے فلاں فلاں خدام اور فلاں فلاں اطباء انتقال کے وقت موجود تھے پھر آپ کے چہرے کو کفن سے ڈھانپ دیا۔ نمازِ جنازہ پڑھی جس میں پانچ تکبیریں کہیں اور آپ کو اپنے اس گھر میں دفن کر دیا گیا جس میں آپ کے والد کو دفن کیا گیا تھا۔

شیخ صدوق بیان فرماتے ہیں (آپ نے اپنے انتقال کی شب میں بہت سے خطوط مدینہ کے لیئے تحریر فرمائے اس وقت آپ کے نزدیک آپ کی کنیز "صیقل" کے علاوہ کوئی موجود نہیں تھا۔ حضرتؑ نے نمازِ صبح اپنے بستر ہی پر پڑھی آپ نے پانی کا برتن ہاتھ میں لیا تاکہ پئیں اس وقت آپ کے ہاتھوں میں رعشہ تھا ہاتھ کی حرکت کے سبب برتن آپ کے دانتوں سے ٹکرایا پھر آپ کا انتقال ہو گیا اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ آپ کو معتمد نے زہر دیا تھا اسی کے سبب آپ کی شہادت ہوئی۔

امام مہدی علیہ السلام:

حضرت حجت العصر محمد بن حسن عسکریؑ ۱۵/شعبان ۲۵۵ھ شب جمعہ متولد ہوئے ابن حجر صواعق محرقہ میں اس طرح بیان کرتے ہیں آپ کے والد (امام حسن عسکریؑ) کی وفات کے وقت آپ کی عمر شریف پانچ برس تھی لیکن خداوندِ عالم نے اس وقت سے آپ کو اپنا کلمہ (یعنی عہدہ امامت سے سرفراز فرما دیا تھا اور القائم المنتظر آپ کا نام قرار دیا کہا جاتا ہے کہ آپ سامراء میں

پوشیدہ ہوگئے اور غائب ہوگئے نہیں معلوم کہاں گئے اور رافضیوں کا قول ہے کہ آپ مہدیؑ ہیں)۔

(مذکورہ اعتقاد) کی سند نص صحیح ہے (اور کم از کم عقیدہ کے نظریہ کے اعتبار سے آپ کی زندگی کے متعلق عقیدہ رکھنا درحقیقت خداوندِ عالم کی قدرت وطاقت پر ایمان ویقین رکھنا ہے جو ہر چیز پر قادر ہے اور اس بارے میں بہت زیادہ نصوص وارد ہوئیں ہیں۔

حضرت کلینی کی روایت جس کی ایک جماعت سے روایت کی گئی ہے جن میں محمد بن عثمان عمری ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ ہم امام حسن عسکریؑ کے گھر میں چالیس افراد تھے کہ آپ ہمارے سامنے اپنے فرزند کو لائے ارشاد فرمایا میرے بعد یہ تمہارے امام اور میری جانب سے خلیفہ ہیں۔ میرے بعد اپنے دین میں انہی کی اطاعت کرنا اور باہم اختلاف نہ کرنا کہ ہلاک ہوجاؤ گے لیکن آج کے بعد انہیں نہیں دیکھو گے ابھی چند روز ہی گذرے تھے کہ امام حسن عسکریؑ نے وفات پائی۔

سید امین نے اپنی کتاب اعیان الشیعہ (۴۶۸/۴) میں شہر کے لوگوں کی ایک جماعت کا تذکرہ کیا ہے جنھوں نے غیبت کے زمانے میں حضرت حجتؑ کو دیکھا۔

لیکن جن لوگوں نے بھی حضرت حجتؑ کو دیکھا انہیں آپ کے نظروں سے پوشیدہ ہونے کے بعد ہی معلوم ہوا کہ (انہوں نے حضرت حجتؑ کو دیکھا ہے) ایسے لوگوں کے حالات یزدی الحائری نے اپنی کتاب "الزام الناصب" اور نوری نے اپنی کتاب جنت الماویٰ میں اور ان کے علاوہ دوسروں نے دیگر مقامات پر تحریر کئے ہیں لیکن مخالفین (مذہب شیعہ کے مخالفین) اس امر سے انکار کرتے ہیں اور ناممکنات سے سمجھتے ہیں حالانکہ اس کی مثالیں قرآن حکیم میں موجود ہیں۔

حضرت نوح کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔ (پس حضرت نوح اپنی قوم کے درمیان پچاس سال کم ایک ہزار سال رہے۔) اصحاب کہف کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے (اور یہ لوگ (اصحاب کہف) اپنے غار میں تین سو سال رہے اور اس پر ۹ دن کا اضافہ بھی ہوگیا۔

امام مہدیؑ کی صورت حال حضرت عیسیٰؑ سے زیادہ نہیں ہے جن کے بارے میں خداوندِ عالم سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۵۷ میں ارشاد فرماتا ہے" حالانکہ انہوں نے نہ تو ان (حضرت عیسیٰؑ)

کو قتل کیا ہے نہ ہی سولی دی ہے بلکہ دوسرے کو ان کی شبیہ بنا دیا گیا تھا"۔

اسی طرح حضرتِ خضر و حضرتِ الیاس انبیاء کی مثالیں موجود ہیں آپ اُس (اللہ) کی قدرت سے آج تک زندہ ہیں جو چیزوں کو عدم کے حجاب سے وجود کا لباس عطا کرتا ہے۔ قابلِ تعجب اور افسوسناک امر یہ ہے کہ تعصب کے سبب صاحبِ بصیرت و بصار بھی اندھا ہو جاتا ہے دیکھئے ابن حجر صواعق المحرقہ صفحہ ۱۶۶ میں بیان کرتے ہیں کہ (شریعت مطہرہ میں طے شدہ امر ہے کہ بچے کی ولایت درست نہیں ہے پس ان تمام احمقوں اور نادانوں نے کس طرح پانچ سال کے بچے کی امامت کا گمان کر لیا کہ ان کو بچپنے ہی میں امامت دے دی گئی) حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اس قدر شدید تنقید کی جاتی ہے اور بہتان لگایا جاتا ہے اور ارشادِ خداوندی سے غفلت کی جاتی ہے سورہ مریم کی بارہویں آیت میں ارشاد ہوا "اور ہم نے (حضرت یحییٰ) کو بچپنے ہی میں نبوت عطا کر دی"۔ ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اسلام میں امام مہدیؑ کی اہمیت کی جانب اشارہ کریں۔

مہدی اور مسیح ایک ہی معنی کے دو لفظ ہیں مسیح اسمِ مفعول ہے یعنی جس کو ہدایت کے لئے چن لیا گیا ہو اور مہدی بھی اسمِ مفعول ہے مہدی یعنی ہدایت پایا ہوا میں گمان نہیں کرتا کہ نسلاً بعد نسلاً کوئی لفظ مہدی کی طرح استعمال ہوا ہو آنحضرتؐ سے اصابہ ۱۳/ اور اسد الغابہ میں (۴۔۳۱) روایت کی گئی ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا "تم لوگ علیؑ کو امیر تسلیم کرنا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایسا کرو گے نہیں۔ اگر تم ان کو امیر تسلیم کرو گے تم انہیں ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے"۔

توابین کی جماعت کے قائد سلیمان بن صرد نے امام حسینؑ کا نعرہ فرزندِ مہدی کہہ کر لگایا اور مختار ثقفی نے جناب حنیفہ کو مہدی کہا اور عمر بن عبد العزیز نے امام جعفر صادقؑ کو مہدی کہا اور امام جعفر صادقؑ نے ارشاد فرمایا ہم سب کے سب (اہلبیت) مہدی ہیں ہم حق کی جانب ہدایت کرتے ہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ امام مہدیؑ کا عقیدہ شیعوں اور مسلمانوں میں غیر شیعہ (عام مسلمانوں) سے مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو بہت سے ادیان میں مشہور ہے

چنانچہ انبیاء بنی اسرائیل نے بھی خداوندِ عالم کی جانب سے ایک ایسے آزاد بندے کی بشارت دی ہے جس کو خداوندِ عالم انسانوں کو ظلم واستبداد سے نجات دلانے کے لیئے بھیجے گا۔

مولف نے امامت کی اس طرح وضاحت کی (حضرت مہدیؑ پر عقیدہ صرف دوازدہ امامی شیعوں کا ہی نہیں ہے بلکہ عام مسلمان بھی شریک ہیں اور قرآن کی نص موجود ہے اور شک کرنے والوں کے لئے شک کی گنجائش نہیں چھوڑی ہے بلکہ مسلمانوں کے علاوہ دیگر صاحبان بھی اس عقیدہ میں شریک ہیں عیسائی حضرت عیسیٰ کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ آسمان میں زندہ ہیں اور یہودی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت الیاس نے لوگوں کو تورات کی جانب دعوت دی پھر پانچ سو سال تک غائب رہے پھر ظاہر ہوئے اور ابھی تک زندہ ہیں اور آپ کی عمر تین ہزار سال سے بھی زیادہ ہو چکی ہے۔

اس مقام پر ہمیں تعجب ہوتا ہے احمد امین مصری پر جن کا خیال یہ ہے کہ مھدویہ کا عقیدہ یہودیوں سے ہے اور کہتے ہیں کہ یہ لفظ قرآن حکیم میں وارد نہیں ہوا ہے ضحیٰ الاسلام ۳/۲۳۵) حالانکہ مادہ ہدایت قرآن حکیم میں بکثرت وارد ہوا ہے۔

یہ بات صحیح ہے کہ لفظ (المہدی) قرآن میں نہیں آیا ہے سوال یہ ہے کہ کیا احمد امین کی فہم اس درجہ کو پہنچ گئی ہے کہ کس چیز پر ایمان نہیں لایا جا سکتا مگر یہ کہ اس لفظ کے ساتھ قرآن میں وارد ہو نہ جانے کتنے مفاہیم ہیں جن میں قرآن کی تعبیر ہمارے زمانہ کی تعبیر سے مختلف ہے اور یقیناً آپ جان چکے ہیں کہ مھدویہ اور اصلاح ایک ہی معنی میں ہیں اور اصلاح کا مادہ قرآن میں کس قدر وارد ہوا ہے

البتہ مھدویہ کا عقیدہ نص قرآنی سے نہیں بلکہ سنت مطہرہ سے ہے کیا جو چیز قرآن میں نہیں ہو اور سنت میں موجود ہو کیا اس کا انکار صرف اس لئے کیا جاتا ہے کہ وہ قرآن میں نہیں ہے اگر چہ آنحضرتؐ کی صحیح روایت میں ہی کیوں نہ ہو زیدیہ عقیدہ رکھتے ہیں مھدویہ اور امامت ایک ہی چیز ہے امام ہی مھدی ہے امام قاضی ہے شجاع ہے عالم وزاہد ہے جو تلوار کے ساتھ خروج کریں گے

لوگوں کو حق کی جانب دعوت دیں گے تاریخ میں مھدویہ کے واقعات موجود ہیں جو مھدویہ کے عقیدے کے لئے سند ہیں یہ سلسلہ سنت نبوی سے مربوط ہے۔

امام مہدی علیہ السلام روایات کی روشنی میں

گذشتہ بیان کی روشنی میں ہم نے جان لیا کہ اصلاح کنندہ مہدی کے عقیدہ کا سرچشمہ سنت مطہرہ مین وارد ہوا ہے۔جس کی روایت آنحضرتؐ اور آپ کے اہلبیتؑ سے کی گئی ہے لہذا آپ اس عقیدے کو دونوں گروہ اہلسنت واہل تشیع کے درمیان (برابر) پائیں گے لہذا ہم اس موضوع پر لکھی گئی بعض کتب جن میں اس طرح کی روایات موجود ہیں کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں تاکہ تفصیل کے طالب ان کی جانب رجوع کرسکیں۔

علماء اہلسنت نے امام مہدی کے اثبات پر حسب ذیل کتب تحریر کیں۔

گنجی کی کتاب	۔	البیان فی اخبار صاحب الزمانؑ
سیوطی کی کتاب	۔	العرف الوردی فی اخبار المھدی
ابن حجر عسقلانی کی کتاب	۔	القول المختصر فی علامات المھدی المنتظرؑ
یوسف بن علی دمشقی کی کتاب	۔	عقد الدرر فی اخبار المنتظر

اور ابن عربی نے اپنی کتاب الفتوحات المکیہ میں ۳۔۲۶۵ پر اس طرح تحریر کیا ہے (جاننا چاہیئے کہ مہدیؑ کا خروج (ظہور) لازمی ہے لیکن یہ خروج اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک کہ زمین ظلم وجور سے پُر ہوجائے گی پھر آپ اس کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے اگر دنیا یہاں تک کہ آپ حکومت فرمائیں گے۔ جو رسولؐ اللہ کی عترت حضرت فاطمہ علیہ السلام کی اولاد سے ہوں گے۔آپ کے جد حسین ابن علی بن ابی طالبؑ اور والد حسن عسکریؑ ابن الامام النقیؑ آپ کا اسم گرامی آنحضرتؐ کے اسم گرامی پر ہے رکن اور مقام کے درمیان مسلمان آپ کی بیعت کریں گے آپ شکل وصورت میں آنحضرتؐ کے مشابہ ہوں گے۔

ابن حجر نے صواعق محرقہ ۱۶۷ میں اس طرح بیان کیا ہے (جس کی روایت مسلم وداؤداور نسائی وابن ماجہ اور بیہقی اور دیگر افراد نے کی ہے اس طرح ہے (آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا) مہدی میری عترت سے اولادِ فاطمہؑ سے ہوں گے۔ احمد وابوداؤداور ترمذی اور ابن ماجہ نے اس طرح روایت کی ہے۔ (اگر اس دنیا کے تمام ہونے میں صرف ایک دن باقی رہے گا یقیناً خداوند عالم اس میں میری عترت سے ایک مرد کو بھیجے گا اور ایک روایت میں ہے میرے اہلبیت سے مرد کو بھیجے گا جو اس زمین کو عدل وانصاف سے بھردے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی)

ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے (دنیا ختم نہیں ہوگی یہاں تک کہ میرے اہلبیتؑ سے ایک مرد اس دنیا کا اقتدار سنبھالے گا جس کا نام میرے نام پر ہوگا اور الھامش صفحہ ۱۶۳ پر اس طرح تحریر ہے (مہدیؑ کے بارے میں احادیث بکثرت اور متواتر ہیں جن کو بہت سے حفاظ نے جمع کیا ہے جن میں ابونعیم کی ذکر کی ہوئیں روایات کو سیوطی نے اپنی کتاب العرف الوردی فی اخبار المہدیؑ میں جمع کیا ہے اور اضافہ کے ساتھ بیان کیا ہے اسی طرح ابن حجر کی مختصر کتاب "علامۃ المہدی المہدی المنتظر" ہے۔ اضافہ کرتے ہوئے جن کو علماء نے اپنی کتب میں سنتِ نبویہ میں استدلال کے طور پر ذکر کیا ہے۔

حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی صاحب الحلیہ کی کتاب ہے جس کا نام (ذکر بعث المہدیؑ) ہے جس میں حضرت کے بارے میں روایات بیان کی ہیں اور سنن ابی داؤد میں (کتاب المہدی) اور ترمذی میں "ابواب الفتن" اور ابن ماجہ میں باب خروج المہدیؑ۔

نصوصِ احادیث بکثرت ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مہدیؑ اہلبیتؑ سے امام حسینؑ کے فرزند اور اولادِ فاطمہ زہراؑ سے ہیں سید محسن الامین نے ان علماء کی نیک نیتی بھی تحریر کی ہے جو مہدیؑ کے وجود کے قائل ہیں۔

۱۔ ابوسالم کمال الدین محمد بن طلحہ بن محمد شافعی نے مطالب السئول میں تحریر کی۔

۲۔ ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن محمد الکنجی نے البیان میں ذکر کیا ہے۔

۳۔ نورالدین علی بن محمد بن صباغ مالکی نے فصول المہمہ میں

۴۔ شمس الدین ابوالمظفر یوسف قزغلی سبط ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص میں تحریر کیا ہے۔

۵۔ شیخ محی الدین ابوعبداللہ محمد بن العربی نے فتوحات مکیہ میں صفحہ ۳۲۲ پر تحریر کی ہے۔

۶۔ نورالدین عبدالرحمن الجامی نے شواہد النبوۃ میں۔

۷۔ شیخ عبدالوہاب بن احمد شعرانی مصری نے اپنی مشہور کتاب (الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر) میں۔

۸۔ سعید جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ محدث نے اپنی کتاب روضۃ الاحباب میں۔

۹۔ حافظ محمد بن محمد بخاری جو خادم پارسا حنفی کے نام سے مشہور ہیں نے فصل الخطاب میں۔

۱۰۔ مشائخ صوفیہ عبدالرحمن نے مرأۃ الاسرار میں

۱۱۔ ابومحمد احمد بن ابراہیم بلاذری نے الحدیث المسلسل میں۔

۱۲۔ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن خشاب نے اپنی کتاب "تواریخ موالید الآئمہ میں تحریر کیا ہے اور اس مولف کتاب کا نظریہ امامت کے بارے میں وافی وکافی کلام موجود ہے جس پر ہم یہاں اکتفا کررہے ہیں (مہدیؑ پر عقیدہ رکھنے میں اہلِ تشیع اور سنی حضرات مشترک ہیں ابن تیمیہ اس حدیث کی صحت کا عقیدہ رکھتے ہیں جس کی روایت ابن عمر نے کی (آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا آخر زمانہ میں میری اولاد سے ایک مرد خروج کرے گا جس کا نام میرے نام پر اور کنیت میری کنیت پر ہوگی زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی اور (مرد) مہدی ہیں اور آنحضرتؐ ارشاد گرامی ہے "مہدیؑ میری عترت سے اولاد فاطمہؑ سے ہی ہوں گے۔ اس طرح ابن تیمیہ کا نظریہ ہے کہ مہدیؑ کی احادیث صحیح ہیں جن کی سند مسند اور صحیح

ترمذی اور ابنِ داؤد ہے۔

شیعی روایات:

اسی طرح شیعہ طریقوں سے بکثرت احادیث کی روایت کی گئی ہے اگرچہ اہلسنت کی کتب پر مشتمل احادیث کی نسبت کم ہیں اور (حضرت مہدیؑ) کا عقیدہ شیعہ تاریخ میں قدیم زمانہ سے موجود ہے یہاں تک شاعرِ اہلبیتؑ دعبل خزاعی کی زبان پر جاری ہوا جس کا ترجمہ ہے (امام مہدیؑ کے ظہور کے سبب) آج اور نہیں تو کل دل کی حسرتیں پوری ہوں گی۔ امام مہدیؑ کا ظہور حتمی اور یقینی ہے جو خدا کے نام اور برکتوں کے ذریعہ ظہور فرمائیں گے (ہمارے درمیان حق و باطل کو نمایاں فرمائیں گے بد اعمال لوگوں کو ان کی بدی کی سزا اور اچھے اعمال کرنے والوں کو بہترین جزا دیں گے۔

علامہ طبرسی اعلام الوریٰ میں اس طرح بیان کرتے ہیں (غیبت کی خبریں زمانہ حجتؑ کے پہلے سے موجود ہیں بلکہ آپ کے والدِ ماجد اور جد کے پہلے سے موجود ہیں یہاں تک کہ کیسانیہ (گروہ نے ان احادیث کو حنفیہ کی امامت سے متعلق کیا اور ناؤ دبستہ وغیرہ نے امام جعفر صادقؑ اور امام کاظمؑ سے متعلق کیا اور شیعہ محدثین نے ان روایات کو اپنے اور آنحضرتؐ کے بعد سے یکے بعد دیگرے آئمہ سے اپنے اصول میں ذکر کیا جن کو امام باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کے زمانہ میں جمع کیا گیا اس طرح صاحب الزمانؑ کی امامت کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ آپ کے وجود اور غیبت کے بارے میں ادلہ موجود ہیں۔ جن حضرات نے غیبت سے متعلق احادیث بیان کیں ان میں نعمانی ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم و صدوق محمد بن علی بن بابویہ نے کمال الدین میں اور شیخ طوسی نے جن میں بعض احادیث آپ کی خدمت میں بیان کررہے ہیں۔

شیخ صدوقؒ نے جابرؓ کے واسطے سے آنحضرتؐ سے آئمہ علیھم السلام کے بارے میں سوال کیا آنحضرتؐ نے ایک ایک کر کے آئمہ کے اسماء کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا پھر اللہ کے

بندوں پر اس کی زمین میں حجتِ خدا ہوگا جس کا نام میرا نام اور کنیت میری کنیت ہوگی جو حسن (عسکریؑ) بن علیؑ کے فرزند ہیں جنہیں خداوندِ تعالیٰ اپنی ذکر کی زمین کے شرق و غرب پر فتح عنایت کرے گا جو اپنے شیعوں اور دوسروں سے پوشیدہ ہوں گے آپ کی امامت پر کوئی ثابت قدم نہ رہ سکے گا مگر وہی جس کے قلب کا اللہ نے امتحان کر لیا ہو۔

جابرؓ نے عرض کی یا رسول اللہؐ کیا شیعہ ان کی (حضرت حجتؑ) غیبت سے فائدہ حاصل کریں گے حضرت نے ارشاد فرمایا (یقیناً اس ذات کی قسم جس نے مجھے نبوت سے سرفراز فرمایا شیعہ آپ کی غیبت سے اس طرح بہرہ مند ہوں گے اور آپ کے نورِ ولایت سے نور حاصل کریں گے جس طرح لوگ آفتاب سے کسبِ فیض کرتے ہیں جبکہ وہ ابر میں ہوتا ہے۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا مہدیؑ میری اولاد سے ہوں گے ان کا اسم میرے اسم پر کنیت میری کنیت پر ہوگی صورت و سیرت میں تمام لوگوں کی نسبت سب سے زیادہ مجھ سے مشابہ ہوں گے ان کے لیئے غیبت ہوگی یعنی حیرت میں مبتلا کرنے والے حالات ہوں گے جن میں امت گمراہ ہوگی۔

غیبت نعمانی میں آنحضرتؐ سے اس طرح روایت کی گئی آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا بلاشبہ قائمؑ آخری زمانہ میں ظہور کریں گے بس زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی وہ ہماری ذریت (فاطمہؑ) میں حسینؑ کا فرزند ہوگا۔

علی بن ابی طالبؑ سے اس طرح روایت کی گئی حضرت نے امام حسینؑ سے ارشاد فرمایا اے حسینؑ تمہاری اولاد سے نواں فرزند قائم حق پر ہوں گے جو دین کو عدل کے ذریعہ ظاہر فرمائیں گے۔

امام حسن علیہ السلام سے روایت کی گئی حضرت نے ارشاد فرمایا ہم میں سے ہر ایک کی گردن میں اپنے اپنے زمانہ کے ظالم کی بیعت کا (پھندا) ہوگا (یعنی ہر ایک معصوم کے زمانہ میں اس دور کا ظالم اپنے اپنے انداز سے طالبِ بیعت ہوگا) سوائے قائم (الحجتؑ) کے جن کے پیچھے روح اللہ حضرت عیسیٰ بن مریم نماز پڑھیں گے یقیناً خداوندِ عالم آپ کی ولادت کو مخفی رکھے گا اور آپ کی

ذات گرامی کو پردہ غیب میں رکھے گا۔

امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا (اس امت کے قائم میرے ۹ نویں فرزند ہوں گے جو صاحب غیبت ہوں گے جو میراث تقسیم فرمائیں گے۔

امام زین العابدینؑ نے ارشاد فرمایا۔ قائم ہم سے ہوں گے جن کی ولادت لوگوں پر پوشیدہ ہوگی یہاں تک کہ لوگ کہیں گے ابھی تک آپ پیدا ہی نہیں ہوئے کہ خروج کریں یہاں تک کہ وہ خروج (ظہور) کریں گے اور ان کی گردن میں کسی ایک کی بیعت نہیں ہوگی۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا آخری زمانے میں ہمارے فرزند مہدی ہماری عترت سے ہوں گے ان کے لئے حیرت اور غیبت ہوگی۔ جس میں بعض گروہ گمراہ اور بعض ہدایت پائیں گے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا یقیناً قائم میں حضرت یوسف کی سنت ہوگی (راوی کہتا ہے) میں نے عرض کی آپ کی مراد حیرت اور غیبت سے کیا ہے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا تم اس امر سے انکار نہیں کر سکتے کہ یوسف کے بھائی انبیاء کی اولاد تھے جنہوں نے یوسف کے ساتھ تجارت کی اور انہیں فروخت کر دیا بعد میں جب حضرت یوسف کو مصر کا بادشاہ بنا دیا گیا اور برادران یوسف قحط سے دوچار ہو کر حضرت یوسفؑ کے پاس آئے اس وقت ان کے بھائیوں نے حضرت یوسف سے گفتگو کی لیکن انہوں نے اپنے بھائی کو نہیں پہچانا (حالانکہ ایک دوسرے کے بھائی تھے یہاں تک کہ خود حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا میں یوسف ہوں پس امت اس (امر) سے انکار نہیں کر سکتی کہ کسی بھی وقت خداوند عالم امید کو پوشیدہ رکھ سکتا ہے۔ امام کاظم علیہ السلام کی روایت میں اس طرح وارد ہوا ہے جب آپ سے عرض کیا آپ ہی قائم حق ہیں؟ حضرت نے ارشاد فرمایا میں قائم بالحق ہوں لیکن وہ قائم جو اس زمین کو دشمنان خدا سے پاک کریں گے اور اس طرح عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ پہلے ظلم و جور سے بھری ہوگی وہ میری اولاد سے پانچویں ہوں گے ان کے لیئے غیبت ہوگی جو ان کی جان کے خوف کے سبب طولانی ہوگی اس میں کچھ گروہ مرتد ہو جائیں گے اور کچھ گروہ ثابت قدم رہیں گے۔

جب دعبل نے وہ شعر پڑھا جس میں بیان کیا گیا ہے۔ (حضرت مہدیؑ کا ظہور حتمی اور ضروری ہے جو خداوندِ عالم کے نام اور برکتوں کے ساتھ ظہور فرمائیں گے اس وقت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا حسن (عسکریؑ) کے بعد آپ کے فرزند قائم المنتظر کی غیبت کا زمانہ ہوگا ظہور کے وقت لوگ ان کی اطاعت کریں گے اگر دنیا سے صرف ایک دن ہی باقی رہے گا یقیناً خداوندِ عالم اس دن کو اتنا طولانی کردے گا یہاں تک کہ (قائم) ظہور کریں گے اور (زمین کو) عدل وانصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔

امام جواد علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہمارے درمیان قائم مہدی ہیں جن کا غیبت میں انتظار اور ظہور کے وقت اطاعت واجب ہے وہ ہمارے تیسرے فرزند ہوں گے اس ذات پاک کی قسم جس نے آنحضرتؐ کو نبوت عطا کی اور ہمیں امامت سے مخصوص فرمایا۔ اگر دنیا کا صرف ایک روز باقی رہے گا یقیناً خداوندِ عالم اس دن کو اتنا طولانی کردے گا یہاں تک کہ قائم خروج کریں گے پس زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح وہ پہلے ظلم وجور سے بھری ہوگی۔

امام علی نقیؑ نے ارشاد فرمایا میرے بعد میرا جانشین میرا فرزند حسنؑ (عسکری) ہوگا بس تم اس وقت کیا کرو گے جب میرے جانشین کا جانشین ہوگا (راوی کہتا ہے) میں نے عرض کی کس لئے ارشاد فرمایا اس لئے کہ تم اس کو دیکھ نہیں پاؤ گے اور تمہارے لئے اس کا نام لے کر ذکر کرنا جائز نہیں (راوی کہتا ہے) میں نے عرض کی بس انہیں ہم کس طرح یاد کریں ارشاد فرمایا اس طرح کہو حجت آل محمدؐ۔

امام حسن عسکریؑ سے روایت ہے جیسا کہ علی بن بلال کی سند سے کافی میں وارد ہوا ہے میں نے آپ کی شہادت سے دو سال قبل تا کہ مجھے اپنے بعد جانشین کے بارے میں خبر دیں پھر حضرت سے میری ملاقات ان کی شہادت سے تین روز قبل ہوئی حضرت نے مجھے اپنے جانشین کے بارے میں خبر دی اسی طرح امام حسن عسکریؑ سے یہ روایت کی گئی جب حضرت نے ارشاد فرمایا بلاشبہ زمین قیامت تک حجتِ خدا سے خالی نہیں رہ سکتی۔ جب حضرتؑ سے سوال کیا گیا آپ کے بعد حجت

اور امام کون ہوگا ارشاد فرمایا میرا ''م ح م د مہدی'' میرے بعد امام اور حجت ہوگا جو شخص اس کو پہچانے بغیر مرجائے وہ جاہلیت کی موت مرا اس کے لئے غیبت ہوگی جس میں جہلا حیران ہوں گے اور وقت معین کرنے والے جھوٹ بولیں گے پھر وہ ظہور کریں گے گویا میں سفید پرچم نجف و کوفہ میں ان کے سر پر دیکھ رہا ہوں متاخرین میں اس موضوع پر وسیع ترین کتاب "الزام الناصب فی اثبات الحجہ الغائب شیخ علی یزدی الحائری کی تالیف ہے جس کا ہمارے پاس خطی نسخہ ہے جس کا تذکرہ ہم نے (الصیانہ) میں کیا ہے جو اصفہان میں ۱۳۵۱ھ میں طبع ہوئی۔

مخالفین کے شبہات:

عقیدہ مہدویہ کے بارے میں کچھ شبہات ہیں جن کا تعلق آپ کی عمر کا طولانی ہونا ہے اور فائدۂ غیبت سے ہے۔

مذکورہ شبہوں کے علاوہ سوالات و دیگر شبہات مذکورہ دونوں شبہوں سے متعلق ہیں اور بعض کا تعلق غلط اور باطل دعوؤں سے ہے جن کا شیعی عقیدے سے کوئی واسطہ نہیں ہے شیعہ عقیدہ کا خلاصہ یہ ہے کہ (محمدؑ بن الحسن العسکریؑ کا وجودِ گرامی کہ آپ زبانِ قدرت میں مہدی موعود ہیں جیسا کہ اس بارے میں ہر دو فریق (اہلسنت و اہلِ تشیع) روایات وارد ہوئیں ہیں یہ کہ آپ کی غیبت خداوندِ عالم کے ارادہ سے ہے جو خدا ہر چیز پر قادر ہے شیعہ و سنی مسلمان حضرت خضر کے وجود اور حضرت عیسیٰ کی زندگی کا عقیدہ رکھتے ہیں اور سب کا تعلق خداوندِ عالم کی قدرت سے ہے اور جو حضرات شیعوں کی نسبت بیان کرتے ہیں کہ (شیعہ کہتے ہیں) حضرت مہدیؑ سرداب میں پوشیدہ ہو گئے اور وہیں سے خروج کریں گے۔ یہ تمام باتیں شیعوں پر تہمت ہیں جیسا کہ "فی خطط الشام میں ۵۔ ۲۲۸ وارد ہوا ہے البتہ امام مہدیؑ کے لیئے یہ کہنا کہ آپ سامراء کے سرداب سے خروج فرمائیں گے اس کا کوئی بھی شیعہ قائل نہیں ہے ایسے قول کی نسبت وہ لوگ دیتے ہیں جو شیعوں کے مذہب سے ناواقف اور حقیقت حال سے بے خبر ہیں۔

امام مہدیؑ کی ولادت:

دشمنانِ اسلام کی کثرت اور جن حالات سے شیعہ دوچار تھے ان کا تقاضہ تھا کہ امام حسن عسکریؑ عام لوگوں خصوصاً ظالم حکمرانوں اور ان کے جاسوسوں سے حضرت حجت کی ولادت کو پوشیدہ رکھیں۔

کتاب نظریہ امامت کے مولف ر۴۰۹ اس طرح تحریر کرتے ہیں شیعوں کے حضرت مہدیؑ کی ولادت پر عقیدہ رکھنے کے متعلق مخالفین نے شک وارد کیا ہے بس وہ لوگ ابن تیمیہ اور ابن حجر ہیثمی کی دلیل پیش کرتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ جعفر بن علی نے اپنے بھائی حسن عسکریؑ کی اولاد کے وجود سے انکار کیا ہے اور جعفر نے اپنے بھائی سے پہنچنے والی میراث کا مطالبہ کیا اور اپنے معاملہ کو عباسی بادشاہ کے دربار میں پیش کیا اور حسن عسکریؑ کی کنیزوں کو بھی پیش کیا تا کہ اس معاملہ پر مزید تاکید ہو سکے کہ وہ حمل سے نہیں تھیں۔

ارشاد شیخ مفید میں اس طرح ہے (ابو محمد حسن عسکریؑ نے اپنے فرزند حجت المنتظرؑ کو حق کی حکومت کے قیام کے واسطے چھوڑا اور آپ کی ولادت کو ناخوشگوار حالات اور بادشاہ کے شدید مطالبہ کے پیش نظر مخفی رکھا اس لئے کہ بادشاہ کو آپ کے فرزند کی شدید تلاش تھی یہ خبر مذہب شیعہ میں عام ہو گئی اور حجت العصر کے انتظار کے بارے میں شیعوں کے درمیان شہرت ہوئی آپ کے فرزند اپنے والد کی حیات میں ظاہر نہیں ہوئے نہ ہی جمہور نے آپ کے والد کے انتقال کے بعد آپ کو پہچانا امام حسن عسکریؑ کے بھائی جعفر بن علی (ظاہراً) آپ کے ولی تھے اور آپ کا ترکہ حاصل کیا اور امام حسن عسکری کی کنیزوں کو قید کرنے کی کوشش کی اور امام حسنؑ عسکری کے اصحاب جو حضرت حجت کی امامت کے قائل اور منتظر تھے ان پر طرح طرح کے مصائب کے باوجود بادشاہ کو کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔

شیخ صدوق بیان فرماتے ہیں (جب امام حسن عسکری کو دفن کر دیا گیا) اور لوگ منتشر

ہو گئے اس وقت بادشاہ اور اس کے درباریوں کو آپ کے فرزند کی تلاش کی فکر لاحق ہوئی چنانچہ آپ کے مکان کی بہت زیادہ تلاشی لی اور آپ کی میراث کو بھی روک لیا اور امام حسن عسکریؑ کی جن کنیز کے بارے میں ان لوگوں کو گمان تھا کہ آپ حمل سے ہیں ان کی حفاظت کے لیئے دو سال اور اس سے بھی زیادہ مدت تک بادشاہ نے ملازمین مقرر کر دیئے۔ یہاں تک کے ان پر حمل کا بطلان واضح ہو گیا پھر حضرت کی میراث آپ کی والدہ اور بھائی جعفر کے درمیان تقسیم کر دی۔

بادشاہ حضرت کو مسلسل تلاش کرتا رہا اور اسے کامیابی نہ ہو سکی اور شیعہ حضرات اس امر پر باقی ہیں کہ حضرت نے اپنی وفات کے وقت اپنا فرزند چھوڑا جو وقت کے امام ہیں۔

سید امین اعیان میں ۴۔۳۳۴ پر تحریر فرماتے ہیں اس امر میں بکثرت روایات وارد ہوئیں ہیں کہ جب حضرت حجتؑ کے بارے میں آپ کے آباواجداد کی وصیت اور ایک دوسرے کو خبر دینے اور شیعوں کے انتظار کی خبریں عام ہوئیں اس وقت بادشاہ نے شدت کے ساتھ آپ کی تلاش شروع کی۔

بادشاہ ابھی تک حضرت عسکریؑ کے فرزند کے وجود کی تلاش میں لگا رہا پس خداوندِ عالم نے آپ کے فرزند مہدیؑ کو ان کے شر سے محفوظ کرنے کے لئے اس امر کو مخفی رکھا اور طولانی عمر اس لئے عطا فرمائی تا کہ آپ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہو جعفر کے انکار کے متعلق شیخ طوسی "الغیبہ" میں فرماتے ہیں۔

قرآن کریم حضرت یعقوب کے فرزندوں کے بارے میں بیان کرتا ہے باوجود یہ کہ وہ حضرت یوسف کے بھائی تھے (پھر بھی انہوں نے حضرت یوسف کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ انہیں ایک تاریک کنویں میں ڈالا اور معمولی قیمت میں فروخت کر دیا حالانکہ سب انبیاء کی اولاد تھے۔ بس جب برادران یوسف سے ایسی عظیم خطا کے سرزد ہونے کا امکان ہے پھر اس کی مانند جعفر بن علی سے اپنے بھائی (حسن عسکریؑ) کے حق میں طمع کرنا اس کے حصول میں اس طرح کا ظلم انجام دینا کیونکر ممکن نہیں ہے کیا اس ظلم سے کوئی انکار کر سکتا ہے ہٹ دھرم دشمن کے سوا اس سے کوئی انکار

نہیں کر سکتا۔

حضرت صاحب الزمان کی ولادت کا پوشیدہ رکھنا ناممکنات سے نہیں ہے اس کی مثالیں بادشاہوں کی خبروں میں گذر چکی ہیں۔

قرآنِ حکیم حضرت ابراہیمؑ کا قصہ اس طرح بیان کرتا ہے کہ آپ کی والدہ نے آپ کی ولادت کو پوشیدہ رکھا اور ایک غار میں چھپا دیا یہاں تک کہ آپ بالغ ہوگئے اسی طرح حضرت موسیٰ کا واقعہ ہے کہ آپ کی والدہ نے فرعون کے ظلم وستم کے خوف سے جناب موسیٰ کو (صندوق) میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا۔

اس واقعہ کی حکایت بھی قرآنِ حکیم نے کی ہے اسی طرح صاحب الزمان کا واقعہ ہے پس اس واقعہ کے بارے میں کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ ناممکنات سے ہے کہ کسی شخص کے اس کی کنیز سے فرزند ہو جس کو وہ اپنی دیگر زوجہ سے ایک زمانہ تک مخفی رکھے یہاں تک کہ اپنی وفات کے وقت اس امر کا اقرار کرے (اس کا ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا) حالانکہ کتنے واقعات ہم نے ایسے دیکھے ہیں جن میں لوگوں کا نسب ان کے باپ کی وفات کے بعد ثابت ہوتا ہے جبکہ بعض خانگی اسباب کے سبب باپ کے انتقال سے قبل مشہور نہیں ہو پاتا۔

طول عمر:

حضرت حجت کی طولانی عمر ہونا ہی شبہات کی بنیاد ہے لیکن اس شبہ کا ازالہ بھی دیگر شبہات کی مانند ہے۔ تمام مسلمان اس امر پر متفق ہیں کہ چار انبیاء ابھی تک زندہ ہیں جن میں دو نبی آسمان پر حضرت ادریس وحضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور دو نبیؑ زمین پر ہیں یعنی حضرت الیاسؑ وحضرت خضرؑ جن کی عمریں حضرت مہدیؑ سے زیادہ ہیں رجوع کیجئے حاشیہ صواعق ۲۲۶ طبع ۱۳۸۷ قاہرہ تہذیب الاسماء میں نووی لکھتے ہیں کہ اکثر علما اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت خضرؑ ہمارے درمیان موجود ہیں اس پر صوفیہ اور اہل الصلاح کا اتفاق ہے آپ کے دیکھے جانے اور آپ کے

ساتھ اجتماع آپ سے سوال و جواب اور بہت سے متبرک مقامات پر آپ کا موجود ہونا اور خیر و برکت کی جگہ آپ کے تشریف لانے کی بے شمار مثالیں موجود ہیں اور اس درجہ مشہور ہیں کہ جن کے بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے۔

اب مسئلہ کی بازگشت معرفت کی جانب ہے وہ یہ کہ آیا؟ حضرت مہدیؑ پر عقیدہ دلیل سے ثابت ہے یا نہیں تمام شیعہ اور اہلسنت کی بڑی تعداد اس عقیدے پر قائم ہیں اس لئے کہ آنحضرتؐ اور ائمہ علیہم السلام سے وارد شدہ روایات پر اعتبار کرتے ہیں جن کی جانب اشارہ گزر چکا ہے۔

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے (عنکبوت ۔۱۴) ترجمہ......"اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور وہ ان کے درمیان پچاس کم ایک ہزار سال رہے"

اصحاب کہف کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے (الکھف ۔۲۰) ترجمہ.....اور یہ لوگ (اصحاب کہف) اپنے غار میں تین سو برس رہے اور اس پر نو دن کا اضافہ بھی ہو گیا۔

ارشاد ہوتا ہے ترجمہ......جب حضرت عزیر کا گزر ایسے قریہ سے ہوا جو اپنی چھتوں کے بل گرا ہوا تھا (تمام لوگ مر چکے تھے) اس وقت انہوں نے تعجب سے کہا کیا خدا ان کو بھی زندہ کریگا ان کے مرنے کے بعد پس خدا نے انہیں سو سال تک مردہ رکھا پھر زندہ کر کے سوال کیا تم کتنا عرصہ سوئے؟ انہوں نے عرض کی ایک دن یا اس کا کچھ حصہ خدا نے ارشاد فرمایا بلکہ آپ سو سال سوئے۔ اپنے کھانے اور پانی کو دیکھو کہ خراب نہیں ہوا۔

خداوند عالم طولانی عمر عطا کرنے پر قادر ہے یہ بات قرآن سے ثابت ہو چکی ہے البتہ تاریخی اعتبار سے جن لوگوں کے بارے میں تاریخ سے طولانی عمر ثابت کی ہے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے چنانچہ ابی حاتم سجستانی متوفی ۲۵۰ھ طبع قاہرہ ۱۹۶۱ء کی کتاب "المعمرون" کی طرف مراجعہ کیا جائے اور اس کے بعد جو تالیف کی گئی ان کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے اس بارے میں شیخ طوسی کی کتاب "الغیبت" کی دسویں فصل اور دیگر کتب غیب کی جانب رجوع کریں۔

البتہ علمی ناجیت کے اعتبار سے شیخ کاشف الغطاء نے اپنی کتاب "اصل الشیعہ واصولہا"

کے صفحہ ۱۱۱ پر اس طرح تحریر فرمایا ہے وہ کہتے ہیں (بعض علما نے اس امر کو تسلیم کیا کہ ہے کہ اگر انسانی جسم کے خلئے صحیح و سالم رہیں تو ہزاروں سال زندہ رہنے کی صلاحیت رکھتا ہے پس جب انسان اپنی عمر کا بڑا حصہ گزار لے مثلاً اسی سال یا ۹۰ سال کے بعد بھی نہیں مرتا لیکن بعض عوارضات مثلاً اس کے اعضا پر جراثیم کے اثر انداز ہونے کے باعث اس کی موت واقع ہو جاتی ہے پس جب علم طب کی ترقی کے سبب مذکورہ عوارضات کو ختم کیا جا سکتا ہے (جن کے باعث موت واقع ہوتی ہے) تو پھر انسان کے سیکڑوں سال زندہ رہنے میں کوئی مانع نہیں ہے۔

(دوسرا شبہ) ابن حجر نے صواعق محرقہ میں اس طرح بیان کیا ہے شیعہ ان کو (امام مہدیؑ) قائم المھدی المنتظر سمجھتے ہیں کہ وہ صاحب سرداب ہیں ان کے بارے میں شیعوں کے اقوال بکثرت ہیں اور وہ ان کے آخری زمانہ میں سامرہ ہی سے سرداب سے خروج کرنے کا انتظار کر رہے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ آپ اپنے والد کے گھر میں ۲۶۵ھ میں داخل ہوئے اس وقت آپ کی والدہ دیکھ رہیں تھیں اس وقت آپ کی عمر ۹ سال تھی اس وقت سے آپ نہیں نکلے بعض کہتے ہیں آپ کی عمر چار سال تھی اور بعض کہتے ہیں ۷ سال تھی۔

اس شبہ کے ذریعہ اعتقاد میں شک پیدا کرتا ہے جبکہ سنت نبویہ کے ذریعہ اس امر کو ثابت کیا جا چکا ہے اور کم از کم اس اعتقاد کے پیش نظر۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ غیبت میں فائدہ نہیں ہے اس مقام پر ہم اہلبیت کے سنت میں وارد شدہ جواب کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔

امام زین العابدینؑ کی روایت میں وارد ہوا۔ جس طرح آفتاب جبکہ وہ ابر میں پوشیدہ ہوتا ہے، سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے اس طرح آپ کی غیبت سے بھی فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

امام رضاؑ نے ارشاد فرمایا جس وقت حضرت حجۃ ظہور فرمائیں گے اس وقت آپ کی گردن میں کسی حاکم کی بیعت کا پھندا نہیں ہوگا۔ امام جعفر صادق نے ارشاد فرمایا (حضرت حجۃ) کی غیبت کی حکمت (مصلحت) صرف آپ کے ظہور کے بعد ظاہر ہوگی جیسا کہ حضرت موسیٰ کیلئے جناب خضر کا سفینہ میں سوراخ کرنے اور غلام کو قتل کرنے اور (قریہ) کی دیوار کی تعمیر کے وقت ظاہر نہیں

مگر یہ مصلحت اس وقت ظاہر ہوئی جب دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے۔

ظالم کی تہمت:

ملاحظہ کے قابل یہ نکتہ ہے غیبت امامؑ سے امامت کے وجود کی نفی ہوتی ہے اس لئے کہ امام کے نصب ہونے کی غرض احکام اسلام کا بیان اوران کا تنفید کرنا ہے (اور جب امام ہی پردہ غیب میں ہوں گے تو یہ مذکورہ امور کس طرح انجام دیے جائیں گے) لیکن ظالم کی تہمت کا جواب یہ ہے کہ کیا ایسا کوئی گروہ تاریخ پر موجود ہے جس نے طویل زندگی گزاری ہو اور اپنی شان وشکوہ کو باقی رکھا ہو (تمام تر مصائب کے باوجود) کسی گروہ کیلئے بھی ناممکن ہے کہ وہ کسی مناسب نظام کے بغیر زندگی گزار سکے جس کی آج کے زمانہ میں تطبیق ہوتی ہے (اور نظری اعتبار سے) اس مقام پر نظریہ لطف بھی ہے وہ یہ کہ حضرت (حجتہ العصر) کا وجود لطف ہے (اگرچہ حضرت ہماری نظروں سے پوشیدہ ہیں) لطف کی (تعریف) وتفصیل عقائد کی کتب میں موجود ہے۔اور عملی اعتبار سے مرجعیۃ الدینہ (خاصہ وعامہ) حضرت کی جانب سے فکری قیادت آپ کے ظہور ہونے تک انجام دیتی رہے گی۔

المرجعیہ الدینیہ اور جب کہ مسلمانوں کی حیات سے ان کی فکری قیادت ضروری امر ہے اس کی کچھ صفتیں اور مشروط ہیں جس کی فقہ میں وضاحت کی گئی ہے یہی سبب ہے کہ تمام تاریخ تشیع میں مراجع دینی کی قیادت سے کوئی بھی زمانہ خالی نہیں ہے جو اپنی دینی ذمہ داری حالات کے تقاضوں کے اعتبار سے انجام دیتے رہے اس مرجعیت کے دو دور ہیں دور اول کو (غیبت صغریٰ) کہا جاتا ہے جو ۲۶۰ سے ۳۲۹ تک چار اشخاص سے متعلق ہے جن کو (سفرا اور نواب کہا جاتا ہے جن کو امام حجتہؑ کی نیابت خاص حاصل تھی آپ کا مرکز بغداد تھا جن کے اسماء حسب ذیل ہیں

۱۔ ابو عمرو عثمان بن سعید الاسدی العمری (متوفی......۲۸۰ھ)

۲۔ ابو جعفر محمد بن عثمان بن سعید الاسدی (متوفی......۳۰۵ھ)

۳۔ ابوالقاسم حسین بن روح نوبختی (متوفی......۳۲۶ھ)

۴۔ ابوالحسن علی بن محمد السمری (متوفی......۳۲۹ھ)

دوسرا دور:

اس زمانہ کو غیبت کبریٰ کہا جاتا ہے جس کی ابتدا امامؑ کے چوتھے نائب ابوالحسن علی بن محمد سمری کی وفات ۳۲۹ھ سے شروع ہوئی اس وقت سے دینی قیادت فتاویٰ اور احکام میں مرجعیت کی جانب منتقل ہوگئی جو (بحمد للہ) آج تک جاری ہے قابل توجہ امر یہ ہے کہ امامت کا مسئلہ شیعی مفہوم میں اہلسنت کے مفہوم امامت سے مختلف ہے۔

اہلسنت کے یہاں امامت سیاسی منصب ہے ہر فاسق وفاجر امام ہوسکتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں امامت محدود نہیں ہے لیکن شیعی اعتبار سے امامت الٰہی منصب ہے کبھی منصب سیاسی کے ساتھ جمع ہوتی ہے اور کبھی نہیں جو اپنے اہل کیلئے ثابت ہے لوگ چاہے اس کو تسلیم کریں یا نہ کریں اس عہدے کا اہل صرف نیک (معصوم اور ہر گناہ سے پاک ذات) ہوسکتا ہے لہٰذا اس روحانی امامت کو خاص عدد سے محدود کیا جاسکتا ہے جس طرح کے آنحضرتؐ نے (اپنے ارشادات میں) اثناءعشر خلیفہ کہہ کر خلافت بارہ سے مخصوص فرمائی جیسا کہ صحیح مسلم میں موجود ہے اور انہیں کو شیعی روایات میں اثناعشر کہا جاتا ہے جن میں آخری امام محمد بن حسن العسکریؑ ہیں۔

شیخ صدوق نے امام سجادؑ سے روایت کی حضرت نے ارشاد فرمایا ہمارے قائمؑ انبیاءؑ کی سنت پر ہوں گے جناب آدم کی سنت اور نوحؑ کی سنت اور جناب ابراہیم کی سنت اور جناب موسیٰؑ کی سنت اور حضرت عیسیٰؑ کی سنت حضرت ایوبؑ کی سنت اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر ہوں گے۔ ابراہیمؑ کی سنت پر اس طرح کہ آپ کی ولادت پوشیدہ ہوگی اور لوگ آپ سے دور ہوں گے جناب موسیٰؑ کی مانند خوف اور غیبت ہوگی حضرت عیسیٰؑ کی مانند لوگ آپ کے بارے میں اختلاف کریں گے حضرت ایوب کی مانند ابتلا کے بعد کشائش ہوگی اور

حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مانند آپ شمشیر کے ساتھ خروج کریں گے۔

امام جعفر صادقؑ نے ارشاد فرمایا یقیناً صاحب الامرؑ کیلئے غیبت ہے اس میں ہر باطل انسان کا مبتلا ہونا لازمی ہے (راوی کہتا ہے) میں نے حضرت سے عرض کی یہ کیسے ہوگا آپ پر فدا ہو جاؤں۔

حضرت نے ارشاد فرمایا اس امر کی ہمیں اجازت نہیں دی گئی کہ ہم تم سے اس کی وضاحت کریں راوی نے عرض کی حضرت (صاحب الامر) کی غیبت میں کیا حکمت ہے ارشاد فرمایا وہی حکمت ہے جو آپ سے قبل کی حجتوں کے پوشیدہ رکھنے میں تھیں اور ارشاد فرمایا غیبت کی حکمت ظاہر نہیں ہوگی مگر آپ کے ظہور کے بعد جیسا کہ حضرت خضر کا سفینہ میں سوراخ کرنے اور غلام کے قتل کرنے اور دیوار کے بلند کرنے کی حکمت حضرت موسیٰ کے لئے ظاہر نہیں ہوئی مگر اس وقت جب دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے۔

اے ابن فضل یہ امر امر خدا اور یہ راز راز خدا ہے اور یہ غیب غیب خدا ہے اور جب ہم نے یہ جان لیا کہ خداوند عالم حکیم ہے ہم نے تصدیق کی کہ اس کے تمام افعال حکمت پر مبنی ہیں اگر چہ ان کی وجہ ہم پر ظاہر نہیں ہے۔

شیعوں کے نزدیک اصول میں نبوت کے ساتھ امامت ضروری ہے جو تعداد میں بارہ ہیں قیادت کے اعتبار سے نبوت اور امامت میں وحی کے علاوہ کوئی فرق نہیں ہے۔ (وحی انبیاء اور رسولوں سے مخصوص ہے)

جو سبب آنحضرتؐ کی بعثت کا تقاضا کرتا ہے بنفسہ وہی سبب امامؑ کے وجود کا تقاضا کرتا ہے جو خداوند عالم کی جانب سے روئے زمین پر اس کے بندوں پر وجوب حجت کی شکل میں (لطف) ہے۔

اس لئے خداوند عالم پر (لطف واجب ہے) ان چیزوں کا عطا کرنا لازمی ہے جس میں اس کے عام بندوں کی زندگی میں فلاح ہو جیسے ہوا پانی رات دن کا ہونا (وغیرہ) اس لئے کہ اگر یہ چیزیں نہیں ہوں گی تو لوگ ہلاک ہو جائیں گے اور زندگی نہیں گزار سکتے اس طرح اس کی مخلوقات

پر حجت کا ہونا ضروری ہے۔جس طرح عقل حجت باطنی ہے اسی طرح رسول اور امام حجت ظاہر ہیں زمین کبھی بھی حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی اور اگر (حجت خدا) کے وجود سے خالی ہوگئی تو اپنے اہل کے ساتھ دھنس جائے گی۔

خداوند عالم نے انبیاء کی شکل میں بکثرت حجتیں قرار دیں ارشاد خداوندی ہوتا ہے ترجمہ..... ''اور (خداوند عالم) ان پر عذاب نہیں فرمائیگا جبکہ آپ ان کے درمیان موجود ہیں'' اسی طرح حضرت لوط جب تک اپنی امت کے درمیان رہے اس وقت تک عذاب نازل نہیں ہوا جبکہ شیعہ عقیدے میں امامت نبوت کی جانشینی ہے چنانچہ امام کے بارے میں بھی اس طرح ہونا چاہئے اگر وجود امام نہیں ہوگا تو عذاب کے مستحقین پر عذاب نازل ہو جائیگا۔

آج کا زمانہ گزشتہ زمانہ سے کس قدر مشابہ ہے اگر انسان گناہوں کے اقسام میں ذرا تامل کرے جو حضرت لوط نبی کے زمانہ میں لوگ انجام دیتے تھے جن کے سبب قوم عذاب خدا کا شکار ہوئی آج کے زمانہ میں اسی طرح کے گناہ کس قدر انجام دیئے جارہے ہیں۔

شیخ مفید اس طرح جواب دیتے ہیں (حضرت حجۃ کی غیبت اور آپ کے نظروں سے پوشیدہ رہنے کی مصلحت میں تفصیلی معلومات کیلئے آپ کی کتاب فصول العشرہ......۳۳) کی جانب مراجعہ کیا جائے۔

امام حجۃ العصر کے نام کی ممانعت اور آپ کے نام کو پوشیدہ رکھنے کی تاکید (جیسا کہ بعض روایات میں وارد ہوا ہے) ظاہراً غیبت صغریٰ کے زمانہ سے متعلق ہے جبکہ بادشاہ سے خوف لاحق تھا۔

لیکن غیبت کبریٰ میں خوف کی گنجائش نہیں ہے۔جس کا گمان کیا جائے یہ امر خدا سے ہے۔جس کا خداوند عالم نے ارادہ فرمایا ہے کتاب الاحتجاج میں حضرت حجۃ کی ناحیۃ مقدسہ جو محمد بن عثمان کے ذریعہ برآمد ہوئی کی روایت کی گئی ہے جس کی نص عبارت اس طرح ہے اور جو علت غیبت میں واقع ہوئی ہے خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے ترجمہ..... ''اے صاحبان ایمان ایسی چیزوں کے متعلق سوال مت کرو جو تمہارے لئے ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری معلوم ہوں''۔

ہمارے آباؤ اجداد کی گردن میں ان کے زمانہ کے ظالم وسرکشوں کی بیعت کا پھندا تھا لیکن جس وقت میں خروج (ظہور) کرونگا اس وقت میری گردن میں کسی سرکش وظالم کی بیعت کا پھندا نہیں ہوگا لیکن غیبت میں مجھ سے استفادہ کی صورت اسی طرح ہے جس طرح آفتاب سے استفادہ کیا جاتا ہے جبکہ وہ نظروں سے پوشیدہ اور ابر میں ہوتا ہے میں اہل زمین کیلئے اس طرح امان ہوں جس طرح اہل آسمان کیلئے ستارے امان ہیں اس طرح کے سوال کے دروازے بند کرلو جو تم کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ میرے ظہور کے تعجیل کی دعا زیادہ سے زیادہ کرو اس لئے کہ ظہور میں تمہارے لئے کشائش و رستگاری ہے والسلام علیکم اے اسحاق بن یعقوب و علی من اتبع الہدیٰ۔

علامات ظہور:

امام مہدیؑ اپنے ظہور کے بعد (کائنات) میں اصلاحات فرمائیں گے امام جعفر صادقؑ سے اس طرح روایت کی گئی امام نے ارشاد فرمایا (جب قائم الحجتہ) ظہور کریں گے لوگوں کو پھر سے اسلام کی دعوت دیں گے ایسے امر کی جانب ہدایت فرمائیں گے جو جمہور سے پوشیدہ ہوگا قائم کا نام مہدی اس لئے ہے کہ آپ ایسے امر کی ہدایت پائے ہوئے ہیں جس سے لوگ گمراہ ہیں اور آپ کا نام (قائم) اس لئے ہے کہ آپ قیام حق فرمائیں گے۔

اور روایت کی گئی ہے کہ امام مہدیؑ کے اصحاب دنیا کے دور دراز حصوں سے مکہ میں (موسم خریف میں ابر کی مانند) جمع ہو جائیں گے اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ ان میں پچاس عورتیں ہوں گی اور وہ سب آپ کے اصحاب خاص ہوں گے سب سے پہلے آپ کے ساتھ خروج کرنے والوں کی تعداد اہل بدر کے مطابق ۳۱۳ ہوگی جن کا تذکرہ سید الامین نے اپنی کتاب الاعیان صفحہ نمبر ۴-۵۴۰ پر کیا ہے۔

حضرت کے ظہور سے متعلق روایات حسب ذیل ہیں

آنحضرتؐ سے روایت کی گئی۔ مہدی اس وقت تک ظہور نہیں کریں گے جب تک ساٹھ ایسے کذاب لوگوں کا خروج نہیں ہوگا جو سب نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا مہدی کے ظہور کی علامتوں میں خروج دجال اور یہ علامات ظہور اس وقت ہوں گی جب لوگ نماز ترک کردیں گے۔ امانتیں ضائع کریں گے۔ جھوٹ کو حلال سمجھیں گے۔ لوگ سود کھائیں گے۔ رشوت لیں گے۔ بلند مکانات بنائیں گے۔ دین کو دنیا کے بدلہ فروخت کردیں گے۔ احمقوں کو استعمال کریں گے۔ عورتوں سے مشورہ لیں گے۔ قطع رحم کریں گے۔ خواہشات کی پیروی کریں گے۔ خون بہانا معمولی کام سمجھیں گے۔ بردباری کمزوری سمجھی جائے گی۔ ظلم پر فخر کریں گے۔ امرا فاجر اور وزراء ظالم ہوں گے۔ عرفا خیانت کار اور فقرا فاسق ہوں گے۔ ناحق (جھوٹی) شہادت دی جائیں گی اور فسق و فجور اعلاناً انجام دیا جائیگا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا (علامت ظہور اس طرح ہیں)

امام محمد باقرؑ سے روایت ہے۔ مرد عورتوں سے اور عورتیں مردوں سے مشابہت اختیار کریں گے۔ مرد مردوں پر اور عورتیں عورتوں پر کفایت کریں گی اور عورتیں زین پر (یعنی گھوڑے پر) سواری کریں گی ناحق گواہی قبول کی جائیگی اور عدل کی گواہی رد کردی جائے گی لوگ خون بہانا آسان کام سمجھیں گے۔ زنا کے مرتکب ہوں گے۔ سود کھائیں گے اور شریر لوگوں کی زبان سے خوف کیا جائیگا اس وقت سفیانی کا خروج ہوگا۔

روایت میں وارد ہوا ہے کہ سفیانی فلسطین میں خشک وادی سے خروج کریگا دمشق فلسطین اور اردن میں حکومت کریگا اور اصھب اور البقع سے جنگ کریگا یہ دونوں حکومت کرنا چاہتے ہوں گے پھر سفیانی دو لشکر روانہ کریگا۔

۱۔ایک لشکر مدینہ کی جانب جبکہ حضرت مہدیؑ وہاں ہوں گے مدینہ میں تین روز تک (سفیانی کا لشکر) غارت گری کریگا اور حضرت مہدی مکہ کی جانب خروج فرمائیں گے حاکم لشکر ایک لشکر مکہ کی جانب روانہ کریگا جن میں بیدا مقام پر آگ لگ جائے گی۔

۲۔دوسرا لشکر عراق کی جانب روانہ کریگا جو شیعیان آل محمد کو قتل کریگا اور سولی چڑھائیگا اور شام کی جانب پلٹے گا اس سے کوفہ سے آنے والا ہدایت کا پرچم ملاقات کریگا (یعنی ہدایت یافتہ گروہ) جو سب کو قتل کردیگا مہدی اور مال غنیمت بچے گا۔

اور جس وقت حضرت مہدیؑ مکہ پہنچیں گے آپ کے اصحاب جن کی تعداد اصحاب بدر کے برابر ۳۱۳ ہوگی آپ کے گرد جمع ہوجائیں گے جب مذکورہ تعداد جمع ہوجائے گی اس وقت حضرت حجتہ کا امر ظاہر ہوگا پس ان کا ذی طوی (مقام میں ایک روز تک انتظار کریں گے اور اپنے اصحاب سے ایک شخص مکہ روانہ فرمائیں گے جوان کو دعا دینے کیلئے آپ کے اصحاب کو وہ لوگ رکن اور مقام کے درمیان قتل کردیں گے۔جب یہ خبر مہدیؑ کو معلوم ہوگی اس وقت آپ اپنے اصحاب کے ہمراہ عقبہ ذی طوئی سے مسجد الحرام تشریف لائیں گے اور مقام جناب ابراہیم پر چار رکعت نماز پڑھیں گے اور حجر اسود سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوں گے اور لوگوں کے درمیان ایسا کلام ارشاد فرمائیں گے جو کسی نے نہ کہا ہوگا۔

روایت کی گئی ہے کہ سب سے پہلے اس آیہ مجید کی تلاوت فرمائیں گے "بقية الله خير لكم ان كنتم مومنين" اس وقت دس ہزار اصحاب جمع ہوجائیں گے پھر آپ مکہ سے مدینہ تشریف لے جائیں گے پھر عامل مکہ کے قتل کی خبر آپ کو معلوم ہوگی پھر آپ مکہ پہنچیں گے ان لوگوں سے جہاد کریں گے اور واپس مدینہ آکر آپ جس قدر چاہیں گے قیام فرمائیں گے۔

پھر حضرت کوفہ اور نجف اشرف تشریف لائیں گے اس وقت آپ کے لشکر کی تعداد حد نظر تک پھیل جائے گی وہیں سے دس ہزار کا گروہ آپ سے مقابلہ کریگا وہ لوگ آپ سے کہیں گے آپ جہاں سے آئے ہیں وہیں واپس جائیں فرزند فاطمہ زہراؑ کی ہمیں کوئی حاجت نہیں اس وقت آخر

تک تلوار چلے گی۔ آپ کوفہ میں قیام فرمائیں گے آپ کسی بھی مسلمان کو غلام نہیں رہنے دیں گے مگر یہ کہ خرید کر آزاد کریں گے نہ ہی کوئی مقروض ہوگا مگر یہ کہ اس کا قرضہ ادا کردیں گے نہ کسی کا حق دوسرے پر باقی رہے گا مگر یہ کہ ادا کردیا جائیگا یہاں تک کہ آپ زمین کو اس طرح عدل وانصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔

حضرت حجتہ کے علامات ظہور میں بکثرت روایات وارد ہوئیں ہیں جن میں سید الامین نے ۱۱۸ تک تحریر کی ہیں جن میں متفق علیہ پانچ ہیں۔

حتمی اور ضروری علامات کے بارے میں کمی اور زیادتی کے متعلق روایات میں اختلاف ہے اور بعض روایات میں پانچ علامتیں حتمی اور ضروری ہیں جو ظہور سے قبل ظاہر ہوں گی۔

۱۔ فلسطین کی خشک وادی سے سفیانی کا خروج جو ابوسفیان کی اولاد سے ہوگا جس نے مکہ اور مدینہ نہیں دیکھا ہوگا۔

۲۔ یمن سے یمانی کا خروج لوگوں کو حق کی جانب دعوت دیں گے اور روایت میں وارد ہوا ہے (یمانی سفیانی کے خروج سے پہلے خروج کریں گے)

۳۔ آسمان میں امام مہدی کے نام کی منادی امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے آپ نے فرمایا حتمی اور لازمی ہے ایک اور روایت میں وارد ہوا ہے (یہ ندا۔ عام ہوگی جس کو ہر گروہ اپنی زبان میں سنے گا) اس بارے میں روایات کثرت سے وارد ہوئیں ہیں آقائے امینی کہتے ہیں (۳۔۴۹) یہ ندا چار مرتبہ ہوگی۔

۴۔ بیدا (مقام) پر آگ لگ جائے گی۔

۵۔ نفس ذکیہ (پاکیزہ ہستی) کا قتل ہونا

نعمانی بیان کرتے ہیں (یہ روایات جن کو معصومین ائمہؑ نے ذکر فرمایا ہے ان روایات کا کثرت سے اور تواتر واتفاق سے ذکر ہونا اس امر کا باعث ہے کہ حضرت قائمؑ اس وقت تک ظہور نہیں فرمائیں گے جب تک مذکورہ امور ظاہر نہ ہو جائیں گے جن کی خبر صادقین نے دی ہے اس

لئے ان امور کا ہونا حتمی اور لازمی ہے حضرت سے لوگوں نے عرض کی ہم امید کرتے ہیں کہ حضرت حجتہ کے ظہور سے قبل سفیانی کا خروج ہی ہوگا۔ امام صادقؑ نے ارشاد فرمایا "یقیناً" خدا کی قسم یہ امر حتمی اور لازمی ہے ہو کر رہے گا۔ ثابت کیا جا چکا ہے کہ یہ پانچ علامات بزرگ ترین دلیلیں ہیں جس کے بعد حضرت کا ظہور ہوگا۔

آخری کلام:

تمام بشریت ایک ایسی عادل حکومت کا انتظار کر رہی ہے جس کی بنیاد عدل وانصاف پر قائم ہو اور انسانی فطرت رواداری اور امن وامان چاہتی ہے اسی کی جانب مہدی منتظر کے عقیدے میں اشارہ کیا گیا ہے جیسا کہ نصوص میں وارد ہوا ہے۔

جب حضرت قائمؑ ظہور فرمائیں گے عدل وانصاف پر حکم کریں گے آپ کے زمانہ میں ظلم و جور ختم ہو جائے گا راہوں میں امن وامان ہوگا زمین اپنی تمام برکتیں اور نعمتیں نکال دے گی تمہارے درمیان کوئی شخص مستحق صدقہ نہیں ہوگا ارشاد قدرت ہے۔ والعاقبة للمتقین

مہدی پر عقیدہ لازمی طور پر اہل ایمان کو دعوت دیتا ہے کہ وہ قوت اور طاقت کے ذریعہ مسلح ہو کر ظلم و سرکشی کے مقابل ڈٹ جائیں۔ لہٰذا ہم اہلبیتؑ سے وارد شدہ روایات میں دیکھتے ہیں روح جہاد کے بارے میں مسلسل ارشادات موجود ہیں۔

امام محمد باقرؑ سے روایت ہے حضرت نے ارشاد فرمایا (حضرت حجتہ) کا وقت معین کرنے والے جھوٹے ہیں۔ وقت معین کرنے والے جھوٹے ہیں (پھر آپ نے اس جملہ کی تکرار فرمائی) ہم اپنی بحث کو مصلح اسلامی مہدی منتظرؑ کی دعا پر ختم کرتے ہیں۔

اللهم انا نرغب اليک فی دولة کریمة تعزبها الاسلام..........

کرامة الدنیا و الآخره

ایران

مشہد قم ری شیراز

مشہد مقدس

زندگانی امام رضاؑ۔ امام ہشتم

امام علی رضاؑ شیعوں کے آٹھویں امام ہیں آپ اپنے جد کے مدینہ میں سکونت پذیر تھے خلیفہ مامون نے بعض سیاسی اغراض و مقاصد اور اپنے نظام حکومت کو زیادہ سے زیادہ قوی بنانے کیلئے آپ کو اپنے پاس بلانے کی دعوت دی۔ امامؑ نے بجرواکراہ قبول فرمایا آپ کو تشریف لائے ہوئے ابھی کچھ ہی زمانہ گزرا تھا کہ خلیفہ کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ خلیفہ نے آپ سے چھٹکارا پانے کے لئے اپنے حکام کے ذریعے حضرت کو زہر دلوایا اس طرح آپ کی شہادت واقع ہوئی اور قاتلوں کی طبیعت اور مزاج کے مطابق سب سے پہلے آپ پر آنسوں بہانے والا مامون ہی تھا۔

تاریخ کے صفحات:

اس مقام پر امامؑ کی تشریف آوری سے قبل عباسی عہد پر ایک نظر ڈالنا مناسب ہے ۱۲۹ھ

ابو مسلم خراسانی (عبدالرحمٰن) نے پہلی مرتبہ عباسیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے انقلاب کی ابتدا کی اور امام نے ۵ رمضان ۱۲۹ھ میں دو پرچم بھیجے جن میں ایک کا نام ظل (یعنی سایہ) اور دوسرے کا نام (سحاب یعنی بادل) رکھا تھا اور وہ آیہ قرآنی کی تلاوت کر رہے تھے۔

ترجمہ......"جو قتال کرتے ہیں انہیں اجازت دیدی گئی ہے کہ ان پر ظلم ہوا اور بلاشبہ خداوند عالم ان کی مدد کرنے پر قادر ہے"۔

اس طرح عام لوگوں کی رائے ابو مسلم خراسانی کے ساتھ ہوگئی یہاں تک کہ صرف ایک رات میں ساٹھ قریوں کے لوگوں نے ان کی بیعت کی (الکامل ابن اثیر ۵۔۳۶۳ بیروت) پھر ایک سال کے بعد ۱۳۰ھ میں ابو مسلم (مرو) پایہ تخت پر مسلط ہو گئے آپ اس طرح بیعت لیتے تھے۔

(میں تم سے اللہ کی کتاب رسول اللہ ؐ کی سنت اور امام رضاؑ کی اطاعت پر بیعت قبول کرتا ہوں اور تمہارے اوپر اس بارے میں اللہ کا عہد و پیمان ہے طلاق اور آزادی کا اور بیت اللہ (خانہ کعبہ) کی طرف جانے کا کہ تم رزق اور کھانے کا سوال نہ کرنا یہاں تک کہ تمہارے والی اس کی تم سے ابتدا کریں گے)ابن اثیر ۶/۳۸۰۔

۱۳۲ھ کوفہ میں پہلی مرتبہ عباسی خلیفہ ابوالعباس سفاح کی بیعت کی گئی اور اس طرح اعلان کیا (اے اہل کوفہ ہم ابھی تک مظلوم تھے ہم پر ستم ڈھائے جا رہے تھے ہمارا حق چھینا جا رہا تھا یہاں تک کہ خداوند عالم نے ہمارے شیعہ اہل خراسان کو کامیابی عطا کی جن کے ذریعہ ہمارے حق کو زندہ کیا اور انہیں کے ذریعے ہماری حجت تمام کی اور انہیں کے ذریعہ ہمیں حکومت دی اور انہیں کے ذریعے خدا تمہیں وہ دکھائیگا جو تم نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا۔

اور جب اس کی حکومت مضبوط ہوگئی تو وہ بھی شہروں کو تباہ کر کے لوگوں کے حقوق ضائع کرنے اور اسلام کے احکام کی مخالفت کرنے میں امویوں کی مانند ہو گئے یہاں تک کہ شریک بن شیخ المہدی نے بخاری میں یہ کہہ کر خروج کیا (ہم نے عباسیوں کی بیعت اس لئے نہیں کی کہ وہ خون بہائیں اور خلاف حق کا انجام دیں)

عباسیوں نے بھی امویوں کی طرح بیت المال کے ساتھ خوب خیانت کی۔ چنانچہ جب علی بن عیسیٰ ۱۸۳ھ میں خراسان کا والی قرار پایا اور خزانہ پر مسلط ہوا اس وقت بیت المال میں ۱۵۰۰ ایک ہزار پانچ سو اونٹ تھے اور اسی ملین درہم و دینار تھے۔ یہ رقم اور مال اس کے علاوہ تھا جس کو اس کے بیٹے عیسیٰ نے چھپایا تھا ۱۹۳ھ میں ہارون الرشید خراسان آیا جب خراسان میں رافع ابن لیث نے عباسیوں کے خلاف انقلاب کیا تو ہارون رشید نے ہرثمہ کو رافع بن لیث کے مقابلہ کیلئے بھیجا (جب رافع ابن لیث گرفتار ہو کر آئے) اس وقت ہارون نے قصاب کو بلا کر کہا اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کردے چنانچہ اس نے ویسا ہی کیا جب آپ کے ٹکڑوں کو شمار کیا گیا تو چودہ تھے۔

ہارون رشید نے قریہ (سنایا) میں حمید بن عبدالرحمٰن کے یہاں قیام کیا اور وہیں انتقال کیا اور اس قریہ میں جمادی ۱۹۳ھ میں دفن کیا گیا۔

اور ۱۸۳ھ میں جو امام کاظم کا سن شہادت ہے ہارون نے اپنے خلیفہ امین کا اعلان کیا خاص طور سے بغداد میں اس لئے کہ اس کی ماں عرب تھی تا کہ عرب اس کی جانب زیادہ مائل ہوں۔

چونکہ ماموں کی ماں فارس (مراجل) سے تھی لہٰذا اس کو ایران کا پایہ تخت (مرو) کا خلیفہ بنایا۔

ہارون رشید کی وفات کے بعد امین اور ماموں کے درمیان اختلاف ہو گیا سب سے پہلے امین نے خراسان کا خراج لینے کا مطالبہ کیا یہ امر اس طرح ۱۹۶ھ تک جاری رہا کہ مامون نے بغداد پر حملہ کر کے امین کو قتل کیا جب امین کا سر قلم کر کے مامون کے پاس لایا گیا تو سر لانے والے نے کہا (ہمیں امر تو یہ دیا گیا تھا کہ اس کو اسیر کر کے لائیں لیکن ہم سر قلم کر کے لائے ہیں) مامون نے کہا (جو گزر گیا وہ گزر گیا) البدایہ والنہایہ ۲۴۳/۲

امین کا عباسیوں کے نزدیک بہ نسبت مامون کے وقار مسلم تھا اس لئے کہ ماموں کی ماں (ام وار) یعنی ایک کنیز تھی جس کا تعلق عجم سے تھا چنانچہ ماموں عباسیوں سے کراہت کرتا اور برا سمجھنے کے لئے یہی امر کافی تھا اور دوسری جانب مامون کے زمانہ میں علوین نے انقلاب شروع کر دیا۔

۱۔کوفے میں ابن طباطبا کا انقلاب

۲۔زید بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسن بن علی جو زید النار کے لقب سے مشہور تھے کا بصرہ میں انقلاب شروع ہوا۔

۳۔حسین بن الحسن افطس نے مکہ میں غلبہ حاصل کیا۔

۴۔محمد بن سلمان بن داؤد بن الحسن بن علی نے مدینہ میں انقلاب شروع کیا

۵۔ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر نے یمن وغیرہ میں انقلاب شروع کیا۔

مامون نے عباسیوں کی مخالفت اور علویوں کی دشمنی کے پیش علویوں سے قریب ہونا شروع کیا تا کہ عباسیوں کی شورشوں سے نجات حاصل ہو اس لئے امام رضاؑ کو ولی عہد قرار دیا۔

ولی عہدی:

امام رضاؑ کی ولی عہدی کا رسمی طور پر ۲۵ رمضان المبارک ۲۰۱ھ میں اعلان کیا گیا امام کے نام سے سکہ جاری کیا گیا سیاہ پرچم کی جگہ سبز پرچم کا امر کیا گیا ابن اثیر بیان کرتا ہے (مامون نے امام رضاؑ سے عرض کی میں خود خلافت سے علیحدہ کر کے خلافت آپ کو دینا چاہتا ہوں اس بارے میں آپ کی کیا جائے ہے؟ امامؑ نے اس امر سے انکار کر دیا۔ البدایہ والنہایہ ۱۰/۲۵۰

مامون نے کہا (ہم نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ اگر مجھے کامیابی حاصل ہو تو میں خلافت آل ابو طالب میں افضل ترین انسان کے حوالے کر دونگا اور میں اس (امام رضاؑ) شخص سے بہتر و افضل کسی کو نہیں پاتا؟ مقاتل الطالبین ۳۶۳

ابن اثیر نے اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ (مامون علویوں کی جانب بہت زیادہ مائل اور احسان کرتا تھا اس کی یہ خبر مشہور ہے یہ امور اپنی طبیعت اور مزاج کے باعث انجام دیتا تھا اس میں تکلف و بناوٹ نہیں تھی)

جب امامؑ نے مامون کی عرض داشت نامنظور کی اس وقت مامون نے امامؑ سے عرض کی

(عمرؓ نے چھ لوگوں کے درمیان شوریٰ قرار دیا تھا جن میں ایک آپ کے جد (علی بن ابی طالبؑ تھے) اور عمرؓ نے یہ کہا تھا جو اس کی مخالفت کرے اس کا سر قلم کر دینا) المقاتل/۵۲۳

یہ مامون کی دھمکی اس کے شیعہ نہ ہونے کی دلیل ہے اس لئے کہ اس نے ایسے کلام سے استدلال کیا جس سے کوئی شیعہ نہیں کر سکتا پس اگر عمرؓ نے جو کہا تھا وہ خلیفہ ہونے کے اعتبار سے کہا تھا پس مامون جو خود خلافت سے علیحدہ ہو رہا ہے اس کے لئے یہ کہنے کا کیا حق ہے بلکہ اس کے لئے امامؑ کی رائے کا انتظار کرنا چاہئے تھا مامون کے اس کلام سے تمام حقیقت واضح ہو کر سامنے آ گئی امامؑ نے (بجبر و اکراہ) تسلیم کیا۔ مامون نے روز پنجشنبہ آپ کی ولی عہدی کا اعلان کیا تمام ارکان حکومت کو سبز لباس پہننے کا حکم دیا اور اعلان بیعت آئندہ پنجشنبہ کو کیا گیا۔

ابوالفرج بیان کرتا ہے (امام رضاؑ کی بیعت کے دن حکام اور قضاۃ جلسہ میں حاضر ہوئے امام رضاؑ کے لئے دو صدر مقام بنائے گئے مامون بھی حاضر ہوا دونوں صدر مقاموں کو نشست سے متصل کیا گیا سبز فرش پر امامؑ کو بٹھایا گیا آپ کے سر پر عمامہ اور پہلو میں تلوار حائل تھی مامون نے اپنے بیٹے عباس کو حکم دیا سب سے پہلے اس نے امام کی بیعت کی پھر آپ اپنے ہاتھ کو بلند فرمایا اور اس کو چہرہ مبارک پر پھیرتے پھر لوگوں کے چہروں پر مس فرماتے تھے۔

مامون نے امام سے کہا بیعت کیلئے ہاتھ بڑھایئے امامؑ نے فرمایا رسول اللہؐ اس طرح بیعت فرماتے تھے خطبا و شعرا نے امام کی فضیلت بیان کی پھر مامون نے امام سے عرض کی آپ بھی لوگوں سے کلام فرمائیں۔

امام رضاؑ نے خدا کی حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا تم لوگوں پر آنحضرتؐ کا حق ہے جس کی ادائیگی ہم پر فرض ہے پس اگر تم نے ہمارے حق کو ادا کیا ہم پر بھی تمہارا حق ادا کرنا واجب ہے۔ مامون نے امامؑ کے نام کا سکہ جاری کیا جس پر امامؑ کا نام کندہ تھا اور ہر شہر میں اس کا نفاذ کیا گیا۔

ولی عہدی کی نص:

اس تحریر کو امیر عبداللہ بن ہارون الرشید نے ابن موسیٰ بن جعفر (یعنی امام رضا) کو اپنا ولی عہد مقرر کرتے ہوئے لکھا ''اما بعد'' بلاشبہ خداوند عالم نے دین اسلام کو برگزیدہ کیا اور اس کے لئے اپنے بندوں سے رسول منتخب کیے جو خدا کے وجود پر دلالت اور اس کی جانب ہدایت کرتے ہیں جن کا پہلا بعد والے کی بشارت دیتا ہے اور آنے والا گزشتہ کی تصدیق کرتا ہے یہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت کا اختتام ہوا۔ وحی کا سلسلہ منقطع ہوا اور قیامت سے نزدیکی ہوئی آنحضرتؐ کو تمام انبیاء کا سردار قرار دیا اور سب پر آپ کو گواہ قرار دیا اور آپ پر اپنی آخری کتاب نازل فرمائی جس کے آگے پیچھے سے باطل نہیں آسکتا جو صاحب حکمت اور لائق حمد کی جانب سے نازل ہوئی ہے جس کے ذریعہ اللہ نے حلال وحرام کا حکم دیا اور امر کیا اور نہی کی تاکہ مخلوق پر اس کی جانب سے حجت بالغہ قائم ہو۔

آنحضرتؐ نے اللہ کا پیغام پہنچایا اور (لوگوں) کو اس کی جانب دعوت دی جس کا اللہ نے حکم دیا حکمت اور موعظہ حسنہ اور بہترین مجادلہ وبحث) کے ذریعہ پھر آپ نے جہاد کیا اور (کفار پر) شدت کی یہاں تک کہ خداوند کریم نے آپ کو اٹھالیا اور آپ کے لئے وہ اختیار کیا جو اس کے پاس تھا پس نبوت محمدؐ اور رسالت کے اختتام کے بعد اللہ نے دین کی ذمہ داری اور مسلمانوں کے امور کا انتظام خلافت کے ذریعہ فرمایا انہوں نے اللہ کا حق کا قائم کیا اور اس کی اطاعت کی، اس کے فرائض انجام دیئے اس کے حدود وسنن اور شرائع اسلام کا نفاذ کیا اور دشمنان خدا سے جہاد کیا پس اللہ کے خلفا پر اس کی اطاعت اس کے دین اور بندوں کی حفاظت فرض ہے اور مسلمانوں پر خلفا کی اطاعت اور خدا کے حق وعدل کے قیام میں ان کی معاونت فرض ہے اسی طرح راہوں کو ہموار کرنے لوگوں کے خون محفوظ کرنے اور ان کے درمیان اصلاح کرانے الفت ومحبت کے قائم رکھنے میں مسلمانوں پر خلفا کی کمک کرنا فرض ہے کہ جن چیزوں میں خلل واقع ہونے کے باعث

مسلمانوں کا شیرازہ بکھر جاتا ہے ان کے اور ملت کے درمیان اختلاف پیدا ہوتا ہے اور دشمن مسلط ہو جاتا ہے ملت متفرق ہو جاتی ہے دنیا اور آخرت میں نقصان ہوتا ہے لہٰذا جس کو خداوند عالم اپنی زمین میں خلیفہ اور امام مقرر فرمائے اس کا مخلوق پر حق ہے کہ وہ امور انجام دے جس میں خدا کی رضا اطاعت اور عدل ہو جو حق کے ساتھ حکم کرے اور عدل پر عمل کرے جس کا خداوند عالم نے اس کو ذمہ دار بنایا ہے خداوند عالم اپنے نبیؑ داؤد سے ارشاد فرماتا ہے۔ ترجمہ..... ''اے داؤد ہم نے تم کو زمین پر خلیفہ مقرر کیا پس تم لوگوں کے درمیان حق کیلئے حکم کرو اور خواہشات کی پیروی نہ کرنا کہ (تمہارا یہ عمل) تم کو راہ خدا سے گمراہ کر دیگا یقیناً جو (لوگ) خدا کی راہ سے گمراہ ہوئے ہیں ان کے لئے سخت ترین عذاب ہے۔ جس کو وہ بھولے ہوئے ہیں قیامت کے روز سوال ہوگا''

ترجمہ..... ''تمہارے پروردگار کی قسم ہم ان تمام (لوگوں) سے ضرور بالضرور سوال کریں گے جو وہ انجام دیتے تھے..... الخ

اس مقام پر عہد جس کی روایت ابی العباس احمد بن علی القلقشندی متوفی ۸۱۳ھ نے صبح الاعشیٰ ص ۹/۳۶۴ میں کی تھی تمام ہوا اور اضافہ کرتے ہوئے کہا مامون نے اپنے فرزند اور اہل خانہ اور عمال حکومت کو امامؑ کی بیعت کیلئے بلایا سب نے امیر ہارون کی اطاعت کرتے ہوئے بخوشی و رغبت امامؑ کی بیعت کی اور امامؑ کا اسم گرامی (الرضی) قرار دیا اس لئے کہ امیر ہارون آپ سے راضی اور خوش تھا پہلے اس کے اہل خانہ میں تمام افراد نے بیعت کی اور اہل شہر میں تمام لوگوں نے پہلے فوجیوں اور افسران سب نے امام کی بیعت کی۔ امامؑ کو سلطان کا لقب دیا گیا اسی لقب کی آج تک پیروی اور متابعت کی جاتی ہے اس متابعت کے اور بہت سے آثار ہیں انہیں عادت اور رسومات میں یہ ہے کہ مشہد میں (نقار خانہ) ہے یعنی ہر روز آفتاب کے طلوع اور غروب کے وقت نقارہ بجایا جاتا ہے اس طرح جب کوئی اہم حادثہ وقوع ہوتا ہے اس وقت بھی نقارہ بجایا جاتا ہے۔

مذکورہ فعل کا سبب یہ ہے کہ یہ خلفا اور بادشاہوں کا طریقہ تھا اور جب امامؑ خلیفہ کے ولی عہد مقرر ہوئے اس وقت بھی اس رسم پر عمل کیا گیا جیسا کہ آج بھی لشکر کی قیادت کے وقت اس رسم پر

عمل کیا جاتا ہے امام رضاؑ کی بیعت ہو جانے پر بغداد میں موجود عرب عباسی گروہ نے مخالفت شروع کی۔ انہوں نے جوابی کارروائی اس طرح انجام دی کہ مامون کو برطرف کر کے اس کے چچا ابراہیم بن المہدی عباس کی ۵ محرم ۲۰۲ھ میں بیعت کی اس خبر کے پہنچتے ہی ماموں نے اس امر کو ختم کرنے کیلئے عراق کا سفر کیا تا کہ معاملہ کا تصفیہ کر سکے درحقیقت فضل بن سہل اور اپنے ولی عہد امام رضاؑ کا تصفیہ کرنا مقصود تھا جس اقدام کا تقاضا یہ تھا کہ عرب گروہ کو راضی کیا جائے یعنی ان عناصر سے چھٹکارا پائے جنہوں نے اس کو مصیبت میں مبتلا کر دیا تھا جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ امام رضاؑ کو اپنا خلیفہ بنانا۔

۲۔ اہل فارس کی فضیلت کا اعتراف مذکورہ دونوں امور سے چھٹکارا پانے کی کیفیت اور اسباب میں مختلف روایات ہیں اہم ترین بات یہ ہے دونوں افراد فضل بن سہل اور امام رضاؑ کی وفات مختصر فاصلہ کے ساتھ واقع ہوئی چنانچہ فضل بن سہل مقام سرخس میں ایک حمام میں قتل کیا گیا اور امام رضاؑ کی ۲۰۲ھ میں طوس میں شہادت واقع ہوئی اور دونوں کی وفات کے بعد مامون بغداد واپس آیا۔

شہادت امام رضاؑ:

امام رضاؑ کی ولی عہدی کے بعد جو واقعات پیش آئے بہت اہم ہیں مثلاً امامؑ کی بلاواسطہ سیرت جو سیرت نبیؐ کا نمونہ تھی کا اس وقت کے سماج پر غیر معمولی اثر ہوا اس وقت رائے عامہ امامؑ کی سیرت اور عباسی خلفاء کی سیرت کے درمیان موازنہ اور مقارنہ کر رہی تھی۔ عباسی خلیفہ خود کس طرح کی پرکیف زندگی گزارتے تھے۔

امامؑ کا حکومت وقت کی سیاست پر بھی اثر ہوا جس نے مامون کو تسلیم کرنے پر مجبور کیا یا کم از کم بعض چیزوں پر اس نے اظہار عقیدہ کیا جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ افضلیت علی بن ابی طالبؑ

۲۔ حکم قرآن

۳۔ اختیار (بمقابلہ جبر)

۴۔ حلیۂ متعہ

امامؑ آنحضرتؐ کی سنت کے عملی نمونے پیش فرما کر ہر مناسب موقع پر مامون کی سیاست کے غلط رویہ کو طشت از بام کرتے اور باطل ثابت فرماتے تھے۔

امامؑ اور مامون کے درمیان حالات رفتہ رفتہ کشیدہ ہوتے رہے یہاں تک کہ امامؑ کو اپنی شہادت کے جلد ہی واقع ہونے کا یقین ہو گیا۔

امامؑ کو جب اپنی شہادت کا خطرہ لاحق ہوا اس وقت حضرت نے پیش کش کی جیسا کہ طبری میں ۷/۱۴۷ موجود ہے۔

امامؑ نے مامون سے کہا لوگ اس طرح کئی حصوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ کچھ لوگ عراق حسن بن سہل کے ساتھ ہیں کچھ لوگ خراسان میں اس کے بھائی فضل بن سہل کے ساتھ ہیں اور میرا معاملہ تیرے بعد کا ہے۔

تذکرہ الخواص میں اس طرح ہے (حضرتؑ نے مامون سے فرمایا اے امیر تیرے لئے نصیحت ضروری ہے مومن کے لئے فریب دینا جائز نہیں عامہ اس فعل سے کراہت کرتے ہیں جو تم میرے ساتھ پیش آئے اور خاصہ فضل بن سہل کو برا سمجھتے ہیں تمہارے لئے حالات کی درستی لازمی ہے تاکہ عامہ اور خاصہ دونوں ٹھیک ہو جائیں۔

امام رضاؑ نے جب دیکھا کہ مامون کا ارادہ قتل امام کے بارے میں مصمم ہو چکا ہے اس وقت آپ نے ولی عہدی سے استعفیٰ دیدیا۔

مامون اپنے حق میں دونوں افراد امامؑ اور فضل بن سہل کے وجود کو بہتر نہیں سمجھتا تھا جیسا کہ تاریخ کا بیان ہے کہ فضل بن سہل کو دھوکے سے حمام میں قتل کیا گیا یا کسی دوسرے کے حکم سے قتل کیا گیا اور امام رضاؑ نے طوس میں اس وقت شہادت پائی جب مامون نے ولی عہدی کے انجام پانے

کے بعد بغداد کا سفر کیا اس میں شک نہیں کہ مامون کا مذکورہ حالات سے چھٹکارا پانا ایسی چیز ہے جو ایسے موقع پر کسی بھی خود خواہ و جابر ظالم کی طبع کے عین مطابق ہے اسی لئے امام کو راستے سے ہٹانے کیلئے اس نے اقدام کیا۔

شیعوں کے علاوہ خلاصہ تہذیب الکمال میں سنن ابن ماجہ سے اس طرح روایت کی کہ (امام رضاؑ کی شہادت طوس میں زہر کے سبب ہوئی) اور ابن خلکان سے روایت ہے (آپ نے انگور تناول فرمائے تھے اور کہا گیا ہے کہ انگوروں میں زہر ملا تھا جو آپ کی شہادت کا سبب بنے) الوفیات ۲/۴۳۲

ابوالفرج اصفہانی ابوصلت ہروی سے روایت کرتے ہیں (امامؑ کی عیادت کیلئے مامون آیا اس نے دیکھا کہ آپ کی جان کنی کا عالم ہے مامون نے گریہ کرتے ہوئے کہا اے برادر مجھ پر تمہارا امر بہت شاق ہے آپ کی زندگی سے میری امیدیں وابستہ تھیں لوگ کہیں گے کہ ہم نے آپ کو زہر دیا ہے حالانکہ میں اس فعل سے بری ہوں امام نے ارشاد فرمایا اے امیر تم نے سچ کہا تم خدا کی قسم بری ہو۔

اس طرح ظاہر یہ ہوتا ہے کہ امامؑ نے مامون سے استہزا فرمایا آپ کا مقصد ہے کہ مامون نے براہ راست زہر خود نہیں دیا تھا بلکہ اس نے حکم کیا تھا اس طرح امامؑ نے مامون کے بذات خود زہر دینے سے بری کیا ایسا ہرگز نہیں ہے کہ آپ نے سبب سے بھی بری کیا ہو اور یہ پہلی بار نہ ہوا جس کی جانب امام نے اشارہ فرمایا بلکہ آپ اس کو شروع ہی سے آگاہ فرماتے رہے جس وقت کہ حضرت مدینے میں تھے جیسا کہ ''درالنظم شامی'' کی کتاب میں امامؑ کی روایت ہے حضرت نے ارشاد فرمایا (جب ہم نے خراسان آنے کا ارادہ کیا تو اپنے اہل و عیال کو جمع کیا اور انہیں حکم دیا کہ مجھ پر گریہ کریں تاکہ میں ان کی آواز کو سنوں پھر ہم نے ان کے درمیان بارہ ہزار دینار تقسیم کئے اور کہا اب میں اپنے اہل و عیال میں واپس نہیں آؤنگا پھر میں ابوجعفر جواد (محمد تقی) کو مسجد میں لے کر آیا اور اپنے بیٹے کا ہاتھ آنحضرتؐ کے تعویز قبر پر رکھا اور حضرت کے حوالے کیا اور اپنی تمام اولاد

کو (محمد تقیؑ) کی اطاعت اور تسلیم کرنے اور مخالفت نہ کرنے کا حکم دیا اور انہیں بتلایا کہ میرے بعد میرا قائم مقام یہ (محمد تقیؑ) ہیں۔

عبدالکریم بن طاؤس سے اس طرح روایت کی گئی جب مامون نے امام رضاؑ کو مدینہ سے خراسان طلب کیا آپ مدینہ سے بصرہ کی جانب تشریف لائے کوفہ نہیں گئے پھر بصرہ سے بغداد کوفہ کے راستے تشریف لائے پھر وہاں سے قم (المقدسہ) تشریف لائے اہل قم نے آپ کا استقبال کیا جن میں سے ہر ایک شخص یہی چاہتا تھا کہ آپ میرے یہاں تشریف لائیں۔ امامؑ نے ارشاد فرمایا اس امر پر میرا اونٹ مامور ہے جس کے دروازہ پر بیٹھ جائے چنانچہ حضرت کا اونٹ ایک گھر کے دروازہ پر بیٹھ گیا صاحب خانہ نے اس شب خواب میں دیکھا تھا کہ کل امام رضاؑ اس کے مہمان ہوں گے۔ ابھی اس واقعہ کو کچھ ہی مدت گزری تھی کہ وہ گھر بلند مرتبہ ہو گیا جو ہمارے زمانہ ۱۳۸۵ھ میں مدرسہ کی شکل میں ہے اور مدرسہ رضویہ کے نام سے مشہور ہے۔

امام رضاؑ سے روایت ہے آپ نے ارشاد فرمایا میں عنقریب زہر سے مظلوم شہید کیا جاؤنگا اور ہارون کے پہلو میں مجھے دفن کیا جائیگا اور خداوند عالم میری قبر کو میرے شیعوں کی زیارت گاہ قرار دیگا۔ پس جس نے غربت میں میری زیارت کی وہ مجھ سے قیامت کے روز ملاقات کرے گا۔

اس ذات پاک کی قسم جس نے محمدؐ کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور تمام انبیاء پر انہیں برگزیدہ کیا تم میں سے جو شخص بھی میری قبر کے نزدیک دو رکعت نماز پڑھے گا خداوند عالم کی بخشش کا مستحق ہو جائیگا۔ جس دن اس سے ملاقات کریگا اور اس ذات گرامی کی قسم جس نے محمدؐ کے بعد، ہمیں امامت سے سرفراز فرمایا اور وصایت سے مخصوص فرمایا بے شک میری قبر کے زوار روز قیامت خداوند عالم کے نزدیک تمام زوار میں مکرم ترین ہوں گے۔

امام جوادؑ (محمد تقیؑ) نے ارشاد فرمایا جس شخص نے میرے والد کی معرفت کے ساتھ زیارت کی اللہ نے اس کی جنت کی ضمانت لی ہے اور اس طرح حضرت نے ارشاد فرمایا جس نے میرے والد کی قبر کی زیارت کی اس پر جنت واجب ہے امام محمد تقیؑ نے ارشاد فرمایا جس نے

میرے والد کی قبر کی طوس میں زیارت کی خداوند عالم اس کے گزشتہ اور آئندہ گناہ بخش دیگا ابن مہزیار بیان کرتا ہے میں نے امام جواد (محمد تقیؑ) سے عرض کی میں آپ پر قربان ہو جاؤں امام رضاؑ کی زیارت افضل ہے یا ابا عبداللہ الحسین بن علیؑ کی زیارت حضرت نے ارشاد فرمایا میرے بابا کی زیارت افضل ہے اس لئے کہ امام حسینؑ کی زیارت تمام لوگ کرتے ہیں میرے بابا کی زیارت صرف خاص شیعہ ہی کرتے ہیں۔

امام علی نقیؑ نے ارشاد فرمایا جس کی حاجت مجھ سے وابستہ ہو پس اس کو طوس میں میرے جد کی زیارت اس طرح کرنا چاہئے کہ (پہلے) غسل کرے اور بالائے سر دو رکعت نماز پڑھے اور خداوند عالم سے اپنے قنوت میں خصوصیت کے ساتھ دعا کرے اس کی دعا قبول ہوگی جب تک کہ دعا میں گناہ اور قطع رحم کے بارے میں سوال نہ کیا گیا ہو (میرے جد) کی قبر کا مقام جنت کے حصول میں ایک حصہ ہے کوئی مومن اس کی زیارت نہیں کرتا مگر یہ کہ خداوند عالم اس کو جہنم سے آزاد کرتا ہے اور ہمیشہ رہنے والے مقام (جنت) میں داخل فرماتا ہے۔

تاریخ مزار:

اے شہر طوس میں موجود قبر (یعنی امام رضاؑ) خداوند عالم تجھ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اے شہر طوس تیرے اندر کس قدر خوبیاں ہیں۔

مشہد مقدس ایران کا شہر ہے جو طوس اور مشہد الرضا کے نام سے مشہور ہے یعنی شہر پر امامؑ کا اسم مبارک غالب آگیا ہے جو تہران (ایران کے پایہ تخت) سے ۹۲۴ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے مقاتل الطالبین میں اس طرح وارد ہوا ہے (امامؑ کی قبر بنانے سے قبل وہاں مامون آیا اور اس نے حکم دیا کہ حضرت کی قبر میرے باپ (ہارون) کے پہلو میں بنائی جائے۔

تمام مصادر (روایات) اس امر پر متفق ہیں کہ امام رضاؑ کو اس قبر میں دفن کیا گیا کہ حمید بن قحطبہ الطائی کے گھر میں جس قبر میں ہارون کو دفن کیا گیا تھا اور اس طرح ظاہر ہوتا ہے ہارون رشید کی

قبر پر قبہ اس کے بیٹے مامون نے بنوایا تھا۔

چونکہ مامون سیاست مدن سے واقف تھا (وہ امام رضاؑ کو اپنے باپ ہارون رشید کے پہلو میں دفن کر کے اپنے باپ کی قبر کے آثار باقی رکھنا چاہتا تھا اور وہ تاریخ کے ظالموں اور سرکشوں اور آمروں کی تاریخ سے بھی واقف تھا کہ کچھ ہی عرصہ بعد ان کا نام نشان دنیا سے ہمیشہ کیلئے ختم ہو جاتا ہے۔ اس طرح سے امامؑ کی شخصیت کو اپنے باپ ہارون کی بقا اور شہرت کا ذریعہ بنانا چاہا لیکن وہ اس امر سے غافل تھا کہ حق ہمیشہ بلندی رہتا ہے اس پر کوئی بلندی حاصل نہیں کر سکتا اور حق کی طاقت کے سوا کسی کی شاہی باقی رہنے والی نہیں ہے۔ جب دنیا کا سلطان مر جاتا ہے تو اس کی شاہی و جبروت اس کے ساتھ دم توڑ دیتی ہے اور حق کی شاہی باقی رہتی ہے وہی حقیقی حاکم ہے جب زمانہ نے عباسی قوت کو ختم کر دیا تو مرقد امامؑ ہی تنہا مزار ہے یہاں تک کہ شہر مشہد بھی شہر امام رضاؑ ہی کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے اور تاریخ کے دامن میں ہارون کا نام سننے کو بھی نہیں ملتا لہٰذا شاعر اہلبیت حضرت دعبل خزاعی کہتے ہیں۔

ترجمہ..... ''شہر طوس میں دو قبریں ہیں جن میں ایک بہترین خلائق کی قبر ہے اور دوسری قبر مخلوقات میں سے بدترین انسان (ہارون) کی قبر ہے یہ مقام عبرت ہے''۔

پاکیزہ شخصیت (امامؑ) کے نزدیک ہونے سے نجاست نے ذرہ برابر فائدہ حاصل نہیں کیا نہ ہی پاکیزہ ہستی کے لئے نجاست کے قریب ہونے پر کوئی نقصان وضرر ہے۔

یہ شہر عربی عجم اور لغات میں بھی صرف طوس اور مشہد ہی کے نام سے پہچانا جاتا ہے جس کو یاقوت حموی نے (مشہد رضوی) سے تعبیر کیا ہے واضح رہے کہ یہ امام کی قبر ہے نہ کہ خلیفہ کی قبر کسی زمانہ میں ایک قریہ تھا لیکن آج کے زمانہ میں اہلبیتؑ کے اہم مزارات سے ایک مزار ہے جہاں دور دراز علاقوں سے زائرین آتے ہیں۔

اس مقام پر ہم اس جگہ کا تاریخی طور پر خلاصہ تحریر کر رہے ہیں کہ جہاں امامؑ کا روضہ ہے امامؑ کی شہادت سے قبل اس مقام پر حمید بن قحطبہ الطائی کا مکان تھا جو کسی جنگ میں مارا گیا چنانچہ ایک

بلند مکان باقی رہا جب ۱۹۳ھ خراسان میں ہارون کی وفات ہوئی اس کو اس مقام پر دفن کیا گیا اور قبر پر قبہ بنادیا گیا جس کو قبہ ہارونیہ کا نام دیا گیا۔ ۳۸۰ھ میں امیر سبکتگین کے ہاتھوں یہ قبہ مکمل طور سے مسمار ہوا۔ سلطان محمد بن سبکتگین نے اس مقام پر امامؑ کا روضہ تعمیر کرایا پھر اس کے بیٹے مسعود نے عمارت کا بعض حصہ تعمیر کرایا اور امامؑ کی قبر مطہر پر سونے کی ضریح رکھوائی اور جن لوگوں نے امامؑ کے قبر کی تعمیر میں مدد کی ان میں شیعہ وزیر ابو طاہر قمی بھی شامل ہیں جو سب کے آخر میں امامؑ کے جوار میں دفن ہوئے دوسری مرتبہ مغلوں کے زمانہ میں اس روضہ کو مسمار کیا گیا اور قبہ کے سوا کچھ باقی نہیں رہا جس کی تعمیر سلطان محمد خدابندہ کے حکم سے کی گئی جس کو مشہور سیاح ابن بطوطہ جس نے ۷۳۳ھ میں مشہد کی زیارت کی اس طرح بیان کیا ہے وہ کہتا ہے (اس مقام پر ایک خوبصورت قبہ و مدرسہ اور بڑی مسجد ہے اس عمارت کی زمین اور دیواروں پر خوبصورت کاشی کا کام ہے قبر پر چاندی کی ضریح دروازوں پر سونے کا ملمع ہے چھت پر سونے اور چاندی کے قندیل آویزاں ہیں ہر طرف ریشم کے پردے لگے ہوئے ہیں) اس کے بعد سے قبر شریف کو کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے بلکہ زوار کے ہدایا امرا اور حکام کے عطیات خاص طور پر سے صفوی بادشاہوں کے عطیات میں اضافہ ہوتا رہا بالخصوص شاہ عباس کبیر جس نے ۱۰۱۰ھ میں قبر پر سونا لگوایا جس کا کام ۱۰۱۶ھ میں تمام ہوا۔

ضریح مقدس اس وقت عمارت کے درمیان میں ہے اور جو عمارت ضریح کے اطراف میں ہے اس میں قدیم صحن ہے جدید صحن مسجد گوہر شاد اور رواق شامل ہے اور جس اراضی پر ضریح مقدس اور عمارت تعمیر ہے اس کی حدود ۴۰۰۰۰ ہزار مربع میٹر ہیں جس میں ۵۰۴۰ میٹر پر ضریح اور رواق بنے ہیں ۴۹۵۰ مربع میٹر میں جدید صحن ہے اور ۱۵۰۷ میٹر مربع میں مسجد گوہر شاد ہے ۸۰۰۰ میٹر مربع میں ایک عمارت ہے جس میں موزہ آستان رضوی (یعنی امامؑ) کے نام سے میوزم بنا ہے۔

ضریح کے اندرونی حصے میں بیش قیمت نقاشی اور مخطوطات موجود ہیں مرقد مطہر پر قبہ بنا ہے جس کی بلندی ۳۱ میٹر ہے قبہ کا بیرونی حصہ قاشانی سے بنا تھا ۹۳۲ھ تک اسی طرح رہا اور اسی سال شاہ طہماسب نے سونے کا قبہ بنوایا اس طرح ایک مینارہ سونے کا بنوایا اور مرقد پر سونے کی ضریح

بنوائی لیکن یہ تمام سونا امیر عبدالمومن خان ازبکی کے عہد میں ازبکی جنگ میں لوٹ لیا گیا۔

اس زمانہ سے ۱۰۱۰ھ تک روضہ کی حالت ایسی برقرار رہی چنانچہ اسی سال شاہ عباس کبیر اصفہان سے حرم مطہر کی زیارت کیلئے آیا حرم کے مشرق جانب جدید صحن ہے جس کی لمبائی ۸۵ میٹر اور چوڑائی ۵۴ میٹر ہے اور فتح علی شاہ قاچاری کے عہد میں ۱۲۳۳ھ قاشانی کے ذریعہ تزئین کاری ہوئی جو ۱۲۶۰ھ میں محمد شاہ کے عہد میں مکمل ہوئی اسی طرح اس صحن کا ایوان سونے کا ہے جس کو فتح علی شاہ نے شروع کیا اور ناصر الدین شاہ نے سونا لگوایا حرم مطہر پر دو عدد گلدستہ اذان ہیں جن میں ایک صحن کے جنوبی جانب اور دوسرا شمالی جانب واقع ہے جن میں سے ایک گلدستہ شاہ طہماسب صفوی نے بنوایا اور اس پر سونے کا کام نادر شاہ نے کروایا۔

سیاح ابن بطوطہ نے امامؑ کے مزار کی اس طرح تعریف کی ہے۔

''مشہد مکرم پر عظیم قبہ بنا ہے جس کے داخلی زاویہ میں نزدیک ہی مدرسہ اور مسجد ہے جو تعمیری اعتبار سے بہت خوبصورت ہیں دیواروں پر قاشانی کا کام بنا ہے قبر پر لکڑی کا صندوق ہے جو چاندی کے غلاف سے منڈھا ہوا ہے جس کے نیچے چاندی کے قندیل آویزاں ہیں قبہ کا دروازہ چاندی کا ہے دروازہ پر ریشم کا پردہ ہے جس پر سونے کا کام بنا ہے اور اس قبر کے سامنے ہارون رشید کی قبر ہے جس پر صندوق ہے اور شمعدان رکھے ہیں جب کوئی رافضی زیارت کیلئے آتا ہے تو ہارون کی قبر پر ٹھوکر مارتا ہے اور علی رضا پر سلام کرتا ہے۔

مشہد اور مزار پر عنایتوں کا سلسلہ بدستور جاری رہا خاص طور سے صفوی عہد میں بادشاہ روضہ کی زیارت کرنے پا پیادہ آئے تھے جیسا کہ ''کتاب القبہ'' میں وارد ہوا ہے اور جس کو محدث قمی نے نقل کیا ہے جس کی نص اس طرح ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ خداوند عالم کی عظیم توفیقات سے ہے کہ اس نے سلطان اعظم مولا ملوک العرب وعجم پاک وپاکیزہ نبوی نسب اور روشن حسب اور اس روضہ مبارک کے خدام کے قدموں کی خاک اس ملکوتی منور روضہ کے زوار لاہوتی کے قدموں کی خاک اپنے اجداد معصومین

علیہم السلام کے آقا کو مروج کرنے والے سلطان ابن سلطان ابوالمظفر شاہ عباس حسینی موسوی صفوی بہادر خان کو یہ شرف وسعادت بخشی کہ وہ اپنے پایہ تخت اصفہان سے حرم مطہر کی زیارت کیلئے پیدل چل کر آیا اور اپنے خالص مال سے قبہ مبارک کو ۱۰۱۰ھ میں مزین کیا جس کا کام ۱۰۲۶ھ میں مکمل ہوا۔

روضہ مبارک پر آخری ظلم اس وقت ہوا جب روس نے ۱۳۳۰ھ ۱۰ ربیع الاول میں توپ کے ذریعہ حملہ کیا جس کا تذکرہ سید حسن الصدور اقدس نے اپنے اجازہ کبیرہ جو آغا بزرگ طہرانی" کے لئے تحریر فرمایا کے حاشیہ پر کیا ہے عبارت اس طرح ہے (الحمد للہ اس پروردگار کے لئے تمام حمد مخصوص ہے جس کے حساب کرنے میں اس (خدا) کے سوا کسی میں قدرت وطاقت نہیں ہے اور درود ہو اس کے رسول اور آپ کی آل پر جس کا احاطہ خدا کے بغیر کوئی نہیں کر سکتا یقیناً اس سال ۱۳۳۵ھ میں خداوند عالم نے روس کی حکومت سے حرم رضوی (کی اہانت اور بربادی کا) بدلہ لیا جبکہ اس کے مرد اور بادشاہ قتل کیے گئے ان کے اتحاد اور اتفاق کو منتشر اور برباد کردیا اور ان کے درمیان عذاب نازل کیا یہاں تک کہ وہ متفرق ہو کر علیحدہ علیحدہ قبیلوں میں تقسیم ہو گئے اب ان کی حمیت نہیں رہی حالانکہ سب سے مضبوط اور قوی حکومت تھی آج ان سے زیادہ کوئی کمزور نہیں ہے ریاستیں تقسیم ہو گئیں اس کے باوجود بھی آپس میں ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں۔ اے صاحبان بصیرت جبار (خدا) کے عذاب اور اس کے انتقام سے نصیحت حاصل کرو اور ۱۳۳۰ھ سے آج جبکہ آخر ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ تک ان کے درمیان اختلاف باقی ہے اور ان کی حالت اس انتہا کو پہنچی جس کا کسی قلب بشر میں نہیں ہو سکتا تھا۔

والحمد للہ رب العالمین

اس میں شک نہیں کہ اس مقدس شہر (مشہد مقدس) کی تاریخ اصلاحی حادثات سے بھری ہوئی ہے اور مرکزیت کے اعتبار سے بھی اس حیثیت سے کہ آج تک شیعوں کا مرکز ہے اور لاکھوں زائرین کی اسلامی عدالت کی آواز بلند ہونے کا مرکز ہے۔

مشہد کے اطراف:

۱۔ مشہد کے گرد خواجہ ربیع بن خثیم کا مقبرہ ہے جو عادل ثقہ اور مومنین وصالحین کے درمیان صاحب خیر ہیں ان کو امیر المومنینؑ نے ''ری'' کا گورنر مقرر فرمایا تھا جس کے سبب آپ صفین کی جنگ میں شریک نہیں ہو سکے۔

۲۔ شیخ العارف شیخ محمد پیر پالاندوز کی قبر ہے جنہوں نے ۹۸۵ھ میں مشہد میں وفات پائی۔

۳۔ خواجہ اباصلت ھروی ۲۳۶ھ (کی قبر ہے) آپ کا نام عبدالسلام بن صالح ہے شیخ محمد طہ نجف اس طرح بیان کرتے ہیں۔ (ابوصلت ہروی) حدیث کے بیان کرنے میں صحیح ہیں امام رضاؑ کی وفات سے متعلق آپ کی کتاب ''وفاۃ الرضاؑ'' ہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے کہا رازی بیان کرتا ہے کہ ابوصلت ہروی حدیث پر امین ہیں۔ آل رسول صلعم کے محب اور انہیں کے دین اور مذہب پر تھے۔

قم المقدسہ:

ایران کے پایہ تخت طہران سے ۱۵۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر قم شہر ہے ایران میں مشہد مقدس کے بعد دوسرا مقدس شہر قم سمجھا جاتا ہے۔

شہر قم اشعریین نے آباد کیا اس لئے عام طور سے وہاں کے لوگوں نے شیعوں پر دباؤ ڈالے ہوئے تھے خاص طور سے شیعیان کوفہ پر عرصہ حیات تنگ کئے ہوئے تھے۔ ۸۳ھ سے ۹۴ھ تک یہ صورت حال رہی اور ایران میں سب سے پہلے مذہب تشیع اسی مقام سے پھیلا جن میں عجمی اور عربی دو قسم کے علاقے تھے۔ عجمیوں کو (کومیزان) اور عربوں کو (عربستان یا حسین آباد) کہا جاتا تھا یہاں تک کہ ۱۳۹ھ تک یہی سلسلہ جاری ہے۔

جب سے اس مقام پر سیدہ معصومہ فاطمہ بنت الامام موسیٰ کاظم یہاں تشریف لائیں اس وقت سے آپ کے تقوی اور پرہیزگاری کے سبب یہ شہر معصومہ قم کے نام سے مشہور ہو گیا شہزادی

فاطمہ قم اپنے بھائی امام رضا سے ملاقات کے لئے مدینہ سے مرو تشریف لائیں تھیں۔

حسن بن محمد قمی کی کتاب تاریخ قم میں اس طرح موجود ہے (قم کے بزرگ لوگوں نے اپنے آباؤ اجداد سے ہمیں خبر دی کہ جب امام رضا کو ۲۰۰ھ میں ولی عہدی کے لئے مامون نے مدینہ سے مرو بلایا آپ کی بہن فاطمہ ۲۰۱ھ میں آپ سے ملاقات کرنے کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئیں جب مقام سادہ پر پہنچیں تو مریض ہو گئیں اس وقت آپ نے سوال کیا یہاں سے قم کا فاصلہ کتنا ہے لوگوں نے بتایا ۱۰ دس فرسخ (تقریباً ساٹھ کلومیٹر) آپ نے فرمایا مجھے قم لے چلو چنانچہ لوگ آپ کو قم لیکر آئے اور موسیٰ بن خزرج بن سعد الاشعری کے گھر پر پہنچایا (تاریخ قم کے مصنف حسن بن محمد قمی کہتے ہیں بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ جب آپ کے پہنچنے کی خبر قم پہنچی تو قم کے بزرگ افراد آپ کے استقبال کو بڑھے جن میں موسیٰ بن خزرج پیش پیش تھے جب موسیٰ بن خزرج شہزادی کے نزدیک آئے تو آپ کے ناقہ کی مہار پکڑی اور اپنے گھر لے کر گئے شہزادی وہاں ۱۷ روز مقیم رہیں اور وہیں انتقال فرمایا موسیٰ نے آپ کے غسل و کفن کا انتظام کیا نماز پڑھی اپنی زمین میں دفن کر دیا جس مقام پر آپ کا روضہ مقدس ہے اور اس پر بوریہ کا ایک حجرہ بنوایا یہاں تک کہ زینب بنت محمد بن الجوادؑ (یعنی امام محمد تقیؑ کی پوتی) نے قبہ بنوایا کہتے ہیں کہ جس محراب میں شہزادی معصومہ قم نماز پڑھتی تھیں وہ آج بھی موسیٰ بن خزرج کے گھر میں موجود ہے لوگ زیارت کرتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ آپ کی تاریخ ولادت ۱/۱۸۳ھ ذوالقعدہ اور تاریخ وفات ۱۰ ربیع الثانی ۲۰۱ھ ہے۔

قبر شریف کے کتبہ پر خط کوفی میں لکھا ہے جیسا کہ رہنمائی قم میں بھی وارد ہوا ''فاطمہ بنت موسیٰ نے ۲۰۱ھ میں وفات پائی اس کتبہ کو محمد طاہر بن ابی الحسن نے تحریر کیا۔ مظفر بن احمد بن اسماعیل نے صندوق (قبر) ہدیہ کیا جس کو ۶۵۲ھ ۲ رجب المرجب میں محمد بن طاہر نے بنایا۔

قم المقدسہ کی فضیلت میں ائمہ علیہم السلام کے کافی ارشادات موجود ہیں۔ امام جعفر صادقؑ

نے ارشاد فرمایا جب (ملکوں) اور شہروں میں فتنہ عام ہو جائے اس وقت تم کو قم کے اطراف و جوانب میں رہنا چاہیے اس لئے کہ ہر طرح کی مصیبت قم سے دور رہے گی۔

اور اسی طرح ارشاد فرمایا بلاشبہ اللہ کا حرم ہے جو مکہ ہے اور رسول کا حرم ہے جو مدینہ ہے اور امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کا حرم ہے جو کوفہ ہے اور ہمارے لئے حرم ہے جو قم (المقدسہ) شہر میں ہے جس میں عنقریب ہماری اولاد سے ایک دختر دفن ہوگی جس کا نام فاطمہ ہوگا پس جو اسکی زیارت کریگا اس پر جنت واجب ہے ہوگی۔

لہٰذا شہزادی معصومہ قم کی زیارت میں کافی تاکید وارد ہوئی ہے۔

امام رضا نے ارشاد فرمایا جس نے (معصومہ قم) کی معرفت کے ساتھ زیارت کی اس کے لئے جنت واجب ہے۔

امام محمد تقیؑ نے ارشاد فرمایا جس نے قم میں میری پھوپی کی زیارت کی اس پر جنت واجب ہے حدیث میں (معرفت) کی قید میں زیارت کے شروط اور اسلامی حقائق سے وابستگی کا راز مضمر ہے۔

تاریخ مزار:

زینب بنت امام جوادؑ ۲۵۶ھ میں آپ کی زیارت کیلئے قم تشریف لائیں اس وقت آپ نے معصومہ قم کی مرقد کی تعمیر کرائی۔

اور ۳۵۰ھ میں ابوالحسین زید بن حمد بن بحر الاصفہانی نے نئی عمارت تعمیر کرائی۔

۴۲۹ھ میں ابوالفضل عراقی (عہد سلجوقی) نے جدید تعمیر کرائی ۹۲۵ھ میں شاہ اسمٰعیل صفوی نے از سر نو تعمیر کرائی اور اسی صفوی عہد حکومت میں مرقد شریف پر کافی توجہ دی گئی اور صفوی بادشاہ مسلسل زیارت کیلئے حاضری دیتے اور انہوں نے شہزادی کے جوار میں اپنے جنازہ دفن کئے جانے کی وصیت بھی کی جس میں حسب ذیل بادشاہ دفن کئے گئے۔

۱۔ ۱۰۵۲ھ میں شاہ صفی جو سب سے پہلا بادشاہ تھا دفن کیا گیا۔

۲۔ ۱۰۷۷ھ میں شاہ عباس (دوم) دفن کیا گیا۔

۳۔ ۱۲۱۵ھ میں شاہ سلطان حسین دفن کیا گیا۔

فتح علی شاہ (دوم) ملوک قاچاری سے تھا جس نے قبر مطہر اور قبہ پر سونا چڑھوایا جس کا کام ۱۲۱۳ھ میں مکمل ہوا جو ابھی تک باقی ہے۔

مرقد شریف کے حدود ۲۰×۹۰×۱۰۲ میٹر ہے جس کی بلندی پر قبر کا کتبہ ہے جس پر خط کوفی میں آیات قرآنی تحریر ہیں جس کا ۳/۱ ایک تہائی حصہ حسب ذیل ہے۔

عبد ضعیف محتاج رحمت وبخشش پروردگار مظفر بن احمد بن اسمٰعیل بن وزیر مشہد معین الدین احمد بن فضل محمود نے رضائے پروردگار کے حاصل کرنے کے لئے اس عبارت کو تحریر کرنے کا حکم دیا جس کو ابوزید نے ۲؍رجب المرجب ۶۰۲ھ میں تحریر کیا مرقد کی تختی پر دوسری عبارت بھی تحریر ہے جس کو پڑھا جاسکتا ہے عبارت اس طرح ہے (کتبہ وعملہ محمد بن ابی طاہر بن ابی الحسین)

مرقد اور اس کے اطراف کے حدود ۳۵۲۷ میٹر ہیں جس میں مسجد شامل ہے جس کی تعمیر اپنے وقت کے مرجع السید بروجردی نے (مسجد اعظم) تعمیر کرائی قم المقدس اور اس کے اطراف میں سادات اور بزرگ ہستیوں کے مزارات ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ علی بن جعفر صادقؑ کی قبر شریف ہے۔

۲۔ امام محمد تقیؑ کے فرزند سید موسیٰ مبرقع کی قبر ہے جن کی وفات ۲۲/ ع ۲/ ۲۹۶ھ میں واقع ہوئی محدث نوری کی کتاب ''البدر المشعشع'' میں مذکور ہے۔

۳۔ شیخ علی بن بابویہ صدوق متوفی ۳۲۹ھ کی قبر ہے۔

۴۔ امام رضاؑ کے صحابی زکریا بن آدم الاشعری کی قبر ہے۔

۵۔ جعفر بن موسیٰ بن قولویہ وغیرہ کی قبر ہے۔

۶۔ صاحب تفسیر علی بن ابراہیم قمی کی قبر ہے۔

مسجد جمکران:

جمکران ایک قریہ ہے جو کاشان کے راستہ پر قم سے ۶ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے حسن بن محمد بن الحسن القمی تالیف تاریخ قم میں اس طرح وارد ہوا ہے انہوں نے شیخ ابو جعفر محمد بن بابویہ القمی کی کتاب ''موسس الیقین فی معرفۃ الحق والیقین'' سے شیخ عفیف الحسن بن الجمکرانی سے روایت کی کہ انہوں نے شب سہ شنبہ ۱۷ رمضان المبارک ۲۹۳ھ میں حضرت حجۃ العصرؑ کو خواب میں دیکھا کہ حضرت نے مسجد تعمیر کرنے کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا (ہم عنقریب یہاں ایک نشانی قرار دیں گے)

رے:

رے تاریخ شہر ہے جس پر ۲۳ھ میں مسلمان مسلط ہوئے اس میں سعد بن ابی وقاص کا ایک نمایاں کردار تھا اور اس کے بعد بھی دیگر والیوں اور گورنروں کی نظریں اس پر لگی رہیں لہٰذا حکومت رے کی طمع میں عمر بن سعد ملعون نے امام حسینؑ کے قتل پر اقدام کیا۔ وہ کہتا ہے۔

''کیا میں حکومت ری کو چھوڑ دوں حالانکہ میری تمام امیدیں اس سے وابستہ ہیں یا میں قتل حسین کے سبب ذلیل وخوار ہو جاؤں (لہٰذا میں حسین کے خون میں ہاتھوں کو رنگین کر سکتا ہوں لیکن حکومت ری نہیں چھوڑ سکتا''۔

سید عبدالعظیم حسینی ۲۵۵ھ میں اس شہر میں اسلامی فکر کی نشر و اشاعت کی غرض سے تشریف لائے اور لوگوں تک پیغام الٰہی پہنچانے میں ہر ممکن کوشش کی یہاں تک کہ آپ کا انتقال ہوا یقینی طور پر آپ کی تاریخ وفات کے بارے میں علم نہیں ہے لیکن ہمارے لئے اس طرح نتیجہ نکالنا آسان ہے کہ آپ نے معتز باللہ متوفی ۲۵۵ھ کے زمانہ خلافت میں ہجرت فرمائی اس طرح آپ کی تاریخ وفات اسی کے درمیان واقع ہوئی۔

سید حمزہ بن الکاظمؑ

بعض اسباب سے سید عبد العظیم، حمزہ بن امام موسیٰ کاظمؑ کی زیارت کے لئے ری شہر میں تشریف لائے۔

اور یہی معنی سید عبد العظیم کی زیارت میں موجود ہیں جس کے الفاظ اس طرح ہیں۔ (اے زیارت کرنے والے بہترین مرد موسیٰ بن جعفرؑ کے فرزند کی) اور بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ سید حمزہ نے اپنے بھائی امام رضاؑ کے ہمراہ خراسان کا سفر کیا اور امامؑ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے راہ میں آپ کی خدمت کرتے رہے اور آپ کے احکام پر عمل انجام دیتے رہے مامون کے ایک طرفدار نے آپ کو قتل کر دیا آپ کی قبر بستان میں ہے آپ کی قبر کے بارے میں ری و سبزوار و شوستر کے درمیان اختلاف ہے اس اختلاف کا ظاہراً سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حمزہ کا ایک فرزند تھا اس کا نام بھی حمزہ تھا جن میں ایک ''ری'' اور دوسرا اصطخر شیراز میں ہے اختلاف دونوں کے دفن کی جگہ میں ہے۔ کتاب عمدہ الطالب میں اس طرح موجود ہے کہ (حمزہ بن امام موسیٰ کاظمؑ جن کی کنیت قاسم ہے اصطخر شیراز میں دفن ہیں آپ کے تین اولاد تھیں (۱) علی جو بغیر اولاد کے تھے (۲) قاسم (۳) وحمزہ'' تاریخ قم'' میں اس طرح وارد ہوا ہے۔

بلا شبہ حمزہ بن موسیٰ قم میں محلّہ (شاہ زادہ حمزہ) میں دفن ہیں۔ آپ کا روضہ وسیع ہے جس پر قبہ ہے اور آپ کی مرقد کے سامنے صحن ہے ۱۳۱۶ھ میں میرزا علی اصغر خان اتابک اعظم نے آپ کے روضہ کو بہت خوبصورت اور بلند تعمیر کرایا۔

کتاب المراقد ۱/۲۶۲ میں اس طرح موجود ہے (آپ کی قبر رے میں ظاہر و نمایاں ہے جو سید عبد العظیم حسنی کی مرقد کی جنوبی جانب رواق سے متصل ہے جس پر بہت بڑا قبہ ضریح اور جالیاں ہیں'' اور کہتے ہیں کہ (یہ امر ظاہر ہے کہ حمزہ بن امام موسیٰ بن جعفر (علیہم اسلام) کے نام کی متعدد

شہروں میں قبریں ہیں جیسا کہ ری کے بارے میں ابھی گزر چکا ہے اور روایت کے اعتبار سے یہی مشہور ہے اسی طرح قم میں آپ کے نام سے ایک قدیم روضہ ہے جس پر خوبصورت قبہ ہے اسی طرح میدان شیراز میں بڑا روضہ ہے اور اسی طرح کرمان میں بھی آپ کے نام کا روضہ ہے۔ اور یہ ضعیف ترین اقوال ہیں۔

اور ص ۲۶۷ پر اس طرح موجود ہے (آپ بزرگ ترین متقی فقہاسے تھے اپنے بھائی علی بن موسیٰ رضاؑ کی امامت کے قائل تھے حضرت کے امور کی انجام دہی کیلئے آپ کی خدمت بھی ہر وقت حاضر رہتے تھے۔ امامؑ کے اصحاب سے بھی تھے سفر اور حضر میں امامؑ کی خدمت کرتے تھے۔

اور بعض احادیث میں وارد ہوا ہے سید عبدالعظیم ری کے قیام کے دوران پوشیدہ طور پر آپ کی قبر کی زیارت کیلئے تشریف لاتے اور ارشاد فرماتے یہ موسیٰ بن جعفر (علیہم السلام) کی اولاد سے ایک مرد کی قبر ہے۔ محدث قمی بیان کرتے ہیں۔

(ہم نے اپنے زمانہ میں ایک قبر دیکھی جس کی نسبت حمزہ بن امام موسیٰ کاظمؑ سے دی جاتی ہے ظاہر ہے کہ یہ وہی قبر ہے جس کی زیارت عبدالعظیم کرتے تھے اور اس قبر کی زیارت کرنا چاہئے۔

عبدالعظیم کی عظمت و بزرگی کی متعلق ائمہ معصومین علیہم السلام کے ارشادات کافی ہیں۔ امام علی نقیؑ نے حماد سے ارشاد فرمایا (اے حماد جب تمہیں تمہارے دینی مسئلہ میں کوئی مشکل پیش آئے اس کا حل تمہارے نزدیک ہی ہے یعنی شہر "ری" میں اس کا حل کرنے والا موجود ہے) پس عبدالعظیم بن عبداللہ الحسنی سے دریافت کرنا اور میری طرف سے انہیں سلام کہنا۔

محقق داماد کہتے ہیں (عبدالعظیم کی زیارت کی فضیلت میں بکثرت روایات موجود ہیں اور روایت کی گئی ہے جس نے (عبدالعظیم) کی قبر کی زیارت کی اس پر جنت واجب ہے۔ اور اس خبر کی روایت اس طرح شہید نے "خلاصۃ" کے حواشی پر کی ہے۔

محدث قمی بیان کرتے ہیں۔

آپ کا مقام وشان جلالت آفتاب سے زیادہ روشن ہے اس لئے کہ آپ خاتم النبیین کی نسل سے ہیں محدثین اور علماء کے درمیان بزرگ ترین زاہد عبادت گزار متقی پرہیزگار اور امام محمد تقی و علی تقی علیہم السلام کے اصحاب سے ہیں اور آپ سے حد درجہ قریب تھے۔

آپ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ آپ نے دینی (معتقدات) امام علی تقیؑ کے سامنے بیان کرتے ہوئے کہا (میں کہتا ہوں اللہ ایک ہے یہاں تک آپ نے کہا) بلا شبہ ولایت کے بعد فرائض نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہیں) امام علی تقیؑ نے ارشاد فرمایا خدا کی قسم یہی اللہ کا دین ہے جس کو اس نے اپنے بندوں کے بارے میں پسند فرمایا اس پر ثابت قدم رہو۔ خداوند عالم تمہیں قول ثابت پر قائم رکھے دنیا اور آخرت میں۔

شیخ صدوق نے صفات شیعہ اور التوحید ص ۴۶ پر اور المجالس ص ۲۰۴ میں اور اکمال ص ۲۱۴ پر متصل روایت کی ہے۔ امام رضاؑ نے آپ کو اس طرح پیغام بھیجا۔

اے عبدالعظیم ہمارے دوستوں کو ہماری جانب سے سلام پہنچاؤ اور ان سے کہو کہ وہ اپنے نفس پر شیطان کو راہ نہ دیں۔ سچ بولنے اور ادائے امانت کا انہیں حکم دو۔ انہیں خاموش رہنے اور بے فائدہ بحث سے رکنے کا حکم دو اور ایک دوسرے سے ملاقات کرنے کا حکم دو اس میں ہم سے نزدیکی بڑھتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کو جدا کرنے میں خود کو مشغول نہ رکھیں اس لئے کہ اپنے نفس پر لازمی قرار دیا کہ جو شخص ایسا کریگا اور ہمارے دوستوں سے کسی کو ناراض کریگا میں اس کے بارے میں اللہ سے دنیا میں سخت ترین عذاب کی بددعا کرونگا اور آخرت میں (ایسا شخص) نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔

آپ نے متعدد مسلم حکومتوں اور شہروں میں دعوت اسلام دی آپ کی اسلامی دعوت کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ آپ مقام ری میں تشریف لائے اور سکۃ الموالی ایک شیعہ کے یہاں قیام پذیر ہوئے جہاں آپ عبادت الٰہی میں اس طرح مصروف رہتے دن کو روزہ رکھتے اور شب عبادت الٰہی میں گزارتے اور پوشیدہ طور پر رات کے وقت ایک قبر کی زیارت کرتے اور فرماتے یہ

موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے فرزند کی قبر ہے زیارت کے بعد پھر اس مقام پر واپس آجاتے یہاں تک کہ یہ خبر شیعوں کو معلوم ہوگئی ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ارشاد فرمارہے ہیں میرے فرزند سے ایک شخص جو "سکۃ الموالی" میں ہے وہ عبدالجبار بن عبدالوہاب کے باغ میں سیب کے درخت کے نزدیک دفن کیا جائیگا اور حضرت نے اس جگہ کی جانب اشارہ فرمایا چنانچہ وہ شخص درخت اور اس جگہ کو خریدنے کیلئے مالک کے پاس آیا اس نے خریدنے کا سبب معلوم کیا اس نے خواب بیان کیا باغ کے مالک نے کہا ہم نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے پھر شیعوں کے جنازوں کیلئے اس باغ کو وقف کردیا پھر عبدالعظیم مریض ہوئے اور انہوں نے انتقال کیا جب غسل دینے کیلئے ان کا لباس علیحدہ کیا گیا تو ایک رقعہ آپ کے لباس سے نکلا جس پر لکھا تھا۔ ابوالقاسم بن عبداللہ بن علی بن الحسن بن زید بن الحسن بن علی بن ابی طالب۔

امامؑ آپ کی زیارت کی تاکید ونصیحت فرماتے جب کوئی شیعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا آپ دریافت فرماتے تم کہاں تھے؟ وہ عرض کرتا میں امام حسینؑ کی زیارت کیلئے گیا۔ حضرت ارشاد فرماتے اگر تم اپنے نزدیک عبدالعظیم کی زیارت کرتے تو ایسا ہوتا کہ تم نے حسینؑ کی زیارت کی یہی سبب ہے کہ شیعہ آج تک آپ کے مزار کا احترام کرتے ہیں اس لئے کہ آپ کی ذات گرامی قربانی کی علامت اور اسلامی عمل کا ہدف ہے۔

صاحب بن عباد (وزیر) متوفی ۳۸۵ھ کا عبدالعظیم حسنی کے احوال میں ایک رسالہ ہے جس کو محدث نوری نے بعض بنی بویہ کے ۵۱۶ھ کے خطی نسخہ سے نقل کیا ہے جو کتاب مستدرک کے خاتمہ پر ۳/۶۲ ہے جس کو ہم فائدہ کی غرض سے اس مقام پر تحریر کررہے ہیں۔

ہم نے عبدالعظیم حسنی صاحب مشہد جو درخت کے نزدیک مدفون ہیں (خداوند عالم آپ کی روح کو پاکیزگی بخشے) کے بارے میں ان کا اعتقاد علمی مرتبہ وزہد کے متعلق سوال کیا جس کو میں خدا کی توفیق سے مختصراً بیان کرتا ہوں۔

آپ ابوالقاسم عبدالعظیم بن عبداللہ بن علی بن حسن بن زید بن الحسن بن علی بن ابی طالب

علیہم السلام ہیں۔ صاحب تقویٰ، عبادت گزار اور صدق بیانی میں مشہور، امور دین سے واقف توحید وعدل کے قائل اور کثرت سے احادیث بیان کرنے والے ہیں۔

روایت اس طرح ہے۔

ابی جعفر محمد بن علی بن موسیٰؑ اور ان کے فرزند ابی الحسن صاحب عسکر سے روایت کی گئی اور دونوں کے عبدالعظیم حسنی) کے لئے رسائل ہیں۔ موسیٰ بن جعفر علی بن موسیٰؑ کے اصحاب سے روایت کی گئی اس کتاب سے جس کا نام ''کتاب یوم ولیلۃ'' ہے اور وہ کتب جن میں عبدالعظیم کی روایات بیان کی گئیں ہیں۔

اس کی روایت بہت سے شیعہ علمانے مثلاً (احمد بن ابی عبداللہ البرقی احمد بن محمد بن خالد) ابو تراب الرویانی اس طرح بیان کی عبدالعظیم بادشاہ کے خوف سے (تبلیغ دین اسلام کرتے ہوئے) مختلف شہروں میں گئے یہاں تک کہ ری میں وارد ہوئے اور محلّہ سکۃ الموالی میں ایک شیعہ کے یہاں قیام فرمایا وہاں اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے رات کو شب بیداری اور دن میں روزے سے رہتے اور شب میں پوشیدہ طور سے باہر تشریف لاتے اور اس قبر کی زیارت کرتے جو آج کل آپ کی قبر کے مقابل واقع ہے اور درمیان میں راستہ ہے اور اس طرح ارشاد فرماتے تھے۔ یہ قبر موسیٰ جعفرؑ کے فرزندوں سے ایک شخص کی قبر ہے) یہ خبر یکے بعد دیگرے بہت سے شیعوں کو معلوم ہوگئی چنانچہ ایک شیعہ نے رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا کہ ارشاد فرمارہے ہیں کل میرا فرزند سکۃ الموالی سے اس مقام پر لاکر دفن کیا جائیگا تاکہ عبدالجبار بن عبدالوہاب کے بستان میں سیب کے درخت کے نزدیک دفن کیا جائے وہ شخص مالک سے درخت خریدنے کے لئے گیا بستان کے مالک نے بھی وہی خواب دیکھا تھا چنانچہ اس نے درخت کی جگہ اور تمام باغ کو اہل شرف اور شیعوں کے جنازے دفنانے کے لئے وقف کردیا پھر عبدالعظیم مریض ہوئے اور انتقال کیا پس آپ کو اس مقام پر دفن کیا گیا جہاں پر آپ کا مزار ہے۔

عبدالعظیم کی زیارت کی فضیلت:

بعض اہل ری امام حسن عسکریؑ کی خدمت حاضر ہوئے امامؑ سے سوال کیا تم لوگ کہاں تھے؟ انہوں نے عرض کی ہم نے سیدالشہدا امام حسینؑ کی زیارت کی حضرت نے ارشاد فرمایا اگر تم اپنے یہاں عبدالعظیم کی زیارت کرتے تو اس طرح ہوتا جیسے تم نے حسینؑ کی زیارت کی۔

ابوتراب رویانی سے روایت کی گئی۔ وہ بیان کرتا ہے ہم نے ابوحماد رازی کو کہتے سنا ''میں سامرا میں علی بن محمدؑ کی خدمت میں حاضر ہوا ہم نے حضرت سے حلال وحرام چیزوں کے متعلق دریافت کیا حضرت نے جواب ارشاد فرمایا پس جب میں حضرت سے رخصت ہوا چاہتا تھا آپ نے ارشاد فرمایا اے حماد جب دین کے معاملہ میں تمہیں کوئی مشکل پیش آئے اس کا حل تمہارے نزدیک ہے پس اس کے بارے میں عبدالعظیم بن عبداللہ الحسنی سے دریافت کرنا اور انہیں ہماری جانب سے سلام کہنا''۔ علی بن الحسین سعد آبادی احمد بن ابی عبداللہ برقی سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ عبدالعظیم حسنی نے ایک طولانی خبر کی ہم نے روایت کی بے شک اللہ ایک ہے اس کے مثل کوئی چیز نہیں نہ وہ جسم ہے نہ چہرہ اعراض اور جواہر کا خالق ہے۔

عبیداللہ بن موسیٰ رویانی عبدالعظیم کے واسطہ سے ابراہیم بن ابی محمد سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں ہم نے امام رضاؑ سے عرض کی آپ اس حدیث کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں جس کے بارے میں لوگ اس طرح روایت کرتے ہیں کہ یقیناً خداوند عالم دنیا کے آسمان پر نازل ہوتا ہے؟ حضرت نے ارشاد فرمایا خدا کی لعنت ہو ان لوگوں پر جو کلمات کے موقع ومحل میں تحریف کرتے ہیں خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد نہیں فرمایا بلکہ اس طرح ارشاد فرمایا۔ یقیناً خداوند عالم شب جمعہ میں آسمان دنیا پر ایک ملک نازل فرماتا ہے جو ندا کرتا ہے کیا کوئی سوال کرنے والا ہے کہ میں اس کو عطا کروں؟ اور اسی سند سے امام رضاؑ سے کی روایت کی گئی۔

علی بن الحسین سعد آبادی نے احمد بن ابی عبداللہ انہوں نے عبدالعظیم بن عبداللہ سے انہوں

نے علی بن محمد سے انہوں نے اپنے والد محمد بن علی سے انہوں نے اپنے والد علی بن موسیٰ رضاؑ سے روایت کی وہ بیان کرتے ہیں کہ ابو حنیفہ امام جعفر صادقؑ کی خدمت سے جارہے تھے کہ ان کی ملاقات موسیٰ کاظمؑ سے ہوگئی عرض کی اے فرزند رسولؐ! گناہ کس کی جانب سے سرزد ہوتا ہے (یعنی گناہ کا ذمہ دار کون ہے) حضرت نے ارشاد فرمایا تین حالتوں سے خالی نہیں ہے۔

۱۔ یا تو اللہ کی جانب سے ہو اور بندے کی جانب سے نہ ہو پس اس صورت میں کریم کیلئے مناسب نہیں کہ اپنے اس بندے پر عذاب کرے جس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔

۲۔ یہ کہ اللہ اور بندے سے مل کر گناہ انجام پائے اس صورت میں بھی صاحب قوت شریک کیلئے ضعیف و کمزور شریک پر ظلم کرنا مناسب نہیں ہے۔

۳۔ یہ کہ گناہ بندے ہی سے انجام پائے پس اگر (خدا) اس پر عذاب کریگا تو اس کے گناہ کے سبب ہوگا اور اگر بخش دے تو اس کا احسان و کرم ہوگا۔

عبداللہ بن موسیٰ نے عبدالعظیم سے ابراہیم بن ابومحمود کے واسطہ سے روایت کی کہ امام رضاؑ نے ارشاد فرمایا کہ آٹھ چیزیں خدا کی قضا اور قدر کے بغیر انجام نہیں پاسکتیں۔ سونا، جاگنا، قوت و ضعف، صحت مرض موت وحیات۔

خداوند کریم ہم سب کو محمدؐ و آل محمدؐ کی محبت میں ثابت قدم رکھ اور ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی اولاد پر رحمت نازل فرما۔

تاریخ مزار:

سلجوقی عہد حکومت میں آپ کے مزار کی تجدید ہوئی جیسا کہ قاضی نور اللہ شوشتری نے بیان کیا ہے کہ سلجوقی بادشاہ کے وزیر ابوالفضل اسعد بن محمد بن موسیٰ دستانی قمی نے شاہی مسجد تعمیر کرائی اور اس کے علاوہ اہلبیتؑ کے متعدد مزارات تعمیر کرائے (مجالس المومنین ۴/۴۶ عبدالعظیم حسنی کے مزار پر زائرین کا سلسلہ شروع ہوگیا یہاں تک کہ صفوی عہد حکومت میں شاہ طہماسب نے ۹۴۴ھ میں عمارت کی توسیع کی۔

آپ کی قبر مطہر پر ایک قدیم صندوق ہے جس کی تاریخ ۷۲۵ھ ہے جس پر حسب ذیل عبارت موجود ہے۔

(بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥ اس تربت شریفہ و مشہد مقدس اور مرقد منور سید اعظم الاجل المعظم سراج الملۃ والدین عبدالعظیم بن عبداللہ بن علی بن حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالبؑ کو مولا صاحب اعظم مفتی حاج الحرمین خواجہ نجم الحق والدین محمد بن المولی الصاحب الاعظم سلطان منصور کے حکم سے (خداوند عالم آپ کے دوستوں کو عزت بخشے آیات عظام اور آپ کے اجداد کرام کے انجام کو پاک و پاکیزہ قرار دے) مرتب کیا گیا جس کو ۷۲۵ھ میں تحریر کیا گیا خواجہ مذکور ۷۱۶۔۷۳۶ تک مغلوں کے وزیر تھے۔

آپ کے روضہ کے باب عتیق پر اس طرح تحریر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥ و بہ نستعین سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین۔

اور اس طرح آپ کے روضہ کے دروازہ پر لکھا ہے (یہ امام المقدس سید عبدالعظیم کے روضہ کا دروازہ ہے ۸۴۸ھ۔ غالباً سلطان شاہ رخ نے اپنی حکومت کے زمانہ میں اس کا حکم دیا (زمانہ حکومت (۸۰۷۔۸۵۰ھ) ہے۔

البتہ چاندی کی ضریح جو آپ کی قبر پر موجود ہے اس کو شاہ فتح علی قاچار نے حرم کیلئے ہدیہ کیا۔ ۱۲۷۰ھ میں ناصر الدین شاہ کے زمانہ میں ضریح پر سونا لگایا گیا مرقد کے اطراف میں کھدائی کے دوران بعض کتبہ نکلے جن پر خط کوفی میں تحریر تھا عبارت اس طرح ہے۔

(بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس قبہ مطہر کی تعمیر کا حکم سید شمس الدین مجد الملک سید الدولۃ ابوالفضل اسعد بن محمد بن موسیٰ ثقہ امیر المومنین (خدا آپ کو طول عمر عنایت فرمائے) وکیل مظالم نے ایک بندہ ...... کے ذریعہ انجام دیا گیا زرین کفش ....

یہی سید مجد الملک اسعد براوستانی قمی ہیں جو سید شمس الدین مشید الدولۃ ابوالفضل اسعد بن محمد بن موسیٰ ثقہ امیر المومنین و وکیل المظالم سے مشہور ہیں قم کے سادات سے ہیں سلجوقی عہد

حکومت میں شہر قم تشیع میں مشہور تھا جس کے بہت سے آثار ہیں جن میں ایک تو یہی ہے اور آج بھی عمارت پر ایک تحریر موجود ہے۔

اس شہر میں علما اور سادات کی قبریں ہیں۔

ا۔مقبرہ شیخ جمال ادین ابی الفتوح الخزاعی حضرت حمزہ کے صحن میں ہے۔

۲۔مقبرہ شیخ یعقوب بن اسحٰق کلینی (والد شیخ کلینی) ۷ کلومیٹر کے فاصلہ پر ''فشانویہ'' قریہ میں ہے۔

شیراز

صاحب مزار:

سید احمد بن امام الکاظمؑ جو شاہ چراغ کے نام سے مشہور ہیں اور آپ کے بھائی سید میر محمد آپ کے مقبرہ کے نزدیک مدفون ہیں اور ابوحمزہ امیر ابن ابی حمزہ بن موسیٰ کاظمؑ شیراز کے باہر مدفون ہیں۔

بلند و بالا روضہ جو شاہ چراغ کے نام سے مشہور ہے۔

احمد بن موسیٰ کاظمؑ جلیل القدر اور متقی سید تھے آپ نے خدا کی راہ میں بہت سے غلام آزاد کئے اور اپنے دست مبارک سے قرآن کے متعدد نسخے نقل کئے۔روایت ہے کہ جب آپ بھائی امام رضاؑ کی شہادت کی خبر سنی تو اپنے بھائی کے خون کا بدلہ لینے تین ہزار غلاموں اور دوستوں اور تین ہزار سادات کو لے کر بغداد سے روانہ کیا اور قم کے نزدیک پہنچے والی قم نے شہر سے باہر مقابلہ کیا اس حملہ میں آپ کے بہت سے ساتھی قتل کر دیئے گئے اس وقت آپ قم جانے کا ارادہ ترک کیا اور ری کے راستے سے خراسان کیلئے روانہ ہوئے اور راستہ میں مریض ہوئے اور وہیں انتقال کیا۔

کتاب الارشاد میں شیخ مفید تحریر فرماتے ہیں (احمد بن موسیٰ کاظمؑ کریم صاحب جلالت اور متقی تھے ابوالحسن موسیٰ آپ سے محبت کرتے تھے اور آپ کو مقدم سمجھتے تھے چنانچہ آپ کو اپنی اراضی

بھی ہبہ کی جو یسیرہ کے نام سے مشہور ہے بیان کیا جاتا ہے کہ احمد بن موسیٰ کاظمؑ نے ایک ہزار غلام آزاد کیے۔

سید امین بیان کرتے ہیں (آپ کو ظاہراً امامؑ نے اپنے اوصیاء سے قرار دیا تھا) امام کاظمؑ کے ایک فرزند اسمٰعیل کہتے ہیں (ہمارے والد اپنے فرزند کے ساتھ کچھ مال لے کر نکلے اور احمد بھی اپنے ۲۰ خاموں کے ساتھ نکلے اگر احمد کھڑے ہوجاتے تھے تو آپ کے ساتھ سب رک جاتے تھے اور احمد بیٹھتے تو سب بیٹھ جاتے اور ہمارے والد ان کی رعایت کرتے اور آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے تھے۔

آپ کا تقویٰ اور پرہیزگاری مشہور ہے آپ نے خدا کی راہ میں ایک ہزار غلام آزاد کیے چنانچہ نخبۃ المقال ۱۴ میں اس طرح موجود ہے۔

احمد بن کاظمؑ شاہ چراغ وہ بزرگ سید ہیں جنہوں نے راہ خدا میں ایک ہزار غلام آزاد کیے کتب النساب میں اس طرح وارد ہوا ہے (آپ نے اپنے ہاتھ سے قرآن حکیم لکھا) جیسا کہ آپ کے والد اور بھائی رضاؑ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ اپنے والد کے ہمراہ سفر میں گئے جیسا کہ رجال کشی ص ۲۹۴ پر موجود ہے اور جس وقت امام کاظمؑ کی شہادت ہوئی اس وقت لوگ مدینہ میں امام کاظمؑ کی زوجہ ام احمد وام محمد وحمزہ کے دروازہ پر آئے اور امام کاظمؑ نے بعض امانتیں پوشیدہ طور پر ام احمد کے سپرد فرمائیں تھیں کہ جو بھی آپ سے امانتوں کا مطالبہ کریگا وہی امام ہوگا چنانچہ امام رضاؑ نے ام احمد سے امانتوں کا مطالبہ کیا ام احمد نے کہا آپ کے والد نے شہادت پائی؟ امام رضاؑ نے فرمایا ہاں میرے والد شہید ہوئے ام احمد نے امانتیں سپرد کیں اور آپ کی بیعت کی اور بعض لوگوں نے احمد کی جلالت اور کثرت عبادت دیکھ کر ان کی امامت کی بیعت کی احمد نے ان کی بیعت قبول کی اور منبر پر جا کر لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فصیح بلیغ خطبہ دیا (اے لوگو! جیسا کہ تم سب میری بیعت میں ہو اسی طرح میں اپنے بھائی علی رضاؑ کی بیعت میں ہوں اور جان لو کہ یہی میرے والد کے بعد امام اور خلیفہ ہیں اور یہی اللہ کے ولی ہیں خدا اور رسول کی جانب سے مجھ پر اور تم سب

پر انہیں کی اطاعت واجب ہے جس چیز کا بھی یہ حکم دیں پس سب لوگوں نے احمد کے کلام کو تسلیم کیا اور مسجد سے اس طرح نکلے کہ آپ کے آگے آگے احمد بن کاظمؑ تھے اور سب لوگوں نے امام رضاؑ کی بیعت کا اقرار کیا۔

معین الدین متوفی تقریباً ۹۱۷ھ نے ذکر کیا ہے کہ سید امیر احمد بن موسیٰ شیراز تشریف لائے اور اپنے بھائی امام رضاؑ کی شہادت کے بعد مامون کے عہد حکومت میں وہیں انتقال کیا۔

جب مامون نے امام رضاؑ کو شہید کیا اس وقت احمد بن موسیٰ کاظمؑ بغداد میں تھے آپ کو بہت زیادہ صدمہ ہوا اور بھائی کے خون کا بدلہ لینے کیلئے روانہ ہوئے آپ کے ساتھ اولاد آئمہ اور نسل سے تین ہزار کا مجمع تھا۔ مامون سے جنگ کرنے کے ارادہ سے نکلے تھے جب قم پہنچے اس وقت وہاں کے گورنر سے آپ کی جنگ ہوئی پس آپ کے اصحاب کی ایک جماعت شہید ہوئی اس کے بعد آپ ری پہنچے وہاں ''رے'' کے گورنر سے جنگ ہوئی وہاں بھی آپ کے اصحاب کی ایک جماعت شہید ہوئی۔ اس کے بعد آپ خراسان کے نزدیک اسفرائین میں دو پہاڑیوں کے درمیان اترے وہاں آپ پر مامون کے لشکر نے حملہ کر دیا۔ آپ نے بھی اس کے لشکر سے جنگ کی احمد شہید کر دیئے گئے اور وہیں دفن کیے گئے آپ کے ساتھ اس راہ میں آپ کے بھائی حمزہ بھی شہید ہوئے۔

آپ کے دفن ہونے کے بارے میں ''رے'' قم اور شیراز کے درمیان اختلاف ہے اور روایت مذکورہ کے مطابق آپ کی جائے دفن ''رے'' ہے قم اور شیراز میں آپ کے اعزا یا آپ کی اولاد سے دفن ہیں جن کے نام آپ کے نام سے مشابہ ہیں اور سب اسلام کی راہ میں قربانی پیش کرنے میں باہم شریک ہیں۔

سید امین کہتے ہیں (مشہور یہ ہے کہ آپ کی قبر شیراز میں ہے) اور فلک النجات ص ۳۳۷ پر اس طرح مرقوم ہے (مشہور یہ ہے کہ آپ نے شیراز میں وفات پائی اور وہیں دفن کیے گئے آپ کی قبر سید سادات اور شاہ چراغ کے نام سے آج بھی مشہور ہے۔

سید اصفہانی ''احسن الودیعہ ص ۳۲۲ میں بیان فرماتے ہیں شاہ چراغ شیراز میں دفن ہیں اس

امر کی وضاحت ایک جماعت نے کی ہے جن میں سید نعمت اللہ جزائری ''انوار النعمانیہ'' اور محمد محدث بحرانی ''لولوۃ البحرین'' اور ابو علی الرجالی نے اپنے رجال میں، سید محمد باقر نے اپنی روضات میں اور حمد اللہ مستوفی نے علی ما نقل عنہ فی تاریخ'' میں اور میرزا احمد نصیر الحسینی شیرازی جن کو میرزا کہا جاتا ہے اور تخلص ''فرصت'' ہے نے آثار عجم طبع بمبئی ۱۳۲۴ھ ص ۴۰۳ میں اور ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ ص ۱۳۳ ج / ا مطبوعہ مصر ۱۳۴۶ھ میں تحریر کیا ہے۔

تاریخ مزار:

آپ کا جسم شریف آپ کی شہادت کے بعد مجہول تھا آپ کی قبر معلوم نہیں تھی یہاں تک امیر مقرب الدین مسعود (جو ابوب کر بن سعد بن الزنجی کے مخصوص افراد سے تھا) نے اس مقام پر تعمیر کی غرض سے کھدائی کروائی اس دوران ایک آپ کی قبر بھی ظاہر ہوئی اس وقت تک آپ کا جسم مبارک صحیح وسالم تھا اور آپکی انگشتری پر (العزۃ اللہ بن موسیٰ) کندہ تھا یہاں تک کہ یہ خبر ''اتابک'' تک پہنچی اور تحقیق کے بعد آپ کی قبر پر آپ کی شان کے مطابق مقبرہ تعمیر کیا گیا لیکن زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ مقبرہ بوسیدہ ہو گیا یہاں تک کہ شاہ شیخ ابو اسحاق کی والدہ سید تاش خاتون نے ۷۵۰ھ میں آپ کا روضہ بنوانے اور روضہ سے متصل مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور روضہ کے نام پر بعض قریہ اور زراعت کی زمین وقف کی اور اس کے اخراجات کے وسائل فراہم کیے پھر اس کے بعد بعض زلزلوں اور حوادث کے باعث روضہ کافی متاثر ہوا ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں اس طرح ذکر کیا ہے (احمد بن موسیٰ حضرت رضاؑ کے بھائی کا عظیم روضہ ہے جس کا اہل شیراز کافی احترام کرتے ہیں۔ جس کو خداوند عالم تک وسیلہ قرار دیتے ہیں۔ یہاں پر سلطان ابو اسحاق کی ماں طائی خاتون نے ایک بڑا مدرسہ تعمیر کرایا جس میں آنے جانے والوں کیلئے کھانے کی جگہ بھی موجود ہے اور قاریان قرآن آپ کی قبر پر ہمیشہ قرآن خوانی کرتے رہتے ہیں طائی خاتون ہمیشہ شب دوشنبہ اس روضہ کی زیارت کرتی اور اس شب میں قضاۃ وفقہا اور شرفا کو جمع کرتی تھی اور شیراز اللہ کے شہروں میں باشرف شہر ہے ہم نے باوثوق لوگوں سے سنا ہے کہ شیراز میں صاحب مرتبہ و شرافت ہیں جن کی تعداد ایک ہزار چار سو ہے جن میں چھوٹے بڑے سب ہی شامل ہیں جن کے

نقیب عضد الدین الحسینی ہیں جب یہ لوگ روضہ مبارک میں داخل ہوتے ہیں ختم قرآن کرتے ہیں اور قرآن کی تلاوت نہایت اچھے انداز اور اچھی آواز میں کرتے ہیں کھانے میں میوے اور پھل تقسیم کیے جاتے ہیں جب لوگ کھانے سے فارغ ہوتے ہیں تو وعظ ہوتا ہے مذکورہ پروگرام ظہر کی نماز سے مغرب وعشا تک رہتا ہے اور خاتون کا حجرہ مسجد پر بنا ہے جس میں کھڑکی لگی ہوئی ہے بعد میں طبل اور نقارے روضہ کے دروازہ پر بجائے جاتے ہیں جیسا کہ بادشاہوں کے دروازوں پر بجائے جاتے ہیں۔

معین الدین ابی القاسم جنید بن محمود بن محمد شیرازی کی تالیف ۷۹۱ھ ''حط الاوزار عن زوار المزار فی مزارات شیراز'' میں اس طرح ہے (سید امیر احمد بن موسیٰ اپنے بھائی حضرت رضاؑ کی وفات کے بعد مامون کے عہد حکومت میں شیراز تشریف لائے اور وہیں انتقال فرمایا آپ نہایت سخی اور پاکیزہ نفس اور بلند مرتبہ انسان تھے۔ آپ نے ایک ہزار غلام اور کنیزیں خدا کی راہ میں آزاد کئے۔ آپ شہید ہوئے آپ کی قبر نا معلوم تھی یہاں تک کہ امیر مقرب الدین مسعود بن بدر کے زمانہ میں آپ کی قبر ظاہر ہوئی اس نے آپ کی قبر پر عمارت تعمیر کرائی بیان کرتے ہیں کہ ایک قبر پائی گئی جس میں آپ کا جسد بالکل صحیح وسالم تھا رنگ بھی تبدیل نہیں ہوا تھا آپ کے دست مبارک میں انگشتری تھی جس پر (العزة لله احمد بن موسیٰ) نقش تھا اسی کے ذریعہ آپ کی شناخت ہوئی پھر اس پر ''اتابک ابوبکر نے بلند عمارت تعمیر کرائی پھر طائی خاتون نے جو صاحب ثروت اور نمازی وپرہیز گار تھی بلند قبہ تعمیر کرایا آپ کے مرقد کے نزدیک ایک مدرسہ ۷۵۰ھ میں تعمیر کرایا۔

آج کے زمانہ میں آپ کا روضہ زائرین کی آمد ورفت سے آباد ہے تعمیر کا سلسلہ جاری ہے (یہ ہم نے ۱۳۹۱ھ) میں تحریر کیا اور ۱۲۴۵ھ میں بدر قلی بیگ طہماسب قلی خان نے تعمیر کرایا۔

۱۳۸۶ھ میں یمین الدولہ مسعود بن ناصر الدین شاہ نے چاندی کا دروازہ ہدیہ کیا۔ اس قبل ۱۳۳۷ھ میں مزار کی عمارت اور اس کے رواق وغیرہ اہل شیراز کے پیسے سے تعمیر ہوئے۔

آپ کے روضہ کے نزدیک سید علاء الدین الحسینی ابن امام موسیٰ بن جعفر علیہم السلام کی قبر ہے جس کے بارے میں ''المراقد'' میں ۲۔۷۴ھ اس طرح موجود ہے (آپ کا مرقد شیراز میں محلہ

باغ قتلغ میں مشہور ومعروف اور نمایاں ہے۔ جس پر خوبصورت عمارت تعمیر ہے۔ جس کی تمام مسلمان زیارت کرتے ہیں۔ ہدایا اور نذر پیش کرتے ہیں۔ اہل شیراز آپ کی قبر پر قضا حاجات کا بہت زیادہ کا عقیدہ رکھتے ہیں پہلے آپ کی قبر مخفی تھی بعد میں ظاہر ہوئی جس پر حرم اور قبہ ایران میں صفوی حکومت کے اوائل میں تعمیر کیا گیا۔

کتاب شدالازار میں آپ کے حالات اس طرح موجود ہیں (باغ قتلغ کے مشہور محلہ میں آپ کا مزار ہے بیان کیا جاتا ہے کہ ''قتلغ'' اہل شیراز سے ایک امیر تھا اس کا ایک باغ تھا جس میں بہت زیادہ درخت اور ہر طرح کے پھل آتے تھے اسی باغ میں ایک ٹیلہ تھا۔ باغ کا نگران تھا) ہر شب جمعہ اس مقام پر روشنی دیکھتا تھا جس سے اس کو نہایت تعجب ہوتا تھا اور اس کی حقیقت جاننے کی کوشش کرتا تھا پھر اس نے اس کی خبر اپنے امیر کو دی تاکہ امیر اپنی رائے ظاہر کرے امیر خود آیا نہایت کوشش کی لیکن کوئی کامیابی حاصل نہ ہو سکی امیر نے ٹیلہ کو کھود کر حقیقت معلوم کرنے کا حکم دیا ٹیلہ کھودا گیا تو اس میں ایک بارعب، روشن چہرہ انسان کی میت تھی جسم تروتازہ تھا جس کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں تلوار تھی پس ظاہری نشانیوں اور واضح علامتوں سے آپ کی شناخت ہوئی پھر آپ کی قبر پر قبہ بنوایا گیا جس کے دیکھنے سے نظریں خیرہ کرتی ہیں پھر (زمانہ کے گزرنے کے ساتھ ساتھ) قبہ بوسیدہ ہو گیا۔

محقق کی کتاب کے حاشئے کے ذریعہ حسب ذیل استفادہ ہوتا ہے۔ بعض نسخوں کے حاشیوں میں عنوان (سید علاء الدین) ہے اور یہ امر واضح ہے کہ یہ لقب زمانہ کے اعتبار سے نیا ہے جو مولف کے زمانہ سے بعد کا ہے اس لئے کہ القاب کا ''الدین'' کی جانب اضافہ ۴۰۰ھ کے بعد کا (اور اس طرح یہ استفاد ہوتا ہے) کہ جس کے حالات تحریر کئے گئے ہیں وہ اور احمد محمد تینوں بھائی ہیں جو امام موسیٰ کاظمؑ کے فرزند ہیں اسی طرح صاحب حالات کے شیراز نامہ ص ۱۰۱ پر مختصر حالات زندگی اور ہیں۔

آقائے جلالی کہتے ہیں شاہ چراغ کا روضہ فی زمانہ خاص و عام کی زیارت کا مرکز ہے اور

ہمیں بھی ۱۳۹۱ھ میں آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ ایک بڑی دیوار دونوں مرقدوں کا احاطہ کئے ہوئے جس میں ایک دروازہ لگا ہوا ہے دونوں کی زیارت کرنے والا شارع عام سے گزرتا ہے اور ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ جو عمارتیں شاہ چراغ کے روضے کا احاطہ کئے ہیں انہیں میں دوسرا روضہ بھی شامل ہے۔ شیراز کے اطراف میں دیگر مزار واقع ہیں جو مستقل طور پر تحقیق کا تقاضا کرتے ہیں ممکن ہے اس کام کو ایسی ہستی انجام دے جو اس فن میں ماہر ہو خداوند عالم ہر مخلص کی مدد فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆

دمشق الشام

السیدہ زینبؑ

راس الحسینؑ

السیدۃ رقیہ

مقامات آل البیت علیہم السلام

السیدہ زینب علیہا السلام:

حضرت زینبؑ سے مصر اور شام میں متعدد مزار منسوب ہیں اس بارے میں (علما) کے اقوال مختلف ہیں بعض کہتے ہیں زینب کبریٰ قاہرہ (مصر) میں اور زینبؑ صغریٰ دمشق میں اور ایک گروہ اس کے برعکس کہتا ہے ہمارے بزرگ سید ہبۃ الدین شہرستانی نے اپنی کتاب نھضۃ الحسینؑ کے حاشیہ پر صرف دو روایتوں پر اکتفا کیا جن میں پہلی روایت کو اکثر علما نے تسلیم کیا ہے اور دوسری روایت کو سید حسن صدر اور عام شیعوں نے اختیار کیا ہے لیکن سید محسن الامین نے اس امر پر زور دیا ہے کہ حضرت زینب کبریٰ نے مدینے میں انتقال کیا ہم اس مقام پر قول نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں تاکہ بات اچھی طرح واضح ہو جائے سید الامین "اعیان الشیعہ (۳۳_۲۰۸)" میں اس طرح فرماتے ہیں (جس شخص نے بھی گمان کیا کہ قریہ روایت میں موجودہ قبر حضرت زینب سے منسوب ہے اس نے دھوکا کھایا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ جس نے بھی سنا کہ روایۃ میں جو قبر حضرت زینبؑ کی جانب منسوب ہے اس کا ذہن زینب کبریٰ کی جانب مائل ہو گیا اس لئے کہ ذہن کسی بھی فرد اکمل ہی کی جانب سبقت کرتا ہے پس جب ایسا انسان اس امر پر اثر و دلیل نہیں حاصل کر پاتا تو علتوں سے ثابت کرنے پر مائل ہوتا ہے۔

اسی طرح (سید الامین) کہتے ہیں (حضرت زینبؑ) کی قبر کا مدینہ منورہ میں ہونا لازمی ہے اس لئے کہ مدینہ واپسی کے بعد آپ کا مدینہ سے نکلنا ثابت نہیں ہے اگرچہ مدینہ میں آپ کی تاریخ

وفات اور مقام قبر دونوں نامعلوم ہیں لہذا بقیع میں آپ کی قبر کا ہونا لازمی ہے اہلبیتؑ کے بہت سے ایسے افراد ہیں جن کا مقام قبر اور تاریخ وفات نامعلوم ہے بالخصوص خواتین۔

آقائے جلالی فرماتے ہیں (سید الامین احمد) کا یہ کلام قابل تعجب ہے کیا عقیلہ کبریٰ (حضرت زینبؑ) جو ہاشمی خاندان سے ہیں آپ کا مقام قبر آپ کے اہل اور آپ کے شیعوں سے مخفی ہو سکتا ہے۔

کیا موجودہ تاریخی نصوص سے روگردانی کرنا ممکن ہے کہ کہا جائے کہ آپ کی وفات مدینہ میں ہوئی اور اس امر پر کوئی تاریخی دلیل اور ضعیف روایت بھی نہ ہو لیکن موصوف نے اس رائے پر اصرار کرتے ہوئے کہا (اور جو کچھ رسالہ الازہبۃ الحرمین فی عمارہ المشہدین فی النجف و کربلا" مطبوعہ ہند میں اولاد ائمہ کی قبور کے بارے میں قبور کا تذکرہ کرتے ہوئے جو اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ انہیں میں زینب کبریٰ بنت امیر المومنین علیہ السلام ہیں)۔ آپ کی کنیت ام کلثوم ہے آپ کی قبر اپنے شوہر عبداللہ بن جعفر طیار کے ساتھ دمشق کے باہر ہے۔ مشہور ہے کہ آپ عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں اپنے شوہر عبداللہ ابن جعفر طیار کے ہمراہ قحط کے سال شام تشریف لائیں اور یہ تحقیق آپ کے دفن کرنے سے متعلق غلط ہے جس کی کوئی بنیاد و حقیقت نہیں ہے۔

علامہ امینی نے اس کلام پر چھ اشکالات ذکر کیے ہیں جن میں دو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت زینب کی کنیت ام کلثوم نہیں ہے۔

۲۔ عبداللہ بن جعفر کی قبر حجاز میں ہے جیسا کہ عمدۃ الطالب میں موجود ہے کہ آپ کی وفات ۸۰ھ میں ہوئی اور بقیع میں دفن ہوئے۔

حق یہ ہے کہ یہ تمام وجہیں قابل اعتراض ہیں اس بارے میں کلام کو ہم طول دینا نہیں چاہتے اس کے بارے میں بکثرت نصوص ہیں کہ حضرت زینب کبریٰ قاہرہ (مصر) میں دفن ہیں جس کو ہم نے مزارات قاہرہ میں تفصیلی طور پر ذکر کیا ہے۔

اسی طرح سید الامین کہتے ہیں (اس قبر پر ایک پتھر ملا جس کو ہم نے دیکھا اور پڑھا جس پر

لکھا تھا (یہ قبر سیدہ زینب علی ابن ابی طالبؑ) کی ہے جن کی کنیت ام کلثوم تھی۔

اس پتھر پر کوئی تاریخ اور تحریر نہیں ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ (مذکورہ) عبارت ۶۰۰ھ کے بعد لکھی گئی ہے اس کے مانند کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی تلاش بسیار کے بعد بھی ہمیں نہیں ملا کہ مورخین میں کسی نے اس کی جانب اشارہ کیا ہو سوائے ابن جبیر کے انہوں نے اپنے سفر نامہ میں تحریر کیا ہے اور یاقوت نے اپنی معجم میں ذکر کیا ہے اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں لکھا یہ تمام چیزیں اس امر کی دلیل ہیں کہ یہ قبر قدیم زمانے سے موجود اور مشہور ہے۔

ہمیں سید الامینؒ کے موقف اور نظریہ پر تعجب ہے کہ کیا ایسے انسان سے اعراض و روگردانی کی جاسکتی ہے جس نے اس قبر کا مشاہدہ کیا ہے اور اس قدر نصوص کے ہوتے ہوئے جن کے ساتھ شہرت عام بھی شامل ہے کہ فقط احتمال کے باعث ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیا جائے کیا ان امور میں قطع اور یقین حاصل کیا جاسکتا ہے کیا ایسے تاریخی امور سے مستغنی ہوا جاسکتا ہے؟ کیا کوئی مورخ تاریخی امور میں یقینی طور پر کچھ کہہ سکتا ہے یا ان نصوص کو دیوار پر مار دے کیا تاریخ معرفت نصوص اور موثق ترین نصوص کو حاصل کرنے جو اجمال بالتفصیل کا فائدہ دیں کے علاوہ کسی اور چیز کا نام ہے (حق) یہ ہے کہ جس نے بھی قبر کا مشاہدہ کیا اور جس نے قبر کے ساتھ مورخین کی نصوص کا ذکر کیا ہم اس سے مطمئن ہیں کہ صاحب قبر حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کی صاحب زادی ہیں اس لئے کہ ان کی وفات قاہرہ میں ہوئی نہ ہی وسطی (منجھلی) لڑکی ہیں ان کی وفات مدینہ میں ہوئی پس آپ حضرت کی سب سے چھوٹی بیٹی ہیں جن کی شام کے بارے میں (مورخین کی) ایک جماعت نے ہجرت بیان کی ہے۔

شیخ مفید نے حضرت علیؑ کی بیٹیوں کے بارے میں فرمایا حضرت زینب کبریٰ، زینب صغریٰ، ام کلثوم آپ کی والدہ حضرت فاطمہ زہراؑ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں اور ایک دوسری زینب کا ذکر بھی کیا ہے جن کی ماں دوسری تھی الارشاد ص ۱۸۶ طبع نجف کی جانب مراجعہ کیا جائے، اس بنا پر حضرت ام کلثوم درمیانی بیٹی ہوں گی۔

ایسا ظاہر ہوتا ہے مذکورہ تمام علما جن میں سید الامین بھی شامل ہیں شیخ الشرف یحیی العبید لی متوفی ۷۷۲ھ کی کتاب ملاحظہ میں فرمائی جو اسی موضوع سے متعلق ہے اور جن کا قول اس پر فیصلہ کن ہے جو دگر تاریخی ادلہ کی مانند حجت و دلیل سمجھا جاتا ہے انہوں نے نفی اور اثبات میں عالم مذکورہ کی سند پیش نہیں کی اس لئے کہ وہ ان کے رسالہ سے آشنا نہیں ہیں اور اس میں کوئی تعجب کی بات بھی نہیں ہے اس لئے کہ گزرا ہوا زمانہ میراث سے محروم کر دیتا ہے۔

تاریخ مزار:

تاریخی نصوص قدیم زمانہ سے اس قبر کی شہرت پر دلالت کرتی ہیں جس سے متعلق اوقاف مکانات اور بڑی مسجد ہے۔

کتاب المراقد ۲/۳۳ میں اس طرح موجود ہے (سیدہ جلیلہ، صدیقہ طاہرہ زکیہ فاخرہ زاہدہ عابدہ راکعہ ساجدہ کی قبر جن کی زیارت کا شرف مجھے حاصل ہوا قریہ راویت میں ہے آپ خواہر حسنین علیہم السلام جگر گوشہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کو خداوند عالم نے کرامت ابدی سے سرخرو فرمایا سیدہ جلیلہ ام کلثوم زینب کبریٰ بنت اسد اللہ الغالب امام جلیل امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ ہیں پھر قاضی مصطفیٰ بن مصطفیٰ آفندی جو آخر ربیع الاول ۸۶۸ھ کے ہیں کی گواہی کا ذکر کیا ابن جبیر نے اپنے سفر نامہ ۷۰۰ھ کے اوائل میں دمشق کا ذکر کرتے ہوئے اس طرح کہا۔ (اہلبیت علیہم السلام) کے روضوں سے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالبؑ کا روضہ ہے جن کو زینب صغریٰ کہا جاتا ہے اور لقب ام کلثوم ہے۔ آنحضرتؐ نے آپ کی کنیت ام کلثوم قرار دی خدا اس کو بہتر جانتا ہے) آپ کا روضہ مبارک شہر سے قبل روایت قریہ میں ہے جو شہر (دمشق) سے ایک فرخ کے فاصلہ پر واقع ہے جہاں بڑی مسجد اراضی اور آپ کا وقف ہے وہاں کے رہنے والے آپ کو ''قبر الست'' ام کلثوم کے نام سے جانتے ہیں ہمیں خدا نے آپ کے (روضہ) کی زیارت کا شرف عنایت فرمایا۔

یاقوت متوفی ۶۲۶ھ معجم البلدان میں بیان کرتا ہے راویہ الماء یعنی پانی کے معنی میں ہے جو دمشق کا ایک قریہ ہے جہاں جناب ام کلثوم کی قبر ہے۔

ابن عساکر جو ۵۰۰ھ میں گزرے ہیں دمشق کی مساجد کا ذکر کرتے ہوئے اس طرح کہتے ہیں (مسجد راویہ جناب ام کلثوم کی قبر پر ایک مسجد ہے جو آنحضرت ؐ کی بیٹی نہیں تھیں بلکہ آپ کے اہلبیت سے ایک خاتون تھیں جن کا نام ام کلثوم رکھا گیا (مکمل طور سے) آپ کے نسب کا علم نہیں ہے اس مسجد کو حلب کے ایک شخص نے بنوایا اور ''المراقد'' میں سید براقی کی مخطوط کتاب ''الشجر'' سے حاج مصطفیٰ کہ ۱۳۰۲ھ قبر کے متولی سید سلیم سے اس طرح روایت کی گئی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ اس سال قبر پر قبہ گر گیا (اور جب قبر سے مٹی ہٹائی گئی) تو قبر پر مرمر کا ایک پتھر نظر آیا جس کی لمبائی قد آدم کے برابر تھی (جس کی عبارت کوئی بھی نہیں پڑھ سکا شام کے اطراف میں موجود ایک والی کے بارے میں لوگوں نے خبر دی کہ وہ سیر و تاریخ اور زبانوں کا ماہر ہے پس اس کو بلا کر پتھر پیش کیا گیا شروع کی دو سطروں کے علاوہ وہ بھی کچھ نہیں پڑھ سکا وہیں (ہذا قبر السیدہ زینب بنت علی بن ابی طالب بنت فاطمہ الزہراء توفیت فی ہذا المکان واقبرت فی رجوعھا الثانی)

ترجمہ: یہ قبر سیدہ زینب بنت علی بن ابی طالب بنت فاطمہ الزہرہ کی ہے جنہوں نے اس جگہ وفات پائی اور یہیں پر دفن کی گئیں جبکہ آپ دوسری مرتبہ یہاں واپس آئیں۔

۱۳۳۴ھ میں آپ کی قبر کیلئے ایران سے صندوق ہدیہ میں آیا جو ایک خاص جشن کی تقریب میں قبر پر رکھا گیا جس میں سوریہ اور لبنان کے شیعوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ جس میں ۲۰ شعبان ۱۳۳۴ھ کو سید عبدالحسین شرف الدین نے تقریر کی پھر ۱۹۹۳ء میں ایرانی عوام کی جانب سے نیا صندوق اور سونے کی ضریح مبارک رکھی گئی۔

آج کے زمانہ میں شہزادی زینبؑ کے مرقد کے چہار جانب خوبصورت وسیع حرم ہے اور صحن کے اطراف میں زائرین کیلئے کمرے بنے ہوئے ہیں جن میں زائرین قیام کرتے ہیں حرم میں داخل ہونے کے بلند مقام پر بارہ ائمہ علیہم السلام کے اسماء لکھے ہوئے ہیں اور روضہ کے چاروں

طرف شہزادی کا خطبہ فارسی ترجمہ کے ساتھ خوبصورت انداز میں تحریر ہے۔ روضہ پر کاشی کا کام محسن الحاج ابوالقاسم ہمدانی نے ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۹۶۳ء میں کروایا۔ چاندی کی کھڑکی اور سونے کے کے دروازے پر نہایت خوبصورت کاشی کاری میں یہ عبارت تحریر ہے۔

حضرت زینب علیا مقام کا یہ دروازہ عبد ذلیل محمد تقی بن مرحوم شیخ عبدالحسین آل اسد اللہ الکاظمی کی جانب سے بنوایا گیا جو اپنے عظیم پروردگار سے اس وقت میں رحم کا طلب گار ہے جس وقت نظریں کام نہیں کر رہی ہوں گی ۱۳۸۷ھ۔

اور دوسری جانب (اصفہان میں سادان کے زمانہ میں سید محمد محسن مرتضیٰ بن سید رضا مرتضیٰ اور سید رضا سید قاسم الحسینی کی کوششوں اور شیخ محمد حسین موئد ۱۳۸۲ھ کی کوششوں حاج میرزا ابوالقاسم کوبا کی نگرانی میں روضہ کی صنعت گری کا کام مکمل ہوا جن میں خطاط حبیب اللہ فضائل بھی شامل ہیں۔

اور مزار کے بارے میں کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے۔

''اے عقیلہ (زینب بنت علیؑ) کے زائر اس مقام پر باادب کھڑا ہو کر کہہ میری جانب سے عقیلہ ہاشم پر سلام ہو''۔

یہ ملک شام دمشق میں آپ کی ضریح مبارک سے ہے جس کا تمام دنیا کے لوگوں کے قلوب طواف کرتے ہیں۔

یہی وہ حق ہے جو ہمیشہ سربلند رہتا ہے جس پر کوئی بلندی حاصل نہیں کر سکتا باوجود یہ کہ (دنیا) نے آپ سے دشمنی کی۔

راس الحسین:

یزید ملعون نے سید الشہداء کا سر جامع دمشق اس مقام پر نصب کیا جہاں یحییٰ ابن ذکریا کا سر نصب کیا گیا تھا۔ صبح الاعشیٰ ۴۔۹۸۔

تہذیب التہذیب میں ص......۱/۱۵۷ (اور آپ کا سر مبارک تین روز تک معلق کیا گیا ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ یہ وہی جگہ ہے جو آج کے زمانہ میں مسجد اموی کا مغربی حصہ ہے قلقشندی نے اس طرح بر بنائے تقریب کہا ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ جگہ باب الفرادیس ہو۔

سبط ابن جوزی نے ابن ابی الدنیا سے اس طرح روایت کی ہے وہ بیان کرتا ہے امام حسینؑ کا سر مبارک یزید کے خزانہ میں دمشق میں ملا جس کو کفن دیکر باب الفرادیس میں دفن کیا گیا اس طرح بلاذری نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے وہ کہتا ہے کہ (امام حسینؑ کا سر مبارک) دمشق دارالامان میں) (دفن) ہے اسی طرح واقدی نے ذکر کیا ہے۔

سلیمان بن عبدالملک سے روایت کی گئی وہ بیان کرتا ہے مجھے شہید حسینؑ کا سر مبارک یزید بن معاویہ کے خزانہ سے ملا پس ہم نے اسے پانچ عدد پارچوں کا کفن دیا جو دیباج کا کپڑا تھا اور اپنے دوستوں کے ساتھ اس پر نماز پڑھی اور دفن کر دیا۔

(اور ایک روایت میں اس طرح ہے) سید الشہداء کا سر مبارک بنی امیہ کے خزانہ میں رہا یہاں کہ سلیمان بن عبدالملک والی ہوا اور اس نے سر طلب کیا پس اس کے پاس سر لایا گیا جو سفید ہڈی تھا سلیمان بن عبدالملک نے اس کو خوشبو سے معطر کیا اور کپڑے میں لپیٹ کر نماز پڑھی اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا پس جب عمر بن عبدالعزیز والی ہوا اس نے دفن کے مقام کے متعلق دریافت کیا پس اس جگہ کو کھود کر سر حاصل کر لیا خدا بہتر جانتا ہے کہ اس نے کیا کیا۔

اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ظاہر اً وہ دیندار تھا اس نے حضرت کا سر مبارک کربلا معلی بھیج دیا جس کو امام مظلوم کربلا کے جسم کے ساتھ دفن کیا گیا۔ ابن نما نے منصور بن جمہور سے اس طرح روایت کی کہ وہ یزید کے خزانہ میں داخل ہوا اس کو کھولا تو اس میں سرخ (کپڑے) میں لپٹی ہوئی ایک چیز تھی اس نے اپنے غلام سلیم سے کہا اس چیز کی حفاظت کرنا یہ بنی امیہ کے خزانہ سے ہے پس جب اس کو کھولا تو اس میں مظلوم کربلا کا سر مبارک تھا جو (خون) میں آلودہ تھا پس اس کو کپڑے میں لپیٹ کر باب الفرادیس میں مشرق جانب تیسری برجی کے پاس دفن کیا۔

یہ جگہ بلند ہے جہاں ایک جالی لگی ہوئی ہے یہی وہ جگہ ہے جہاں امام حسینؑ کا سر مبارک رکھا گیا تھا۔ پھر وہاں سے مصر اور دوسری جگہ منتقل کیا گیا اس مقام پر آنحضرتؐ کا موئے مبارک (بال) ہے۔

اسی کے پہلو میں مقام زین العابدینؑ ہے جس کے چاروں جانب بارہ ائمہ کے اسماء تحریر ہیں جن میں اول امیر المومنین اور آخر میں امام مہدیؑ کا اسم مبارک ہے۔

اور مقام راس الحسین (جہاں سید الشہداء کا سر رکھا گیا تھا) پیتل کی ایک جالی لگی ہوئی ہے اور ترکی زبان میں اشعار لکھے ہیں۔

سید محمد فکر الحسینی غفر اللہ نے اہلبیتؑ کے لئے ۲۹۱ھ بغرض ثواب تحریر کئے۔

اس مقام کے متعلق استاد طنطاوی نے اپنی کتاب "الجاالاموی ص ۵۷ میں اس طرح تحریر کیا ہے (یہ مقام بڑی زیارت گاہ ہے جہاں حسین بن علی طالبؑ کا سر مبارک رکھا گیا تھا بعد میں قاہرہ منتقل کیا گیا اس کے بالمقابل چھوٹی مسجد ہے جو عمر بن عبد العزیز سے منسوب ہے۔

سیدہ رقیہ:

کامل بہائی میں اس طرح ہے سیدہ رقیہ امام حسینؑ کی چار سالہ ایک دختر تھی (جس کے کم سنی کے باعث) (مورخین) نے گمان کیا ہے (مقتل الحسین) جبکہ آپ کی بیٹی قیدیوں کے ساتھ یزید کے قید خانہ میں تھیں اپنے بابا کو خواب میں دیکھا آپ نے جب اپنا خواب بیان کیا ایک مرتبہ بیبیوں کے درمیان گریہ بلند ہوا خبر یزید تک پہنچی یزید نے حکم دیا کہ حسینؑ کا سر خوان میں رکھ کر پیش کر دیا جائے بیٹی نے جب باپ کا سر دیکھا اس وقت انتقال کیا۔

آپ کی قبر (حی العمارہ) دمشق میں مسجد اموی کی پشت پر واقع ہے۔ ہم بھی زیارت سے مشرف ہو چکے ہیں زائرین کی آمد و رفت مستقل طور پر رہتی ہے روضہ کے دروازہ پر عربی زبان میں اشعار تحریر ہیں۔

ترجمہ......(اے شخص) آل پاک کی محبت سے وابستہ ہو جا انہیں کی محبت سے کل (روز آخرت) جنت کا مستحق ہوگا۔

(درحقیقت) یہی باب حطہ ہے لہٰذا اللہ کیلئے رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ۔

مذکورہ اشعار بندہ گناہ گار الحاج میرزا احمد رضا شیرازی نے تحریر کیے آپ کی مرقد کے اطراف میں بکثرت قصائد اور ابیات ہیں جن میں اہلبیت سے محبت کا اظہار کیا گیا ہے۔

مقامات اہل البیتؑ:

جب آپ جامع اموی کے باب قبلہ سے سیدھے آگے جائیں گے تو یہ راستہ حیّ الشاغور پر ختم ہوگا جہاں آپ کو دمشق کی شہر پناہ (دیوار) نظر آئے گی جس کے آثار ابھی تک باقی ہیں اور باب شاغور سے دائیں جانب اگر جائیں گے تو یہ راستہ باب الصغیر قبرستان پر پہنچ کر ختم ہوتا ہے جہاں پر ایک مقام ہے جس کو (جادہ آل البیت) کہتے ہیں جہاں متبرک مقامات ہیں جن میں مشہد الرؤس ہے۔

مشہد الرؤس۔ یہ وہ مقام ہے جہاں حسب ذیل شہداء کربلا کے سر ہیں۔ ابوالفضل العباس بن علیؑ قاسم بن الحسنؑ علی الاکبر عمر بن علی عبداللہ بن علی۔ حر محمد بن علی۔ عبداللہ بن عوف۔ محمد بن مسلم۔ عبداللہ بن عقیل۔ حسین بن عبداللہ۔ حبیب بن مظاہر۔ علی بن ابی بکر۔ عثمان بن علی۔ جعفر بن عقیل۔ جعفر بن علی۔

شیخ فرج آل عمران القطیفی نے اپنی کتاب (الازھار) میں جس کو وہ بغرض طباعت اپنے ہمراہ نجف اشرف لائے تھے سید شرف الدین مولف المراجعات کے حوالے سے ایک واقع بیان کیا ہے جس کا خلاصہ ہم یہاں نقل کر رہے ہیں۔

وہ بیان کرتے ہیں ہم سے سید نے کہا (ہم نے ۱۳۰۷ھ میں مشہد روؤس کی زیارت کی اس وقت میری عمر ۱۷ سال تھی اس مقام پر خس و خاشاک جمع تھا جہاں تمام شامی اموی اہلبیتؑ کی

توہین کرنے کے لئے اس مقام پر گندگی ڈالتے تھے خس وخاشاک قبر سے کئی میٹر بلند ہو گیا تھا اور (لوگ) اس کے ساتھ حقارت سے پیش آتے تھے چند سال کے بعد خداوند عالم نے ایک سید سلیم بن سید مرتضٰی کے ذریعہ اس مقام کے تعمیر کی صورت پیدا کی۔

سید مذکور نے استنبول کے حکام عبدالحمید کی جانب سفر کیا اور اس سے ملاقات چاہی اہلبیتؑ کی دشمنی کے باعث حاکم کے مصاحبین نے آپ کو ملاقات کا موقع نہیں دیا لیکن جب سید سے برداشت نہ ہو سکا تو انہوں نے بازاروں اور شارع عام پر باآواز بلند چلانا شروع کیا" اے لوگوں میں اس ملک میں ملک شام سے حاضر ہوا ہوں تا کہ حاکم کو قیمتی نصیحت پائدار ہدایت کرسکوں" جس سے اس کی شان بلند ہو سید نے مسلسل یہی فقرہ جاری رکھا یہاں تک کہ یہ خبر حاکم تک پہنچی آپ کو داخلہ کی اجازت ملی حاکم وقت نے سید سے دریافت کیا وہ کون سی نصیحت ہے سید نے اس طرح جواب دیا (اے حاکم عادل کیا تجھے یہ بات اچھی معلوم ہوتی ہے کہ اہلبیتؑ اور اقربا رسول کے مقدس مقامات کی توہین کی جائے جن کی محبت اور نسبت نے تجھے اور تمام امت اسلامیہ کو شرف بخشا ہے جیسا کہ آپ کی مودت ومحبت کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہوتا ہے (قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ)

ترجمہ: (اے رسولؐ) کہہ دیجئے میں تم لوگوں سے اپنی رسالت کی اجرت اپنے اہلبیت سے محبت کے سوا کچھ نہیں چاہتا۔

کیا یہ تجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ راس خامس اہل الکسا (یعنی آیت تطہیر میں شامل ہونے والی پانچویں ہستی) کے مقام سر مبارک کے نزدیک خس وخاشاک اور گندگی کا ڈھیر لگا ہو جن سے خداوند عالم نے ہر طرح کی آلودگی اور نجاست کو دور رکھا ہے اور ان کو پاکیزہ وطاہر قرار دیا ہے جہاں پر حضرت کے اصحاب کے شہداء کے سر بھی موجود ہیں جنہوں نے پرچم اسلام کی سربلندی کی خاطر خدا کی راہ میں قربانیاں دیں مثلاً ابوالفضل العباس۔ علی اکبر۔ قاسم بن الحسن جن کے ذکر کو (اللہ) نے شرف و بزرگی عطا کیا۔ تجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ مقدس مقام گندگی اور

خلافت کا مرکز ہو؟

میں گمان نہیں کرتا کہ یہ باتیں تجھے اچھی معلوم ہوئی ہیں۔ بلکہ میرا ضمیر کہتا ہے یہ تمام امور تیرے لئے اذیت اور رنج کا باعث ہیں۔ میری خواہش ہے کہ تو وہاں کے والی کو مشہد روؤس شہداء سے خس وخاشاک اور گندگی ہٹائے جانے کا حکم دے اس میں تیرے لئے دونوں جہاں کی بہتری اور کامیابی ہے۔

یہی میری نصیحت اور ہدایت ہے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

اس کے بعد بادشاہ نے سید بزرگ کے کلام کی تحقیق کی جب اسے سید کے کلام کی سچائی واضح ہوئی تو اس نے مشہد روؤس شہداء سے صفائی کا حکم دیا نیز بزرگ سید سلیم کی نگرانی میں مذکورہ مقام کی تعمیر کا حکم کیا اس طرح سید کی نگرانی میں تعمیری کام انجام پایا جو آج بھی موجود ہے نیز سید سلیم نے ام کلثوم وحضرت سکینہ اور عبداللہ بن زین العابدینؑ کے روضے تعمیر کرائے جو آج بھی موجود ہیں۔

سید سلیم اپنی زندگی میں مذکورہ تینوں مقامات کے نگراں رہے آپ کے بعد آپ کے فرزند سید رضا نگراں ہوئے پھر آپ کے دوسرے فرزند سید حسینی نگراں ہوئے جو ابھی تک موجود ہیں جنہوں نے وہاں ابیات تحریر کرائے۔

یہ مقام رورس الشہداء (یعنی یہ مقام سولہ شہداء کے سروں سے متعلق ہے) خاندان نبیؐ سے جن کا تعلق ہے جنہوں نے روز عاشور کربلا میں امام حسین ابن امام علی بن ابی طالبؑ کے ساتھ شہادت پائی یہ مقدس مقام سید سلیم آفندی بن سید حسین مرتضیٰ قائم مقام مراقد اہل البیتؑ کی کوششوں سے ۱۳۳۰ھ میں تعمیر کیا گیا۔

روؤس شہداء کے نزدیک ہی مسجد امام زین العابدینؑ ہے جس میں (کچھ عرصہ تک) اہلبیت کے اسیروں کو رکھا گیا جبکہ انہیں دمشق لایا گیا تھا (جو دمشق کی قدیم ترین مسجد ہے جس کے آثار تعمیر (آج تک موجود) کچھ عرصہ اسرا اہلبیت کو یہاں رکھنے کے بعد پھر مقام شاغور میں منتقل کیا گیا پھر وہاں سے باب الساعات لیجایا گیا پھر وہاں سے امام سجادؑ کو مسجد جامع لیجایا گیا پھر اہلبیتؑ کو

مذکورہ مسجد میں منتقل کر دیا۔

مقام سیدہ سکینہؑ:

جس پر لکھا ہے "سیدہ سکینہ (دختر) امام حسینؑ" شہید کربلا ہے اور سیدہ زینب جن کا لقب کلثوم ہے بنت امام علی بن ابی طالبؑ کا مقام ہے یہ مقامات مقدسہ سید سلیم آفندی بن سید حسین آفندی مرتضیٰ قائم مقام مراقد اہل بیتؑ کی کوششوں سے ۱۳۳۰ھ میں تعمیر کیے گئے۔

مقام عبداللہ بن سجادؑ ہے جہاں حسب ذیل اشعار تحریر ہیں۔

ترجمہ...... یہ وہ قبر ہے جس میں (فرزند) احمد مختارؐ ہے اور فاطمہ الزہراؑ کا پارہ جگر ہے یہ وہ قبر ہے جو اپنی بلندی کے سبب آسمانوں پر فوقیت رکھتی ہے۔

ہمارے آقا عبداللہ بن امام علی بن الامام الحسین بن امام علی بن ابی طالبؑ کا مقام ہے۔ یہ مقام سید سلیم آفندی بن سید حسین مرتضیٰ قائم مقام مراقد اہل البیتؑ کی کوششوں سے ۱۳۳۰ھ میں تعمیر ہوا۔

العذرا

دمشق کے اطراف میں "مرج العذرا" ایک قریہ ہے جو آج غوطہ نام سے مشہور ہے اور تاریخ میں حضرت حجر کے مقتل کے نام سے پہچانا جاتا ہے طہٰ حسین کہتے ہیں (مسلمانوں کے امیر نے اس طرح کے برے فعل مباح اور جائز قرار دیئے کہ بے گناہ لوگوں کو سزائیں دیں اور لوگوں کو شرفاء پر بہتان لگانے اور ان پر باطل کی گواہی پیش کرنے پر مجبور کیا اور قاضی کے علم اور اس کی مرضی کے خلاف اس کی گواہی لکھی جاتی تھی۔

مسلمانوں کے امیر نے اپنی ذاتی غرض کیلئے ایسے گناہ انجام دیئے اور بدعات ایجاد کیں اور ایسے بے گناہ لوگوں کو قتل کیا جن کا خون اللہ کے نزدیک محفوظ تھا بغیر اس کے ان کی بات سنی جاتی یا انہیں دفاع کا موقع دیا جاتا) الفتنہ الکبریٰ وعلی وبنوہ ..... ص۔۲۴۳۔

طبری نے حضرت حجر بن عدی کی شہادت کے بارے میں اس طرح روایت کی ہے۔

قیس بن جہاد شیبانی زیاد کے پاس آیا اور اس طرح کہا بنی ہمام سے ایک شخص ہمارے درمیان ہے جس کو صیفی فیسل کہا جاتا اور حجر کے اصحاب سے ہے جو دوسرے لوگوں کی نسبت تجھ پر زیادہ شدید ہے زیاد نے اس کے بلانے کے لئے ایک شخص روانہ کیا پس جب وہ آیا زیاد نے کہا اے دشمن خدا تو ابوتراب کے بارے میں کیا کہتا ہے۔اس نے کہا میں ابوتراب کو نہیں جانتا۔

زیاد نے کہا کیا تو علی بن ابی طالبؑ کو نہیں جانتا؟ اس نے کہا کیوں نہیں زیاد نے کہا وہی تو ابوتراب ہیں اس نے کہا جانتا ہوں وہ تو حسن وحسین کے والد ہیں۔

پھر ایک سپاہی نے کہا تجھے امیر کہتا ہے ابوتراب؟ تو کہتا ہے نہیں؟ اس نے کہا اگر امیر جھوٹ بولے تو چاہتا ہے میں بھی جھوٹ بولوں اور باطل پر گواہی دوں؟

زیاد نے کہا یہ بھی تیرا گناہ ہے (اس کے بعد) زیاد نے عصا طلب کیا اور پوچھا اب کیا کہتا ہے؟ (ابوتراب کے بارے میں) اس نے کہا میرا سب سے بہترین قول ہے جو میں اللہ کے با ایمان بندوں کے بارے میں کہتا ہوں۔

زیاد نے کہا کہ اس کو اس قدر گردن پر مارو کے زمین پر گر پڑے لہٰذا آپ کو اس قدر عصا سے پیٹا گیا کہ زمین گر پڑے۔

زیاد نے کہا اب چھوڑ دو...... زیاد نے پھر سوال کیا اب کیا کہتا ہے علیؑ کے بارے میں؟ اس نے کہا خدا کی قسم اگر تو میرے خنجر سے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر ڈالے تو علیؑ کے بارے میں وہی کہوں گا جو کہہ چکا ہوں۔

زیاد نے کہا (علیؑ) پر لعنت کرو ورنہ تیری گردن اڑا دونگا۔صیفی نے کہا اگر تو سر قلم کرنا چاہتا ہے تو کیوں نہیں قلم کرتا خدا کی قسم میں اللہ سے خوش ہوں اور تو خدا کے نزدیک دشمن ہے زیاد نے کہا اس کی گردن اڑا دو۔پھر کہا پیروں میں بیڑیاں ڈال کر زندان میں ڈال دو۔

پھر زیاد نے بڑے اور خاص لوگوں سے صیفی کے کافر ہو جانے کی گواہی دلوائی اور حقیقت

سے غافل اور دین فروشوں نے اس پر گواہی دی۔

طبری نے اس طرح کے واقعات میں اس زمانے کے حکام کا بے گناہ مسلمانوں پر ظلم کی گواہی کا واقعہ ذکر کیا ہے جس کو خلاف حقیقت استعمال کیا گیا۔ظلم پر گواہی دینے والوں میں شریح بن ہانی الحارثی کا نام بھی درج تھا جس نے وائل بن حجر کے ذریعہ بہت جلد دوسری تحریر روانہ کی جو اس طرح ہے (مجھے معلوم ہوا ہے کہ زیاد نے تجھے میری حجر بن عدی پر دی جانے والی گواہی کے بارے میں تحریر کیا ہے۔حجر بن عدی کے بارے میں میری گواہی یہ ہے کہ وہ نماز کا قیام کرنے اور زکوٰۃ دینے والوں سے ہیں حج اور عمرہ ہمیشہ بجالاتے تھے نیکیوں کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے تھے۔ان کا خون بہانا اور مال حاصل کرنا حرام ہے۔

لیکن شریح بن ہانی کا خط فائدہ بخش ثابت نہ ہوسکا اس لئے کہ حکومت حق کو خاموش کرنا چاہتی تھی سرج العذرا شام ۵۱ھ میں آپ کو اور آپ کے اصحاب کو قتل کردیا۔جیسا کہ طبری میں وارد ہوا ہے کہ (حجر بن عدی وشریک بن شداد الحضرمی وصیفی بن فسیل الشیبانی قبیصہ بن ضبیعہ العبسی ومحرز بن شہاب السعدی اور منقری وکدام بن حیان العنزی اور عبدالرحمٰن بن حسان العنزم (یہ تمام افراد) وہ ہیں جنہوں نے زیاد پر اعتراض کیا جس کے نتیجہ میں انہیں زندہ دفن کردیا گیا۔الطبری ۶۔۱۰۰۔

انجام کار جب یہ لوگ قریہ عذرا پہنچے اس وقت معاویہ نے اپنے آدمی ماموریہ سے روانہ کئے کہ اگر یہ لوگ اپنے آقا علی بن ابی طالبؑ سے براۃ کا اظہار نہ کریں تو سب کو قتل کردیں۔پس ان لوگوں نے کہا۔یقیناً ہمارے لئے تلوار کی دھار پر صبر کرنا اس چیز کے بالمقابل آسان تر ہے جس کی طرف وہ (معاویہ) دعوت دیتا ہے اللہ اور اس کے رسولؐ اور رسولؐ کے جانشین کی بارگاہ میں حاضری ہمارے لئے زیادہ محبوب ہے جس کی طرف تم بلارہے ہو تم ہمیں جہنم کی دعوت دے رہے ہو پھر سب کے لئے پھانسی کا حکم دیا گیا۔

شیخ محمد بن مکی نے مذکورہ تمام اصحاب کی قبور کی زیارت کی ہے۔وہاں کچھ اور مزارات ہیں

جن کی زیارت کا شرف ہمیں حاصل نہیں ہوسکا عنقریب مستقبل میں زیارت کریں گے۔ انشاءاللہ

ا۔ محمد بن ابی حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس جنہیں معاویہ نے سن ۳۶ھ میں شہید کیا۔

یاقوت بیان کرتا ہے (عثمانؓ کے قتل کے بعد حضرت علیؑ نے ابن ابی سجاد کو مصر سے معزول کر کے محمد بن ابی حذیفہ کو مصر کا والی مقرر فرمایا) معجم البلدان ۱/۱۳۰۱ الکامل ص۔۳/۱۳۵

اور المراقد ۲/ص ۲۵۰ (آپ کی قبر شام کے قبرستان میں ہے ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ آپ بہت سے مومنین کے نزدیک مشہور ہیں محمد صحابی حافظ قران مستحبات کے بجالانے والے راسخ الایمان معاویہ کے ماموں زاد بھائی تھے۔

ابن اثیر کی الکامل میں اس طرح ہے جس کا ہم خلاصہ تحریر کر رہے ہیں جنگ صفین کے بعد عمر عاص نے مصر کا سفر کیا اور آپ کو پیغام بھیجا "جو ہوا وہ تم نے دیکھ ہی لیا ہم نے معاویہ کی بیعت کر لی لیکن میں اس کے امر سے بہت زیادہ خوش نہیں ہوں اور میں یہ بھی بخوبی جانتا ہوں کہ علی بن ابی طالبؑ معاویہ سے نفسانی اور مقدم ہونے کے اعتبار سے اس معاملہ میں افضل ہیں میں تم سے جس کا وعدہ کرتا ہوں کہ میں اور تم لشکر کے بغیر ملاقات کریں تم بھی ۱۰۰ افراد کے ساتھ آؤ میں بھی اسی طرح آؤنگا ہمارے ساتھ تلوار کے سوا کچھ نہیں ہوگا ملاقات عدی العریش پر ہوگی" عمر عاص نے اپنا لشکر پوشیدہ رکھا ابھی تک دونوں مقررہ مقام پر ملے نہیں تھے محمد کو معلوم ہوگیا کہ میرے ساتھ فریب کیا گیا ہے تو اس وقت محمد نے محل میں پناہ لی عمر عاص نے منجنیق سے حملہ کیا یہاں تک کہ آپ کو گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا قرضہ کی بیٹی معاویہ کی زوجہ تھی جو محمد بن ابی حذیفہ کی پھوپی زاد بہن تھی وہی آپ کو کھانا بھیجتی تھی۔

ایک روز معاویہ نے آپ کو زندان سے نکال کر آپ سے کہا۔ کیا تجھے اس کی خبر نہیں کہ تو نے علی بن ابی طالبؑ کی مدد کر کے گمراہی مول لی ہے؟ کیا تجھے معلوم نہیں کہ عثمان مظلوم قتل کیے گئے؟ اور تو یہ بھی جانتا ہے میں رشتہ کے اعتبار سے دوسرے لوگوں کی نسبت تجھ سے سب زیادہ نزدیک ہوں اور مہربان ہوں۔

محمدؒ نے کہا۔ خدا کی قسم میں خون عثمانؓ میں تجھ سے زیادہ کسی کو شریک نہیں سمجھتا اس لئے کہ جب عثمانؓ نے تجھے والی بنایا تو تمام لوگوں نے عثمانؓ سے تیری معزولی کے بارے میں کہا پس انہوں نے انکار کیا لوگوں نے وہی کیا جو تجھے معلوم ہے خدا کی قسم میں گواہی دیتا ہوں کہ ہم نے تجھے زمانہ جاہلیت سے زمانہ اسلام تک دیکھ لیا کہ تو ایک ہی روش پر قائم ہے اسلام نے تیرے اندر کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی۔

علیؑ کے ساتھ آنے والے افراد نمازی روزہ دار، مہاجر اور انصار تھے اور تیرے ساتھ منافقین اور آزاد کردہ غلام نکلے...... خدا کی قسم اللہ اور رسولؐ کی خوشنودی کیلئے علیؑ کو اب بھی دوست رکھتا ہوں اور دوست رکھوں گا اور خدا اور اس کے رسولؐ کی خاطر تیرا ہمیشہ دشمن رہوں گا جب تک میں زندہ ہوں۔

معاویہ نے کہا: میں تجھے بڑی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں پھر آپ کو زندان بھیج دیا پھر آپ کے قتل کرنے کیلئے ایک شخص کو بھیجا۔

عمارؓ بن یاسر:

عمار بن یاسر جن کی کنیت ابوالیقظان ہے امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کی ہمراہی میں جنگ صفین ۳۷ھ میں شہید ہوئے۔ المراقد ۲/ص ۱۰۰ میں اس طرح ہے آپ کی قبر رقہ (میدان) صفین میں آبادی کے نزدیک ہے جس پر ایک حجرہ بنا ہے۔

آپ ہی کے بارے میں آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا تھا "اے عمار تمہیں باغی و سرکش گروہ قتل کریگا اور دنیا کی تمہاری آخری غذا دودھ ہوگا" اس طرح آپ کے بارے میں حضرت نے ارشاد فرمایا "ان عمارا ملئی ایمانا من قرنہ الی قدمہ واختلط الایمان بلحمہ و دمہ" عمار سر سے پیر تک ایمان میں ڈوبے ہوئے ہیں ان کے گوشت اور خون میں ایمان رچ بس گیا ہے۔

سعد بن عبادۃ الخزرجی:

سید خزرج ۱۶ھ میں مقام "حوران" میں تیر سے شہید کیے گئے۔ استیعاب میں اس طرح موجود ہے (آپ متقی پرہیزگار خوبصورت اور سردار قبیلہ تھے آپ کی قوم آپ کا کہنا مانتی تھی آپ ابوبکرؓ کی بیعت سے انکار کر کے مدینہ سے حوران چلے آئے پھر واپس مدینہ نہیں گئے یہاں حوران (الشام) میں ہی انتقال کیا۔

نوری تہذیب الاسماء میں اس طرح کہتے ہیں (آپ بنی ساعد کے نقیب اور تمام مواقع پر انصار کے علمبردار تھے آپ بزرگ سخی صاحب ریاست وصاحب کرم تھے آنحضرتؐ نے آپ کے متعلق ارشاد فرمایا (انہ من بیت جود) سخاوت کے گھرانہ سے ہیں۔

بدر اور دیگر جنگوں میں شرکت کی ۱۶ھ میں وفات پائی اس امر پر سب نے اتفاق کیا ہے کہ آپ حوران میں تھے اور وہیں انتقال کیا۔

احتجاج طبرسی میں آنحضرتؐ کی وفات کے بعد رونما ہونے والے اختلاف (سقیفہ) کی اس طرح روایت کی ہے جب ابوبکرؓ نے اپنی بیعت کیلئے قاصد بھیجا اس وقت آپ نے کہا "خدا کی قسم میں تمہاری بیعت نہیں کرونگا یہاں تک کہ میں تم سے اتنی جنگ کرونگا میرے ترکش کے تمام تیر ختم ہو جائیں پھر میں اپنا نیزہ تمہارے خون سے رنگین کروں گا پھر بھی اپنی تلوار سے جنگ کرونگا تمہاری بیعت نہیں کرونگا اور میں تم سے اپنے اہل وعیال اور دوستوں کے ساتھ جنگ کرونگا اگر تمہارے ساتھ جن اور انسان بھی جمع ہو جائیں تب بھی بیعت نہیں کرونگا یہاں تک کہ میں اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر ہو جاؤں" اس طرح آپ اپنے موقف پر قائم رہے اور بیعت نہیں کی یہاں تک کہ ابوبکرؓ نے انتقال کیا پھر عمرؓ خلیفہ ہوئے۔ سعد عمرؓ کے خوف سے شام چلے گئے اور وہیں "حوران" میں انتقال کیا آپ کو رات کے وقت تیر لگا جو آپ کی شہادت کا سبب بنا۔ مشہور یہی ہے کہ آپ نے ابوبکرؓ کی خلافت میں انتقال کیا اور خالد بن ولید نے آپ کو تیر مارا تھا پھر یہ شہرت

کردی کہ جن نے تیر مارا تھا اور اس طرح کہا۔

ترجمہ:...... یقیناً ہم نے قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کا قتل کیا۔ خواب دیکھا تھا اس نے لوگوں نے سوال کیا جب اس کو حقیقت کا علم ہوا تو اس نے روضہ بنوایا روضہ کے قریب بعض شیعوں کی قبریں ہیں جن میں شہر آشوب ابن منیر اور ابن زہرہ وغیرہ ہیں۔

کتاب المراقد (۲/۲۹۸) میں اس طرح ہے مشہور یہ ہے کہ ابو عبداللہ الحسین بن ابی طالب کے فرزند کی قبر سوریہ کے شہر حلب میں جبل جوش میں ہے جو ''مشہد السقط'' مشہور ہے مورخین نے ذکر کیا ہے کہ امیر ابوالحسن علی سیف الدولۃ الحمدانی نے ۳۵۱ھ میں مشہد بنوایا تھا۔

مشہد سقط (یعنی جناب محسن) اب شیعہ مومنین اور علماء کا قبرستان ہے جن میں عالم السید ابوالمکارم حمزہ بن علی بن زہر/۵۸۵ ہیں اسی طرح شیخ ابو جعفر محمد بن علی بن شہر آشوب سروری مازندرانی اور شاعر شہید ابن منیر الطرابلسی الشیعی ۵۴۸ھ محوخواب ہیں۔

ڈاکٹر عبدالرحمٰن الکیالی کی کتاب (اضواء و آرا) میں صفحے ۸۷ پر اس مرقد کے بارے میں اس طرح تحریر ہے (یہ مرقد محسن بن امام الحسین بن امام علیؑ کی ضریح پر مشتمل ہے۔ مشہد الدکۃ اور مشہد اس طرح کے نام سے مشہور ہے جو حلب کے مغربی جانب ۳۰۰ میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔

شیخ کامل غزوی اپنی تاریخ میں ابن الفوطی سے اس طرح روایت کرتے ہیں کہ مشہد الدکۃ (یعنی جناب محسن کا مزار سن ۳۵۱ھ میں ظاہر ہوا وہ اس طرح کہ ایک مرتبہ سیف الدولہ نے اپنے گھر سے حلب شہر کے باہری حصہ میں ایک نور اس مقام پر اترتے ہوئے دیکھا اس طرح متعدد مرتبہ ہوا چنانچہ سوار ہو کر اس مقام پر آیا وہاں اس نے ایک پتھر دیکھا جس پر لکھا تھا (ہذا قبر المحسن بن الحسین بن علی بن ابی طالبؑ) یہ قبر محسن بن امام حسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ کی ہے۔

اس نے علویوں کو جمع کیا اور ان سے سوال کیا کہ آیا حسینؑ کے علاوہ محسن نامی کوئی فرزند تھا

ان میں سے بعض نے کہا یہ خبر ہم تک نہیں پہنچی البتہ یہ خبر ضرور پہنچی کہ حضرت فاطمہ حمل سے تھیں اور آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ تمہارے شکم میں محسن ہے بیعت کے روز لوگوں نے آپ کے گھر پر علیؑ سے بیعت لینے کیلئے ہجوم کیا اس وقت فاطمہؑ کا محسن ساقط ہوا اور ان میں سے بعض افراد نے کہا کہ امام حسینؑ کی ایک زوجہ جب مقام جوشن سے گزریں اس پر اس وقت بچہ ساقط ہوا اس کے لئے شمر بن ذی الجوشن اسیروں کو اس مقام پر لایا تھا سیف الدولہ نے کہا خداوند عالم نے مجھے اس مقام پر تعمیر کرنے کا حکم دیا ہے لہٰذا میں اس مقام کو اہلبیت کے نام تعمیر کر رہا ہوں۔

یحییٰ بن ابی طی متوفی ۶۳۰ھ نے اپنی تاریخ میں اس طرح تحریر کیا ہے ہم نے اس مشہد کی زیارت کی ہے جس پر چھوٹا دروازہ ہے اور سیڑیوں کے نیچے سیاہ پتھر پر خط کوفی میں یہ عبارت لکھی ہے۔

خداوند عالم کی خوشنودی اور قربت حاصل کرنے کیلئے ہمارے آقا محسن بن الحسین بن علی بن ابی طالب کے نام پر امیر سیف الدولہ بن عبداللہ بن حمدان نے ۳۵۱ھ میں اس روضہ مبارک کی تعمیر کرائی۔

مشہد النقطہ:

کتاب المراقد ۲/ص ۳۰۲ پر اس طرح ہے (جبل جوشن پر مشہد نقطہ ہے اس مقام کیلئے یہ مشہور ہے کہ جب یزیدی فوج سید الشہداؑ کے اہل حرم کو اسیر کر کے اس مقام پر پہنچی جن میں شہدا کے سر بھی شامل تھے۔ اس مقام پر شب گزاری اور امام حسینؑ کا سر مبارک بلند پتھر پر رکھ دیا اس وقت آپ کے پاکیزہ خون مبارک کا ایک قطرہ پتھر پر گرا وہاں کے لوگوں نے اس مقام کو بطور تبرک محفوظ رکھا یہاں تک کہ سیف الدولہ حمدانی نے شام کو فتح کیا وہاں کے لوگوں نے سید الشہداؑ کے پاکیزہ خون کے بارے میں اس کو خبر دی جہاں اس نے عمارت تعمیر کرائی۔

آقائے جلالی بیان کرتے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں ہماری ملاقات ایک بزرگ سے ہوئی جن کا

نام شیخ عمار تھا جنہیں مشہد نقطہ کے بارے میں خاصی معلومات تھیں جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

اس مقدس مقام پر تعمیر سیف الدولہ نے کرائی اس مقام پر ایک پتھر تھا جس پر سید الشہداء علیہ السلام کے پاکیزہ خون کا قطرہ گرا تھا جب اس مقام پر ترکوں نے حملہ کیا اس وقت انہوں نے اس مقام پر اپنا اسلحہ رکھا عمارت کو توڑ دیا اور پتھر کو جناب زکریا کی مسجد میں لے جانا چاہا جس جانور پر لے جانا چاہتے تھے وہ آگے نہیں بڑھ رہا تھا اس وقت وہ پتھر مشہد نقطہ میں موجود ہے جہاں المحسن سقط کی قبر ہے اور بنی مرداس کے زمانہ میں پانی کا مرکز قائم کیا گیا جو شمالی جانب واقع ہے اور قبلہ کی جانب دیوار ابنوائی گئی ضریح کیلئے طوق اور اس کی تزئین کاری کا کام ہوا اور اس پر پردہ لگوایا گیا نور الدین نے روضہ کے صحن کے اطراف میں بہت سے مکانات تعمیر کرائے تھے جن سے لوگ استفادہ کرتے تھے جن کو رئیس صفی الدین طاروق بن علی نابلسی نے منہدم کرا دیا۔ رئیس حلب جو ابن طریہ کے نام سے مشہور ہے اس کے نام کا دروازہ ہے جس کو سیف الدولہ نے بنوایا تھا بادشاہ ظاہر عباث والدین بن صلاح الدین یوسف بن ایوب متوفی ۶۱۳ھ کے زمانہ میں شمالی جانب کی دیوار گر گئی پس اس نے تعمیر کرایا ناصر یوسف بن عزیز محمد ظاہر متوفی ۶۳۴ھ کے زمانہ میں قبلہ کی دیوار گر گئی لہٰذا اس نے تعمیر کرائی۔ لیکن جب تاتاریوں نے حلب پر قبضہ کیا وہاں پر موجودہ تمام سامان لوٹ لیا ضریح اور دروازے توڑ دیئے جب ظاہر برتوق بن رضی متوفی ۸۰۱ھ حلب کا والی مقرر ہوا اس نے روضہ کی مرمت کروائی اس میں امام جماعت اور مؤذن کا انتظام کیا یہ واقعات گزشتہ زمانہ سے متعلق تھے لیکن آج کے زمانہ میں مرقد اسی طرح ہے جیسے کہ برقوف بن رضی کے زمانہ میں تھی جب ہم نے اس کی زیارت کی ہم نے اس کو عمارت کے اعتبار سے مکمل دیکھا۔

کتاب اصواو آراص ۶۲ پر الکیالی اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

جب ابن زیاد کا لشکر امام حسینؑ کے قیدیوں کو لے کر حلب وارد ہوا وہ لوگ مغربی جانب پہاڑ پر بیٹھ گئے اور سید الشہداء کا سر مبارک ایک پتھر پر رکھ دیا۔ ایک قطرہ حضرت کے خون کا پتھر پر گرا وہاں کے باشندوں نے اس کی حفاظت کی یہاں تک کہ سیف الدولہ نے حلب اور شام کے دیگر

شہروں کو فتح کیا اس وقت سیف الدولہ نے امام حسینؑ کے قیمتی خون کے احترام میں عالیشان مقام تعمیر کرایا جس کا نام "مشہد الحسین" رکھا اور پتھر کو وہاں رکھا ۱۳۰۲ھ میں مشہد حسینؑ کی شمالی جانب کو از سر نو تعمیر کیا گیا۔ اور چند سال کے بعد سلطان عبدالحمید نے ریشم کا ایک پردہ ہدیہ کیا جس پر قرآنی آیات لکھیں تھیں جس کو محراب میں لگایا گیا اور صحن کا فرش خوبصورت انداز میں بنوایا گیا اور امام جماعت و موذن خدام مقرر کیے گئے جو ہر روز قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں اس مشہد کے ایوان پر لکھا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللھم صلی علی محمد المصطفی وعلی المرتضٰی وفاطمۃ والحسن المجتبیٰ والحسین الشہید وعلی زین العابدین ومحمد الباقر وجعفر الصادق وموسی الکاظم وعلی الرضا ومحمد الجواد وعلی الہادی والحسن العسکری ومولانا محمد بن الحسن القائم بامر اللہ۔

☆☆☆☆☆

اردن

القدس

الخلیل

جعفر بن ابی طالبؑ:

حضرت جعفر بن ابی طالبؑ اسلامی تاریخ میں نمایاں حیثیت کے حامل ہیں جنہوں نے اسلامی شجاعت کا عملی نمونہ پیش کیا شام میں مسلمانوں کے سب سے پہلے بزرگ اور اسلامی تاریخ میں مہاجرین کے سالار کاروان، باطل کے مقابل حق کی جانب سے شہید ہونے والے قائد و رہبر جعفر بن ابی طالبؑ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہیں۔آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد ہاشم بن عبد مناف ہیں آپ کے بھائی طالب و عقیل اور امام علی تاریخ اسلام میں آپ کا اہم مقام ہے آپ سابقین اسلام سے ہیں جیسا کہ روایت میں وارد ہوا ہے آپ اسلام قبول کرنے والوں میں تیسرے فرد ہیں آپ کے والد جناب ابو طالبؑ آپ کو اور آپ کے برادران کو اسلامی پیغام پر باقی رہنے کی ہمت و تشجیع فرماتے تھے جب ایک روز حضرت ابو طالبؑ نے آپ کے

بھائی علیؑ کو آنحضرت کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ ان کا کوئی تیسرا نہیں ہے آپ نے حضرت جعفرؑ سے فرمایا (آگے بڑھو اور اپنے عم برادر کے ساتھ نماز ادا کرو) اور اشعار کہے۔

جس وقت آنحضرتؐ نے مہاجرین وانصار کے درمیان (اخوت) یعنی بھائی چارہ قائم فرمایا اس وقت آپ نے حضرت جعفر طیار کو معاذ بن جبل کا بھائی بنایا جیسا کہ (الاصابۃ) میں موجود ہے اور ۳ ہجری میں جب آپ حبشہ سے واپس آئے آنحضرتؐ نے آپ کا استقبال فرمایا اور آپ کی پیشانی کا بوسہ دیتے ہوئے فرمایا ''میں کس چیز پر زیادہ خوشی مناؤں جعفر کی واپسی یا خیبر کی فتح پر جعفر طیار کی زندگی کا اہم ترین واقعہ اسلام کی نصرت میں اس وقت پیش آیا جب مشرکین قریش نے مسلمانوں کو اذیتیں دیں اور جعفر طیار نے ۸۸ مسلمانوں کے ہمراہ حبشہ ہجرت کی یہ ہجرت آپ کی قیادت میں ہوئی جس میں آپ کی زوجہ اسماء بنت عمیر الخثعمیہ بھی شامل تھیں جہاں آپ کے تین فرزند عبداللہ وعون اور محمد پیدا ہوئے وہاں پر حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا جو بہت مشہور ہے جبکہ کفار و مشرکین کو حبشہ میں مسلمانوں کی ترقی کا خوف ہوا اس وقت انہوں نے مسلمانوں کو واپس مکہ مکرمہ بلانا چاہا اور روایت میں وارد ہوا ہے کہ اس وقت نجاشی اور اس کے تمام اصحاب نے اسلام قبول کیا چونکہ اس ہجرت کا واقعہ حکمت وفوائد سے خالی نہیں لہٰذا ہم اس مقام پر بیان کر رہے ہیں۔ جب آنحضرتؐ مبعوث ہوئے اس وقت لوگ مسلمان ہونا شروع ہوئے یہاں تک کہ مکہ مکرمہ کے تمام قبائل تک اسلام پہنچ گیا کفار قریش نے مسلمانوں کو اذیتیں اور ان پر ظلم کرنا شروع کیا خداوند عالم نے اپنے رسولؐ کی آپ کے چچا جناب ابوطالب بن ہاشم و بنی عبدالمطلب کے ذریعہ مدد فرمائی۔ جب آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب اور چچا حضرت ابوطالب پر ظلم وستم دیکھے تو آپ نے ارشاد فرمایا اگر تم لوگ حبشہ کی سرزمین پر ہجرت کرو کہ جہاں پر ایک بادشاہ ہے جس کی جانب سے تم پر ظلم نہیں ہوگا یہاں تک کہ خداوند عالم تمہارے لئے بہترین صورت نکالے گا اس وقت مسلمانوں نے پہلی ہجرت کی جس کے قائد جعفر طیار تھے جس میں ۸۸ دیگر مسلمان تھے یہاں تک کہ مسلمان حبشہ پہنچے وہاں آپ ایمان وعبادت کے ساتھ اطمینان سے

رہنے لگے اور نجاشی نے اپنے یہاں آنے والے مسلمانوں کا احترام کرتے ہوئے اچھی جگہ ٹھہرایا اور حسن سلوک سے پیش آیا یہ لوگ خدا کی عبادت کرتے خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور اپنی اسلامی رسوم وروایات کو برقرار رکھتے لیکن جب مشرکین قریش نے دیکھا کہ جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھ دیگر مسلمان سرزمین حبشہ پر اطمینان وسکون سے ایمانی زندگی گزار رہے ہیں اس وقت انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ مسلمانوں کی ترقی کس طرح روکی جائے انہوں نے یہ طے کیا کہ کچھ لوگوں کو نجاشی کے پاس روانہ کیا جائے جو نجاشی کو ہدیہ پیش کریں اور مسلمانوں کی نسبت اس کو گمراہ کریں چنانچہ انہوں نے کچھ ہدایا نجاشی اور اس کے درباریوں کے لئے عبداللہ بن ربیعہ اور عمر بن العاص کے ہمراہ روانہ کئے اور اس طرح تاکید بھی کی (نجاشی سے گفتگو کرنے سے پہلے اس کے درباریوں کو ہدایا تقسیم کردینا) یہ لوگ حبشہ میں نجاشی کے پاس پہنچے اس کو اور درباریوں کو ہدایا پیش کئے پھر دونوں نے اپنی بات کا آغاز اس طرح کیا (اے بادشاہ ہمارے ملک کے کچھ بے وقوف جوان تیرے ملک میں آگئے ہیں انہوں نے اپنے آباؤاجداد اور اپنے دین کو اور اپنی قوم کو ترک کردیا ہے لہٰذا ان کے عزیزوں رشتہ داروں اور قوم کے بزرگ افراد نے ہمیں تیرے پاس بھیجا ہے جو ان کے بارے میں اچھائی اور برائی کو ان سے زیادہ جانتے ہیں تاکہ تو ان لوگوں کو یہاں سے بھیج دے۔ نجاشی نے عمرو بن عاص اور اس کے دوسرے ساتھی کی بات توجہ سے نہیں سنی اس وقت بادشاہ کے مصاحبین نے کہا اے بادشاہ ان کی قوم ان سے بہتر جانتی ہے ان کی اچھائی اور برائی کو بخوبی سمجھتی ہے ان لوگوں کو ان کے حوالہ کردے۔ ان کا کلام سن کر نجاشی غضب ناک ہوا اور کہا خدا کی قسم میں ان لوگوں کو حوالہ نہیں کرونگا یہ میرے ملک میں آئے اور میرے مہمان ہیں۔ میں خود ان کو بلاتا ہوں پھر دیکھتا ہوں یہ دونوں ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں پس اگر ایسا ہی ہوا جیسا کہ یہ کہتے ہیں ان لوگوں کو حوالہ کرونگا اور ان کی قوم کی طرف پلٹا دونگا اور اگر معاملہ اس کے خلاف ہوا تو واپس نہیں کرونگا اور ان پر حسن سلوک کرونگا۔

جب قاصد نے نجاشی کا پیغام مسلمانوں تک پہنچایا انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ وہاں کیا کہو

گے سب نے کہا کہ جس کو ہم جانتے ہیں وہی کہیں گے چاہے کچھ بھی ہو جب مسلمان بادشاہ نجاشی کے سامنے پیش کیے گئے اس وقت نجاشی نے مشرکین کی شکایتوں کے خطوط ان کے سامنے کھولے اور کہا "وہ کون سا دین ہے جس کے سبب تم نے اپنے آباؤ اجداد کا دین ترک کر دیا اور قوم کو چھوڑ دیا اور ان کے دین میں کیوں داخل نہیں ہوئے اس وقت حضرت جعفر طیار نے کہا اے بادشاہ عرب زمانہ جاہلیت میں بت پرستی کرتے، مردار کھاتے، برے کام انجام دیتے وقطع رحم کر کے پڑوس کو اذیت دیتے تھے۔ صاحب قوت کمزور کو کھا جاتا تھا۔ ہماری قوم کی یہ حالت تھی کہ یہاں تک کہ خداوند عالم نے ہمارے درمیان ایک رسولؐ بھیجا جو ہم میں سے ہے جس کے نسب و صداقت وامانت اور پاکدامنی کو ہم اچھی طرح جانتے ہیں اس نے ہمیں اللہ کی طرف دعوت دی کہ ہم وحدانیت کی گواہی دیں اس کی عبادت کریں۔ ہمارے رسولؐ نے ہمیں سچائی، ادا، امانت صلہ رحمی اور پڑوسی پر حسن سلوک کرنے کا حکم دیا اور محرمات وزنا اور فحش باتوں۔ ظالمانہ کلام یتیموں کا مال کھانے پاکدامن عورتوں پر بہتان لگانے سے منع کیا اور ہمیں اللہ کی عبادت کا حکم دیا ہے کہ ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک قرار نہ دیں جو چیزیں ہم پر حلال تھیں ان کو حلال قرار دیا اور جو حرام تھیں ان کو حرام قرار دیا پس یہ لوگ (مشرکین) ہمارے دشمن ہو گئے ہمیں ہمارے رب کے سوا بت پرستی کی دعوت دیتے ہیں کہ جب انہوں نے ہم پر ظلم وستم کیا ہم پر عرصہ حیات تنگ کر دیا ہمارے دین کے معاملات میں مشکلات پیدا کیں ہم اپنا وطن چھوڑ کر تیرے ملک کو آباد کیا اور تیرے پڑوس میں رہنا پسند کیا ہمیں امید ہے کہ تیری جانب سے ہم پر ظلم نہیں ہوگا۔

حضرت جعفر طیار کا کلام سن کر نجاشی نے کہا کیا تمہارے پاس تمہارے خدا کا کلام ہے حضرت جعفر نے کہا موجود ہے نجاشی نے کہا پڑھو پس جناب جعفر نے سورہ "کھیعص" سے "ذکری رحمتہ ربک" پڑھا نجاشی نے گریہ کرنا شروع کیا یہاں تک کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی نجاشی کے درباریوں نے بھی رونا شروع کیا پھر نجاشی نے کہا خدا کی قسم یہ تو وہی ہے جس کو موسیٰ وعیسیٰ لائے تھے" (پھر مشرکین کے نمائندوں سے کہا) تم لوگ واپس جاؤ میں تمہیں کسی بھی

قیمت پر ان لوگوں کو دینے والا نہیں یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہوگا۔

عمر بن العاص نے کہا: اے بادشاہ یہ لوگ عیسیٰ بن مریم کی نسبت عجیب باتیں کہتے ہیں کہ عیسیٰ اللہ کے بندے اور اس کے رسولؑ ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جس کو اللہ نے مریم کو عطا کیا پس جعفر طیار نے کہا ہمارا نبیؐ اس طرح کہتا ہے ''بلاشبہ عیسیٰ خدا کے بندے اور اس کے رسول اور اس کی روح اور کلمہ ہیں جس کو خداوند عالم نے عذرا اور بتول (مریم) کو عطا کیا پس جب نجاشی نے حضرت جعفر طیار کے اس جواب کو سنا تو زمین پر ہاتھ مارتے ہوئے وعدہ کیا تم لوگ جاؤ اور سب ملک میں اطمینان وسکون سے رہو اس وقت عمر بن العاص وعبداللہ بن ابی ربیعہ ذلیل وخوار ہو کر نجاشی کے یہاں سے نکلے اور مسلمانوں نے حضرت جعفر طیار کی قیادت میں اطمینان سے زندگی شروع کی۔

حضرت جعفر طیارؑ غزوہ موتہ میں:

آنحضرتؐ نے ۸ھ میں حضرت جعفر طیار کی قیادت میں ایک لشکر ''موتہ'' میں بھیجا جس کا سبب ''الواقدی'' نے اس طرح بیان کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے ۸ھ میں حارث بن عمیر الاسدی کے ذریعہ ملک بصری کے پاس ایک پیغام روانہ کیا جب وہ موتہ پہنچے ان کی ملاقات شرجیل بن عمر الغسانی سے ہوئی اس نے حارث سے سوال کیا کہاں جا رہے ہو انہوں نے کہا ''شام'' اس نے کہا تم محمدؐ کے قاصد ہو کہا ہاں پس آپ کو باندھ کر قتل کر دیا۔ حارث کے علاوہ آنحضرتؐ کا کوئی بھی قاصد قتل نہیں کیا گیا آنحضرت کو جب علم ہوا آپ کو نہایت صدمہ ہوا اور لوگوں نے بھی آپ کا غم منایا اس وقت آنحضرتؐ نے حضرت جعفر طیار کی قیادت میں لشکر روانہ فرمایا اور حکم دیا اگر جعفر شہید ہو جائیں تو زید بن حارثہ سردار لشکر ہوں گے اور وہ بھی شہید ہو گئے تو عبداللہ بن رواحہ سردار ہوں گے اور دیگر روایات میں اس کے علاوہ بھی ذکر ہوا ہے سید الامین کہتے ہیں اعتبار سے اس طرح ذکر کیا جاتا ہے کہ آنحضرتؐ ان لوگوں پر جعفر طیار کے سوا امر کرنے والے نہیں تھے۔

سرداری کے اہل بھی آپ ہی تھے اور شجاعت واخلاص میں آپ دوسروں پر فوقیت رکھتے تھے جیسا کہ ''الاستیعاب'' میں موجود ہے۔

جعفرابی طالب کی شہادت:

۸ ہجری غزوہ موتہ میں جعفر بن ابی طالب اور آپ کے ہمراہ مسلمان امتحان الٰہی سے دوچار ہوئے جب جعفر طیار کا داہنا ہاتھ کٹ گیا اس وقت آپ نے پرچم اسلام بائیں ہاتھ سے سنبھالا پھر جب بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا اس وقت آپ نے پرچم کو سینے سے لگایا یہاں تک کہ خدا کی راہ میں شہادت پائی۔ جیسا کہ ''الاصابہ'' اور ''الاستیعاب'' میں موجود ہے آپ کے جسم پر نیزہ شمشیر اور تیر کے نوے زخم تھے۔ آپ کی شہادت کی خبر آنحضرتؐ کو ہوئی آپ نے گریہ فرمایا اور جعفر طیار کی زوجہ اسماء بنت عمیر کو پرسہ دیا اور حضرت فاطمہ زہرا نے ''واعماہ'' کہہ کر گریہ کیا آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا جعفر جیسے انسان پر رونے والیوں کو گریہ کرنا ہی چاہئے اس وقت آپ کی آنکھوں سے بھی اشک جاری تھے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جعفرؑ کے دونوں ہاتھ شہادت سے پہلے ہی قطع ہوگئے تھے اور خداوند عالم نے ان کے ہاتھوں کے عوض سبز زمرد کے دو پر عطا کیے ہیں جن سے وہ جنت میں ملائکہ کے ساتھ جہاں چاہتے ہیں پرواز کرتے ہیں۔ اس طرح حضرت جعفر طیار پہچانے جاتے ہیں سب سے پہلے آپ کے بارے میں حسان بن ثابت نے اپنے قصیدے میں مرثیہ کے اشعار کہے۔

محمد عدنان الخیم اپنی کتاب ''مملکۃ الکرک'' میں اس طرح بیان کرتے ہیں کرک کے جنوب میں ''موتہ'' نام کا قریہ ہے جس علاقے میں مزارات ہیں جن میں زید بن الحارث وعبداللہ بن رواحۃ وحضرت جعفر طیار کی قبریں ہیں جو ۸ ہجری میں غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے۔ زائرین زیارات کیلئے آتے ہیں بالخصوص شیعہ حضرات اور کتاب ''خمسۃ اعوام فی الشرق الادنی'' میں اس طرح موجود ہے۔

کرک کے نزدیک مزار ہے جس کے سبب اس کے مقام ومنزلت میں اضافہ ہوگیا ہے وہ

حضرت جعفر طیار کا مزار ہے جو اسلامی تاریخ کی ترجمانی کرتا ہے مورخین نے بیان کیا ہے کہ ۸ ر ہجری میں اہل روم سے جنگ کرنے اور ملک فتح کرنے مجاہدین صحرا میں نکلے دونوں لشکر ایک ایسے مقام پر جمع ہوئے جس کو موتہ کہا جاتا ہے لشکروں کے درمیان جنگ ہوئی طرفین سے کافی لوگ مارے گئے نتیجہ میں مجاہدین نے شکست کھائی اور رومیوں کی فتح ہوئی مجاہدین کے لشکر کا قائد مشہور تھا جس کا نام جعفر تھا (پھر مولف کتاب بیان کرتے ہوئے اس طرح کہتے ہیں) بہار کے موسم میں مجالی ۔ تجایا سلاجطہ حباشنہ اور معایطہ وغیرہ سے یہاں زائرین کے قافلے آتے ہیں اور قربانیاں کرتے ہیں اور حضرت جعفر طیار کے نام پر فقرا کو کھانا کھلاتے ہیں۔

''المرافد'' میں اس طرح ہے آپ کی قبر موتہ میں ہے آپ کی شہادت وہیں ہوئی تھی آپ کی قبر پر قدیم قبہ ہے اور حرم ہے اور پہلو میں مشہد ہے ہم سے ہمارے بعض عراقی دوستوں نے بیان کیا جنہوں نے امیر شریف عبداللہ کے زمانہ میں آپ کی قبر کی زیارت کی اور الھاشم میں عبداللہ کے وکیل کی جانب سے ایک روایت میں بیان کرتا ہے میں ۱۹۳۲ء میں شریف الملک عبداللہ کے زمانہ میں جناب جعفر طیار کے مزار کی تعمیر کیلئے موتہ گیا جب قبر پر پہنچے تو قبر منہدم تھی بس میں قبر میں اترا آپ کے جسم کو اسی حالت اور کپڑوں میں دیکھا اور آپ کے کپڑوں پر تازہ خون لگا تھا تلوار گردن میں حمائل تھی جسم کا کوئی حصہ بھی متغیر نہیں ہوا تھا اسی روز کی میت معلوم ہوتی تھی شریف کے وکیل نے یہ بات حلفیہ طور پر بتائی کہ ہم نے اسی حالت میں دیکھا پس امیر عبداللہ بن الملک حسین نے قبر اور مسجد تعمیر کرائی جعفر بن ابی طالب اور آپ کے ساتھ شہید ہونے والوں کی قبریں اردن (JORDAN) میں المزار کے نام سے مشہور ہیں اس طرح ہم جعفر طیار کی زندگی کو عقیدہ اور حق کی خاطر جہاد اور قربانی میں عملی درس گاہ پاتے ہیں۔

القدس:

مررت علی القدس الشریف مسلما — علی ماتبقی من ربوع کانجم
فضاضت دموع العین منی صبابۃ — علی مامضٰی من عصر ھا المتقدم
فلوکان یغدی بالنفوس فدیۃ — بنفسی وھذا الظن فی کل مسلم

مندرجہ بالا اشعار محمد بن عبداللہ قاضی جبل طور نے کہے۔

القدس سے مراد وہ علاقہ ہے جس میں حرم شریف و مسجد الاقصیٰ دونوں کے اطراف شامل ہے فلسطین کا پایہ تخت ہے شہر قدس دیگر اسلامی شہروں میں ممتاز اس لئے ہے کہ آسمانی ادیان کے ماننے والوں کے نزدیک مقدس ہے اس کی وجہ تسمیہ میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہاں کا بادشاہ عادل تھا پس اس نے اس شہر کا نام ''مدینۃ سلام'' رکھا اس پر متعدد فتوحات واقع ہوئیں ۱۰۰۰ قبل میلاد میں حضرت داؤد کے زیر اقتدار تھا پھر آپ کے فرزند حضرت سلیمان آپ کے جانشین ہوئے ۵۸۶ ق م میں نبوخذ نصر نے اس پر حملہ کیا اور وہاں کے باشندوں کو اسیر بنایا پھر ایران کا بادشاہ کورش مسلط ہوا اس طرح ۳۳۲ ق۔م میں الاسکندر کا اقتدار آیا اور ہیر دوس (جو حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں پیدا ہوا) کے زمانہ میں پھر سے آباد ہوا۔

فلسطین میں جناب ابراہیم خلیل و حضرت اسحٰق و حضرت یعقوب اور آپ کی زوجات کی قبور ہیں (حضرت ابراہیمؑ کی پہلی بیوی حضرت سارہ یہاں دفن ہیں جبکہ حضرت ہاجرہ والدہ حضرت اسمٰعیل کی قبر جوف کعبہ میں ہے) اسلام سے قبل ''ھیر دوس کے زمانہ میں حضرت عیسیٰؑ کی ولادت مقام ''بیت لحم'' میں سمجھی جاتی ہے جو تاریخ قدس میں بزرگ ترین واقعہ ہے۔ ۷۰ میلاد میں رومانی وہاں پہنچے جنہوں نے بیت المقدس کا زیادہ نقصان کیا اور ۱۳۵م میں اریانوس نے اسے تعمیر کرایا اور سال ۳۳۵ م میں شہزادی ھیلانۃ قسطنطین کی ماں نے بیت المقدس کی زیارت کی اور کنیسہ القیامہ بنوایا اور سال ۶۱۴م میں بیزنطین نے حملہ کیا اور قدس پر مسلط ہوئے یہاں تک کہ ہر قل نے ان سے مصالحت کی۔

جن لوگوں کا حضرت عیسیٰؑ سے تعلق ہے انہوں نے آثار مسیحی کی نشر و اشاعت کی۔

کنیسہ الجثمانیہ:

یہی وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰؑ نے آخری راتوں میں قیام فرمایا جہاں زیتون کے درخت ہیں جن کے بارے میں عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے لگائے تھے۔ اس مقام پر حضرت عیسیٰ اپنے شاگردوں کو درس دیتے تھے اور اسی مقام سے آپ کو پکڑ کر بچایا گیا تھا اسی طرح ''مقام عذرا'' ہے جہاں جناب مریم کا کنیسہ ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسی مقام پر آپ کی قبر ہے اور اسی مقام پر حضرت ''حنا'' کا کنیسہ ہے جس کے بارے میں عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ یہ حضرت مریم کے والد کا گھر تھا اسی مقام پر (بیت خدا کا شہر ہے جہاں پر حضرت عیسیٰؑ کیلئے معجزہ ظاہر ہوا تھا القدس سے ۲۰ کلومیٹر کے فاصلہ پر شمالی مغربی جانب ''قریہ عمرس'' ہے جہاں پر عیسیٰؑ اپنے دفن ہونے کے تین روز بعد اپنے شاگردوں پر ظاہر ہوئے جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔

آج کے اہم ترین آثار یہ ہیں۔

بیت لحم:

قدس کے جنوب میں ۷ اکلومیٹر کے فاصلہ پر چھوٹا شہر ہے جو حضرت داؤد و حضرت زکریا و یحییٰ وغیرہ کا وطن تھا۔

کنیسہ المہد:

بیت لحم میں ایک غار ہے جس کے بارے میں عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اس مقام پر پیدا ہوئے تھے اس کو مغارۃ المہد کہتے ہیں اس مقام پر ۳۲۶م میں کنیسہ تعمیر کیا گیا اس کے بعد متعدد عیسائی بادشاہوں نے تعمیر کرائی۔ کہا جاتا ہے کہ خلیفہ حضرت عمرؓ نے اس مقام کی زیارت کی اور یہاں نماز پڑھی غار کی ایک جانب سفید مرمر کا فرش ہے۔ یہی حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کی

جگہ ہے جہاں چاندی کا ایک ستارہ بنا ہے جو ۱۷۱۷م میں بنایا گیا جس پر لاطینی زبان میں لکھا ہے کہ: اس مقام پر حضرت عیسیٰؑ بن مریم عذرا کی ولادت ہوئی ایک دوسرا مقام ہے جہاں حضرت مریم نے جناب عیسیٰؑ کو ولادت کے بعد رکھا تھا۔

طریقۃ الآلام:

یہی وہ مقام ہے جس کو حضرت عیسیٰؑ نے پھانسی کے حکم کے بعد اختیار کیا اور آپ کو بزعم خود پھانسی دی گئی جیسا کہ اکثر مسیحیوں کا عقیدہ ہے اور وہ قبر جس میں آپ کو دفن کیا گیا جہاں سے آپ عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق دوسری مرتبہ واپس آئیں گے جس کو ۳۳۵م آپ کی قبر ظاہر ہونے پر ملکہ ہیلانہ نے تعمیر کرایا۔

حدیقۃ القبر المقدس:

شہر سے باہر شمالی باب العمود میں نابلس کے راستہ پر مشرقی جانب واقع ہے جس کے بارے میں بعض پروٹیسٹن (PROTESTANTS) کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی قبر ہے جس کا انکشاف جنرل فوروں کیا تھا۔

مقام النبی موسیٰؑ:

قدس کے راستے میں ایک مقام ہے جس پر مسجد اور گلدستہ اذان بنا ہے ہر سال مسلمان زیارت کرتے ہیں اور اس زیارت کے زمانے کو جناب موسیٰؑ کا موسم کہتے ہیں۔

العیزریہ:

قدس سے پانچ کلومیٹر کے فاصلہ پر مشرقی جانب ایک قریہ ہے کہا جاتا ہے کہ اس مقام میں حضرت مریم داخل ہوئیں تھیں اور دو بھائی ۱۔ الیعازر ۲۔ شمعون حضرت عیسیٰؑ کے اصحاب تھے حضرت عیسیٰؑ نے الیعاذر کی وفات کے تین روز بعد انہیں پکارا اس وقت وہ زندہ ہو گئے۔

عصر اسلامی:

مسلمانوں کا سب سے پہلا قبلہ بیت المقدس تھا اور روایت میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرتؐ نے بیت المقدس کی جانب ۱۶ یا ۱۷ مہینے نماز پڑھی پھر ۲ھ ماہ شعبان میں عصر کی نماز کے درمیان کعبہ قبلہ قرار پایا جیسا کہ ابن اثیر کی کتاب البدایہ والنہایہ جلد اول ص ۳۰۸ میں وارد ہوا ہے۔

آنحضرتؐ نے اپنی معراج کے وقت سب سے پہلے مکہ سے بیت المقدس کی جانب سفر فرمایا پھر بیت المقدس سے آسمانوں پر تشریف لے گئے آپ کی معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال قبل ۶۲۱م میں امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کی بہن ام عامر جن کے شوہر ہبیرہ بن ابی وھب مخزومی کے گھر پیش آیا آپ اس رات انہی کے گھر سو رہے تھے جیسا کہ مجمع البیان جلد اول ص ۳۹۶ میں موجود ہے اور التبیان میں امام حسنؑ سے اس طرح روایت کی گئی ہے آنحضرتؐ نے مسجد الحرام میں نماز مغرب ادا فرمائی پھر آپ کو رات کے وقت بیت المقدس لے جایا گیا پھر آپ واپس تشریف لائے اور مسجد الحرام میں نماز پڑھی آپ کا یہ سفر سفید "براق" جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا کے ذریعہ انجام پایا۔ جیسا کہ "طبقات جلد اول ص ۱۹۸ پر آنحضرتؐ سے روایت کی گئی ہے حضرت نے ارشاد فرمایا میرے ساتھ جبرئیل روانہ ہوئے نہ تو انہوں نے مجھے چھوڑا نہ ہی ہم نے انہیں چھوڑا یہاں تک کہ وہ میرے ساتھ بیت المقدس آئے پس براق اپنے مقام پر ٹھہر گیا جہاں اس کو ٹھہرنا تھا جس کو جبرئیل نے باندھا یہ (مقام) بلند تھا: آنحضرتؐ کی معراج کا سفر طولانی ہے جس کے بارے میں علماء نے تفصیل سے گفتگو کی ہے۔

جس کو ہم نے کتاب المعجم میں ذکر کیا ہے قابل ذکر یہ امر ہے کہ بیت المقدس اور مسجد کی فضیلت میں بکثرت روایات وارد ہوئیں ہیں ابن عباس سے روایت کی گئی ہے آپ نے فرمایا ارض مقدس یعنی پاکیزہ سرزمین سے فلسطین مراد ہے خداوند عالم نے اس کو پاک رکھا اس لئے کہ حضرت یعقوب یہاں پیدا ہوئے آپ کے والد حضرت اسحٰق اور حضرت یوسف کی قبریں اسی مقام پر ہے۔

امام علیؑ سے روایت کی گئی ہے حضرت نے ارشاد فرمایا (اللہ کے بندوں سے ایک بندے نے پتھر پر قدم رکھا پس اللہ نے اس کو مصلی قرار دینے کا ہمیں حکم دیا اس سے مراد آنحضرتؐ کی معراج ہے۔

اسی طرح حضرت کا یہ ارشاد بھی ہے دنیا میں جنت کے چار محل ہیں مسجد الحرام۔ مسجد الرسول۔ مسجد بیت المقدس۔ مسجد الکوفہ۔

باہلی نے آنحضرتؐ سے روایت کی حضرت نے ارشاد فرمایا میری امت کا ایک گروہ حق پر قائم رہے گا اور دشمن پر مسلط ہوگا جن کے مخالفین انہیں نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ خداوند عالم کی جانب سے ان کے پاس امر آئیگا اور وہ اسی طرح ہوں گے لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ یہ لوگ کہاں ہوں گے ارشاد فرمایا بیت المقدس میں۔

اس طرح روایت کی گئی ہے سفر نہ کرنا مگر تین مساجد کی جانب یعنی بیت المقدس، مسجد الحرام۔ مسجد الاقصیٰ۔ ابن ماجہ نے ابن ملک سے روایت کی آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا میری مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے سے ہزار گنا بہتر ہے سوائے مسجد الاقصیٰ کے اور تاریخ اسلام میں ہے کہ اسلامی زمانہ میں ۱۵ھ فتح شام کے بعد چار ماہ تک مسلمانوں نے اس کا محاصرہ کئے رکھا خلیفہ دوم حضرت عمر کے زمانہ میں شام فتح ہوا اور وہاں کے باشندوں نے خود سے اسلام قبول کیا اس میں سب سے پہلے مسلمان قاضی صحابی جلیل عبادہ بن صامت انصاری ہیں جو باب الرحمۃ مقبرہ میں حرم کی دیوار سے مشرقی جانب دفن ہیں متعدد مسلم حکومتوں اموی۔ عباسی حکومت وفاطمی اور ایوبی حکومت نے مسلسل طور پر تعمیر و ترمیم کا سلسلہ جاری رکھا خاص طور سے وہاں کی مسجد کا اور بالاخص ۵۸۳ھ میں صلاح الدین ایوبی کے عیسائیوں پر فتح پانے اور ان سے قدس کو حاصل کرنے کے بعد......۹۲۳ھ میں قدس عثمانی خلافت میں داخل ہوگیا یہاں تک ۱۳۳۶ھ میں اسلام دشمن طاقتوں نے برطانیہ کی حمایت سے قبضہ کیا اور ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۷ء قدس کے کچھ حصے پر یہودیوں نے قبضہ کرکے اسے آباد کیا اس وقت سے لے کر آج کے زمانہ

تک قدس پر مزید قبضہ اور تسلط کی کوشش جاری رکھے ہوئے ہیں لہٰذا ہم پر موجودہ زمانہ میں اسلامی آثار کا جاننا واجب ہے۔

الحرم:

یہ ایک وسیع وعریض علاقہ ہے جس کے دس دروازے کھلے ہوئے اور چار دروازے بند ہیں جس میں آٹھ کنویں چار گلدستہ اذان مکتبہ (لائبریری) اور میوزیم ہے بہت زیادہ رواق (برآمدے) ہیں جن میں نمازی جمع ہوتے ہیں حوض ہے جس کا نام الکاس ہے اس مقام پر لوگ وضو کرتے ہیں۔

المسجد الاقصیٰ:

مسجد اقصیٰ حرم سے جنوبی جانب واقع ہے جس کا طول ۸۰ میٹر اور چوڑائی ۵۵ میٹر ہے جس میں پتھر کے ۵۳ ستون ہیں سب سے پہلے اس کی تعمیر عبدالملک نے کروائی اور سونے چاندی سے مزین کرایا جب ابو جعفر منصور عباسی کا زمانہ آیا تو اس نے تمام سونے چاندی کو علیحدہ کرا دیا اور مسجد کے اوپری حصہ پر باقی رکھا جب صلیبیوں نے قدس پر قبضہ کیا انہوں نے آدھے حصہ کو کنیسہ قرار دیا اور آدھے کو چھوڑے رکھا ان کا قبضہ ہٹنے کے بعد مکمل مسجد باقی رہی اور محراب کی از سر نو مرمت کی گئی ۱۹۳۷ء میں زلزلہ سے متاثر ہونے کے بعد مسجد کی تعمیر کیلئے اسلامی ارکان پر مشتمل ایک تنظیم تشکیل دی گئی جو تمام مسلم ممالک کی جانب سے تھی پس رواق کو منہدم کرکے ''اٹلی'' سے منگائے ہوئے ستونوں پر عمارت بنائی گئی مسجد کے اندرونی حصے میں ایک اور طولانی حصہ ہے جس کو جامع محراب زکریا کہا جاتا ہے اور اقصیٰ کے نیچے دہلیز ہے جس کو اقصیٰ قدیم کہتے ہیں۔ بادشاہ عیسیٰ ایوبی نے شمالی رواق بنوائے اور مشہور یہ ہے کہ مسجد بیت المقدس ہی مسجد الاقصیٰ ہے جس کا ذکر قرآن حکیم میں وارد ہوا ہے ارشاد ہوتا ہے (**سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ**) اس بارے میں روایات بکثرت وارد ہوئی ہیں کہ یہی وہ مقام ہے

جہاں سے رات کے وقت آنحضرتؐ کا سفر معراج شروع ہوا اور یہ بات تاریخ سے ثابت ہے سب سے پہلے اس مسجد کی تعمیر قدس کے فاتح عمرؓ بن خطاب کے زمانہ ۱۵ھ میں ہوئی جیسا کہ طبری جلد دوم ص ۱۰۶ کی روایت میں موجود ہے کہ عمرؓ بن خطاب نے کعب الاحبار سے مشورہ لیا تھا کہ مسجد کس جگہ قرار دی جائے کعب نے کہا صخرہ (یعنی پتھر) کے پیچھے قرار دیا جائے اس وقت عمرؓ بن خطاب نے کہا اے کعب پس یہودیوں سے کیا خصوصیت رہے گی ہم صخرہ (یعنی پتھر) کو صدر مسجد قرار دیں پھر عبدالملک نے تعمیر کرائی جو آج بھی موجود ہے ابن اثیر نے البدایہ والنہایہ ص ۵۴۲ پر تحریر کیا ہے اہل روم نے صخرہ کو مقبرہ قرار دیا اس لئے کہ یہودیوں کا قبلہ ہے۔

الصخرہ:

مسجد کے قبہ کے بالکل نیچے صخرہ رکھا ہے جس کی تعمیر ۷۲ھ مطابق ۶۹۱ء میں عبدالملک مروان کے ذریعہ انجام پائی جس کی تعمیر کیلئے اس نے سات سال تک مصر سے خراج حاصل کیا اور قبلہ میں آج بھی خط کوفی میں یہ عبارت موجود ہے: اس صخرہ کو ۷۲ھ میں عبداللہ الامام المامون نے تعمیر کرایا اور صلیبین کے زمانہ میں اس کو کنیسہ بنایا گیا پھر ان کے اقتدار کے ختم ہونے پر مسجد کی حالت میں واپس لایا گیا مسلمانوں کے حکام اس کی تعمیر اور اصلاح کراتے رہے خاص طور سے سلیمان القانونی اور عبدالحمید (دوم) اور اہم ترین تعمیر مسلم حکومتوں کی شرکت سے ۱۹۶۴ء میں انجام پائی۔

البراق:

بڑی دیوار ہے جس کی لمبائی ۱۵۶ فٹ اور بلندی ۶۵ فٹ ہے اس بارے میں (مختلف) روایات بیان کی جاتی ہیں یہ کہ آنحضرتؐ نے شب معراج میں اپنے براق کو اس مقام پر روکا تھا لہذا آج بھی یہ جگہ حرم کی مغربی دیوار کا جز ہے۔ ۴۳۸ھ میں ناصر خسرو سیاح نے اس مقام کی زیارت کی اس نے صخرہ کے بارے میں اسلام سے قبل کی حالت بیان کی ہے: الصخرہ نیلے رنگ کا ایک

پتھر ہے کوئی شخص بھی اس پر اپنے قدم نہیں رکھتا قبلہ کی جانب اس کا رخ ذرا نیچے کو جھکا ہے اس پر انسانی نقش قدم اس طرح ابھرے ہوئے جس طرح اس پر کوئی گزرا ہو جس طرح گیلی مٹی پر چلنے سے نقش قدم ابھر آتے ہیں انگلیوں کے نشان بھی باقی ہیں ہم نے سنا کہ حضرت ابراہیم وہاں تھے جبکہ حضرت اسمٰعیل بچے تھے لہٰذا حضرت اسمٰعیل اس پتھر سے گزرے تھے آپ ہی کے نقش قدم ہیں ناصر خسرو نے اپنے سفر نامہ میں "قدس" کے بارے میں اس طرح کہا قبہ جبرئیل کے بعد ایک دوسرا قبہ ہے جس کو قبۃ الرسول کہتے ہیں دونوں کے درمیان ۲۰ ہاتھ کا فاصلہ ہے جو پتھر کے چار ستون پر قائم ہے بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرتؐ نے شب معراج پہلے قبہ صخرہ میں نماز پڑھی پھر صخرہ پر ہاتھ رکھا جب آنحضرتؐ نکلے صخرہ آپ کی جلالت کے سبب بلند ہوگیا۔ آنحضرتؐ نے اپنا دست مبارک رکھا تا کہ اپنے مقام پر واپس جائے اور پھر جائے لیکن پھر بھی ستارے کی مانند معلق ہوگیا پھر آنحضرتؐ اس قبہ کی جانب تشریف لے گئے جس کی جانب براق کی نسبت دی جاتی ہے یہ تعظیم کا سبب تھا۔

یہودی قبضے کے بعد:

۱۹۱۷ء میں برطانیہ کا قبضہ قدس پر ہوا اور بلفور اگریمنٹ کے تحت فلسطین کو یہودیوں کا وطن قرار دینے پر مختلف ممالک سے یہودیوں نے ہجرت کی ۱۹۲۰ء سے ۱۹۴۷ء تک یہودیوں کی ہجرت کو آسان قرار دینے پر برطانیہ کے خلاف مسلمانوں اور مسیحیوں کے درمیان فسادات ہوئے جس کے نتیجہ میں یہودی قدس اور فلسطین کی زمین کے بڑے حصے پر قابض ہوگئے اور مغربی استعمار نے نئے طریقے سے صلیبی جنگ شروع کرنے کے لئے اسرائیلی حکومت کا اعلان کردیا اور مسلمانوں کے سربراہ غفلت کی نیند سوتے رہے اور یہودی مسلسل طور پر اپنے مشن میں لگے رہے چنانچہ ۱۸۸۷ء جبکہ صیہونی لیڈر نے سوئس میں ہال کانفرنس کی اس وقت فلسطین صیہونی حکومت کے قیام کیلئے سلطان عبدالحمید عثمانی سے قدس خریدنا چاہا اس نے انکار کردیا بس انہوں نے دوسرا

راستہ اختیار کیا تا کہ اس سے چھٹکارا حاصل کریں لہٰذا ''سالونیک'' یہودی کے ذریعہ وہ لوگ دھوکے کی غرض سے اسلام میں داخل ہوئے اور انہوں نے بلند عہدے حاصل کئے اور ۱۹۰۹ء میں عبدالحمید کو ترکیہ کی حکومت سے برطرف کرنے کیلئے طے کرلیا اور جب جنگ عالمی اول کے خاتمہ پر ''الورد صیہونی'' قدس میں داخل ہوا اس وقت اس نے کہا اب صلیبی جنگ ختم ہوگئی اور جب موشی دایان حائط مبکی کی زیارت کیلئے (قدس) آیا اس وقت اس نے کہا اب مدینہ کا راستہ کھل گیا۔ اور ہم سے (آقائے جلالی) ایک مخلص فلسطینی نے بیان کیا جب یہودیوں کی فوج مسجد میں داخل ہوئی تو وہ اس طرح نعرہ لگا رہے تھے (محمد مر گئے محمد مر گئے اپنے بعد لڑکیوں کو چھوڑ گئے) اور ۱۹۶۷ء میں روز پنجشنبہ مطابق ۸ جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ میں بعض یہودیوں نے قدس کو نذر آتش کرنا چاہا اور اسی طرح ہر روز صیہونیوں کے حملے قدس میں اسلامی آثار پر دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں اس طرح وہ اپنے ہدف کے ذریعہ اسلامی آثار کو ختم کر کے یہودیت کا گزشتہ زمانہ واپس لانا چاہتے ہیں اور مسلمان لیڈروں کے پاس تقریروں کے سوا کچھ نہیں ہے حالانکہ خداوند عالم نے انہیں حکم دیا ہے (واعدوا لهم ما استطعتم من قوة)

خداوند عالم مسلمانوں کی نصرت فرمائے اور انہیں مخلص قائدین عطا فرمائے تا کہ وہ پہلے اپنی عقلوں کو آزاد کریں تا کہ پھر اپنے وطن کو آزاد کرا سکیں۔

الخلیل:

هذا مقام الخلیل حقا علیه ربی صلی وسلم
فیه امان لکل راج ومن یزره یرجی و یکرم

قدس کے جنوب میں چالیس کلومیٹر کے فاصلہ پر حضرت خلیل کے نام پر ایک شہر مدینہ خلیل ہے جس میں جناب ابراہیم کا حرم و غار اور بعض انبیاء علیہم السلام کی قبور ہیں یعنی جناب ابراہیم اور آپ کی زوجہ حضرت سارہ و حضرت اسحٰق و حضرت یعقوب اور حضرت یوسف اور ان کی بیویوں کی قبریں ہیں اور الخلیل سے نزدیک حلحول شہر میں ایک مقام ہے جس کو حضرت یونس کا مقام کہتے ہیں

اورالخلیل کے شمال میں ایک کلومیٹر کے فاصلہ پرایک جگہ ہے جس کو رامہ الخلیل کہتے ہیں اور بیان کیا جاتا ہے کہ تین ملائکہ اس مقام پر حضرت ابراہیمؑ کیلئے ظاہر ہوئے تھے اور تواتر سے ثابت ہو چکا ہے کہ ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ کی قبر غار میں ہے جو دیوار کے اندر ہے اس لئے اس شہر کا نام الخلیل ہے جو محتاج بیان نہیں اور یہ چیز بھی تواتر سے ثابت ہو چکی ہے کہ ابراہیمؑ کے فرزند اسحق اور ان کے فرزند حضرت یعقوب مدینہ خلیل میں حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ ہی غار میں دفن ہیں سیاح ناصر خسرو نے مدینہ خلیل کی زیارت کی اور جس کی تعریف اس طرح کی خلاصہ اس طرح ہے مدینہ خلیل میں جنوبی جانب مشہد ہے جس عمارت میں محراب ہے جس میں دو قبریں ہی دونوں کے سر قبلہ کی جانب ہیں دونوں پتھر سے بنی ہیں اور قد آدم کے برابر بلند ہیں دہنی جانب اسحاق بن ابراہیمؑ اور دوسری آپ کی زوجہ کی قبر ہے دونوں کے درمیان دس ہاتھ کا فاصلہ ہے۔ جب چلنے والا مشہد کے درمیان سے گزرتا ہے تو سامنے ہی قبلہ کے دائیں جانب دو مشہور (روضے) ہیں اس میں جناب ابراہیمؑ کی قبر ہے اور یہی بڑا مشہد ہے اور دوسرا مشہد قبلہ کی بائیں جانب ہے جس میں جناب ابراہیمؑ کی زوجہ حضرت سارہ کی قبر ہے۔ جناب ابراہیم اور آپ کی زوجہ کی قبر کے درمیان گزرگاہ ہے جس میں دروازہ لگا ہے اور اس طرح کہتے ہیں: ان دونوں مشہدوں کے بعد دو قبریں متصل ہیں دائیں جانب حضرت یعقوب اور بائیں جانب آپ کی زوجہ کی قبر ہے اور دونوں قبروں کے بعد وہ مقام ہے جو حضرت ابراہیمؑ نے ضیافت کیلئے مقرر فرمایا تھا جس میں چھ قبریں ہیں اور دیوار کے بیرونی جانب چار قبریں اور دوسری جانب حضرت یوسف بن یعقوب کی قبر ہے جو پتھر کی ہے جس پر خوبصورت قبہ ہے۔

ابن بطوطہ محمد بن ابراہیم شمس الدین الگنجی متوفی ۷۷۹ھ ہیں کے سفرنامہ ۷۲۵ھ میں اس طرح موجود ہے: پھر ہم نے غزہ سے مدینہ خلیل سفر کیا مسجد کے اندر مکرم و مقدس غار ہے جس میں جناب ابراہیم و اسحٰق اور حضرت یعقوب کی قبریں ہیں جس کے مقابل آپ کی زوجات کی قبریں ہیں اور جس کو صاحب علم نے ذکر کیا ہے جو اس کی صحیح ہونے پر دلیل ہے کہ قبور شریف اسی مقام پر ہیں جس کو ہم نے علی بن جعفر راوی کی کتاب جس کا نام انہوں نے "المسفر للقلوب عن صحۃ

قبر ابراہیم واسحٰق ویعقوب" رکھا ہے سے نقل کیا ہے اس مسجد کے اندر یوسفؑ کی قبر ہے اور حرم الخلیل کی شرقی جانب قریہ لوط ہے۔ جو ایک بلند ٹیلے پر ہے جو شام (کے حدود) سے نظر آتا ہے آپ کی قبر پر خوبصورت عمارت ہے اور اس مسجد کے نزدیک غار ہے جس میں فاطمہ بنت الحسین کی قبر ہے۔

فاطمۃ بنت الحسین:

قدس میں مسجد خلیل میں اہلبیتؑ کے مزارات کے بارے میں ابن جبیر اس طرح کہتے ہیں۔

اس مسجد کے نزدیک غار ہے جس میں فاطمہ بنت الحسین بن علیؑ کی قبر ہے قبر کے اوپر اور نیچے پتھر کی دو تختیاں ہیں جن میں سے ایک پر خوبصورت خط میں تحریر ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ...... للہ العزہ و البقا.................. فی رسول اللہ اسوۃ

یہ قبر ام سلمہ فاطمہ بنت الحسین ہے اور دوسری تختی پر لکھا ہے کہ جس کو محمد بن ابی سہل النقاش نے مصر میں بنایا جس پر حسب ذیل اشعار ہیں۔

اسکنت من کان فی الاحشاء مسکنہ	بالرغم منی بن الترب و الحجر
یا قبر فاطمہ بنت ابن فاطمہ	بنت الائمہ بنت الانجم الزہر
یا قبر مافیک من دین ومن ورع	ومن عفاف ومن صوف ومن صحر

یہ اشعار حنبلی نے پیش کئے وہ کہتے ہیں ان اشعار کو ہم نے ایک پتھر پر خط کوفی میں پایا جن میں فاطمہ بنت ابن (امام حسین) فاطمہؑ کی تعریف تھی۔ (کتاب "من انس الجمیل فی تاریخ القدس والخلیل" ص ۲۲۸ پر مراجعہ کریں۔

☆☆☆☆☆

مصر

القاہرہ

السیدہ زینبؑ

راس الحسینؑ

محمد بن ابی بکرؓ

مشہد زین العابدینؑ

السیدہ نفیسہ

مالک الاشترؒ

السیدہ زینبؑ:

عقیلہ بنی ہاشم سیدہ زینب بنت الامام علی بن ابی طالبؑ کربلا کی شیر دل خاتون اسلام میں خواتین کیلئے مثالی نمونہ ہیں جن کی ذات گرامی میں اسلام نے امان پائی۔ آپ نے دشوار گزار منزلوں کو فتح کیا آپ حضرت علیؑ کی درسگاہ کی سند یافتہ خاتون ہیں۔

حضرت زینبؑ ۵ جمادالاول ۶ھ مدینہ منورہ میں متولد ہوئیں آپ نے آغوش نبوت اور مقام وحی (الٰہی) میں تربیت پائی۔

۶۰ھ میں اپنے بھائی امام حسینؑ کے ہمراہ (کربلا) کا سفر فرمایا اور واقعہ کربلا کے بعد جان سوز مصائب اور روح فرسا واقعات کے بعد مدینہ میں اپنے گھر میں شہید کربلا کا ماتم کرتی رہیں اموی حکام نے آپ کے مدینہ میں رہنے سے خطرہ مسجد محسوس کیا چنانچہ انہوں نے آپ کو مصر جانے پر مجبور کیا آپ وہیں پر رہیں یہاں تک کہ ۶۲ھ ۱۴ رجب المرجب میں آپ نے انتقال فرمایا یہی ہماری تحقیق کا ماحصل ہے آپ کے مرقد شریف کے بارے میں قاہرہ میں آپ کے تشریف لانے کے اسباب اور اس کی توضیح اس امر کا تقاضا کرتے ہیں کہ تاریخی نصوص پیش کیے جائیں۔

شیخ محمد بن محمد بن نعمان المفید متوفی ۴۱۳ھ اپنی کتاب الارشاد میں مولائے کائنات علی بن ابی طالبؑ کی بیٹیوں کے متعلق اس طرح ارشاد فرماتے ہیں جس کا خلاصہ اس طرح ہے۔ زینب کبریٰ و زینب صغریٰ ام کلثوم آپ دونوں کی مادر گرامی حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم ہیں اور دوسری زینب (دیگر بہنوں کے ساتھ) بھی ہیں جن کی مائیں دوسری۔

اس بنا پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام علیؑ کے تین بیٹیاں تھیں سب کا نام زینب تھا اور اسی طرح شیخ الشریف یحیٰی بن الحسن عبیدلی متوفی ۲۷۷ھ نے بھی وضاحت کی ہے کہ حضرت علیؑ کے تین بیٹیاں تھیں سب کا نام زینب تھا اور ان کی صفت کبریٰ، وسطیٰ اور صغریٰ تھی یہاں پر کلام ان زینب

کبریٰ کی قبر سے مخصوص ہے جو ماں اور باپ کی جانب سے امام حسینؑ کی بہن ہیں اور کربلا کی شیر دل خاتون ہیں ظاہر یہ ہے کہ آپ کی مرقد شریف نسابہ عبیدلی کے مطابق قاہرہ میں ہے آپ شیخ الشریف ابوالحسین یحیٰی بن الحسن العقیقی الحجا ابن عبداللہ الاعرج مولود ۲۱۴ھ متوفی ۲۷۷ھ ہیں آپ تابعین یعنی سب سے پہلے مصنف ہیں کوئی بھی تحقیق اور بحث کرنے والا اس بارے میں عبدی لی کی پیش کردہ نصوص وروایات سے مستغنی نہیں ہوسکتا اس لئے کہ تاریخ روایت شدہ نصوص سے استنباط کرنے اس میں غور کرنے اور موثق ترین روایت کے حاصل کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور مذکورہ عبیدلی معتبر سمجھے جاتے ہیں مضبوط محقق ہیں خاص طور سے اس موضوع پر آپ کی کتاب کا نام (اخبار زینبات) ہے جو زینب کی جمع ہے جس کو ہمارے بزرگ علامہ طہرانی اعلیٰ اللہ مقامہ نے جناب زینب کی نسبت سے ''اخبار زینبات'' کے نام سے ذکر کیا ہے ظاہراً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے قلم سے سہواً ایسا ہوا ہے کہ اس لئے کہ یای نسبت کی اسمیں ضرورت نہیں ہے صحیح (لفظ) زینبات ہے جو زینب کی جمع ہے۔

مرحوم اپنی کتاب ''ذریعہ'' میں تحریر کرتے ہیں جو ۱۳۳۳ھ مصر میں طبع ہوئی۔ہم سے نسابہ عصر فقیہ اہلبیت سید شہاب الدین المرعشی النجفی'' نازل قم نے روایت کی کہ انہوں نے اس کتاب کا نسخہ شیخ طوسی کی اتمیان سے ملحق خزانہ عزویہ نجف میں دیکھا موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ نسخہ پرانا تھا۔ آقائے جلالی کہتے ہیں: تلاش بسیار کے باوجود ہمیں مذکورہ نسخہ حاصل نہیں ہوسکا لیکن حسن توفیق کے باعث استاد سید قاسم مصری کو اس قدیم نسخہ پر کامیابی حاصل ہوئی جس کو انہوں نے ۱۳۳۳ھ میں قاہرہ سے نشر کرایا خداوند عالم انہیں بہترین جزا عنایت فرمائے وہ بیان کرتے ہیں اس کی اصل ان کے پاس ۶۷۶ھ سے ہے جس کے کاتب حاج محمد بلتاجی طاقی آنحضرتؐ کے حرم شریف کے مجاور جس کو انہوں نے اصل (نسخہ) سے تاریخ ۴۸۳ھ مخطوطہ خط سید محمد الحسینی واسطی متوطن حیدرآباد سے نقل کیا اور اسی طبع پر ہم نے بھی اعتماد کیا ہے عبیدلی سے سیدہ زینبؑ کے حالات میں ۱۸۰ احادیث ذکر کی گئیں ہیں جن میں ہم دو پر اکتفا کرتے ہیں۔

رقیہ بنت عقبہ بن نافع الفہری سے سند مرفوع کے ساتھ وہ بیان کرتی ہیں کہ جب مصائب میں مبتلا حضرت زینب مصر تشریف لائیں تو ان کا استقبال کرنے والوں میں میں بھی موجود تھا پس مسلمہ بن خالد وعبد بن الحارث اور ابوعمرۃ المزنی آگے بڑھے پس آپ کو مسلمہ نے تعزیت پیش کی اور گریہ کیا پس زینبؑ نے بھی گریہ فرمایا اور حاضرین بھی رونے لگے اس وقت حضرت زینب نے فرمایا۔ آیہ (ھذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون)

ترجمہ: ''یہ وعدہ الٰہی ہے جس کی تصدیق (اسکے) رسولوں نے فرمائی ہے'' پھر آپ کو اپنے گھر (محلّہ) حمرا میں لے گئیں جہاں آپ نے گیارہ ماہ اور پندرہ روز قیام فرمایا پھر آپ نے انتقال فرمایا میں آپ کے جنازہ میں شریک ہوئی اور مسلمہ بن خالد نے مجمع کے ساتھ نماز پڑھی پس آپ کو وصیت کے مطابق گھر میں دفن کیا گیا۔

اسماعیل بن محمد بصری نے عابد مصر کے واسطے سے ہم سے روایت کی وہ کہتے ہیں ہمیں شریف ابوعبداللہ العرش نے خبر دی وہ کہتے ہیں ہم نے سند کو اس طرح کہتے ہوئے سنا مقام حمرا جہاں عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عرف زہری کے باغ تھے۔ جناب زینب نے ۶۲ھ ۱۵ رجب المرجب بروز یکشنبہ شام کے وقت انتقال فرمایا۔

جس مکان میں حضرت زینبؑ کو دفن کیا گیا اس کے تعین کیلئے اہم استاد مصری حسن قاسم کی کتاب ''السیدہ زینب'' صفحہ ۶۷ کا خلاصہ تحریر کر رہے ہیں۔

جس مقام پر حضرت زینب کا مشہد ہے اس وقت وہ تین حمراورت (علاقوں) سے ایک ہے جو صدر اسلام سے مشہور ہے ''یہاں تک کہ وہ بیان کرتے ہیں) یہ علاقہ اس طرح مشہور تھا یہاں تک کہ مسلمانوں نے سرزمین مصر کو فتح کیا اور عمر بن عاص نے اس مقام پر خیمہ بنوایا اور حضرت زینب کی وفات کے سات سال بعد یعنی ۶۹ھ میں عبدالعزیز بن مروان نے اس علاقے کی ایک جانب پل بنوایا جس کی وجہ سے یہ علاقہ مشہور ہوا پھر ''مناظر السباع'' کے نام سے مشہور ہوا۔

زندگانی حضرت زینبؑ:

آپ کی ولادت ٦ھ میں ہوئی آپ نے اپنے بھائی امام حسینؑ کے ہمراہ مکہ اور پھر وہاں سے کربلا کا سفر کیا آپ نے ٦٢ھ ١٤ رجب المرجب مطابق ٦٨٣ء میں انتقال فرمایا۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۷ سال تھی۔

آپ کے شوہر عبداللہ بن جعفر صحابی اور حضرت علی کے برادر زادے تھے مسلمانوں نے جب حبشہ کی جانب پہلی ہجرت کی اس وقت آپ کی ولادت حبشہ میں ہوئی اور آپ وہاں پر اسلام کے پہلے مولد ہیں آپ نے آنحضرتؐ اور اپنی والدہ گرامی حضرت اسماء بنت عمیس اور اپنے چچا علی بن ابی طالبؑ سے روایات کیں اور ۸۰ھ میں انتقال فرمایا بقیع میں دفن کیے گئے آپ کے فرزند اکبر محمد صفین میں شہید ہوئے اور عون کربلا میں شہید ہوئے۔

استاد قاسم بیان کرتے ہیں حضرت زینبؑ کی وفات کے چند سال گزرنے کے بعد سے ہر سال ان کی تاریخ وفات پر اہل مصر جمع ہوتے ہیں جن میں فقراء اور قرأ بھی ہوتے ہیں آپ کا ذکر کرتے ہیں اور سالانہ اس طرح کا پروگرام کرتے ہیں اس زمانہ سے آج تک اضافہ ہو رہا ہے اور کبھی بھی منقطع نہیں ہوا اس جشن کو ''مولود زینبی'' کہا جاتا ہے جو ہر سال اول ماہ رجب سے شروع ہوتا ہے اور نصف ماہ رجب کی شب میں اختتام ہوتا ہے اور جشن کی تمام راتوں میں قرآن کریم کی تلاوت اور شرعی تقریریں ہوتی ہیں تمام راتوں میں بڑی تعداد میں لوگ جمع ہوتے ہیں دور دراز سے قافلے یہاں آتے ہیں اور آپ کے مزار کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں اور روز شنبہ خاص طور سے زیارت کیلئے آتے ہیں اور جس روز آپ نے انتقال فرمایا اس روز حاکم بھی زیارت کیلئے وہاں آتا ہے آپ کے مرقد کے بارے میں اس قدر بحث کافی ہے۔

شبہہ اور اس کا حل:

سید الامین نے گمان کیا ہے جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب اعیان الشیعہ ١٣ ص ١٧١ پر اظہار

کیا ہے کہ قاہرہ میں موجودہ قبر مطہر زینب بنت یحییٰ ابن حسن الانور ابن حسن اسبط ابن علی بن ابی طالبؑ کی قبر ہے اس بارے میں انہوں نے میرزا عباس قلی خان کی کتاب۔ طراز المذہب" طبع بمبئی صفحہ ٦٩ کی سند پیش کی ہے کہ وہ صاحب قبر سیدہ زینب کے نام سے مشہور ہیں سید الامین کہتے ہیں۔

"یہ مشہد بڑی زیارت گاہ عظیم عمارت ہے جو کافی وسیع ہے ۱۳۲۰ھ میں مصر کے راستے سے حجاز جاتے ہوئے ہم اس میں داخل ہوئے اور زیارت بھی کی جو مشہد سیدہ زینب سے مشہور ہے یہاں اہل مصر آپ کی زیارت کرنے قافلوں کی شکل میں آتے ہیں اور دروس کہے جاتے ہیں اوران کا عقیدہ ہے کہ یہ زینب بنت علیؑ کی قبر ہے یہاں تک کہ ہم نے مصر کی طبع ہوئی کتاب دیکھی جس کتاب اور اس کے مولف کا نام مجھے یاد نہیں اس میں اس طرح تھا زینب بنت علی کی قبر ہے اس مقام پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ مصر کس طرح آئیں جس کے بارے میں کسی ایک نے بھی ذکر نہیں کیا ہے"

اس سوال کا اس طرح جواب دیتے ہیں ممکن ہے کہ آپ کا جسم شریف (قاہرہ) منتقل کیا گیا ہے یا کسی غیر معروف و مشہور راستہ سے یہاں تشریف لائیں ہوں یا اسی کے مانند ہو پس تامل اور تعجب کا مقام ہے۔

(سید الامین) نے فقط تو ہم کیا ہے سید امین اپنی جلالت قدر کے باوجود عبیدلی کی کتاب سے ناواقف رہے نہ ہی آپ کو اس کے وجود کا علم ہے اگر واقف ہوئے تو صرف ایسی کتاب جس کے نہ آپ نام سے واقف ہیں اور نہ ہی مصنف سے آشنا ہیں کہ ذکر کرنے پر اکتفا نہیں کرتے اور نہ ہی عبیدلی "نساب" جو اس بارے میں مہارت رکھتے ہیں ان کی کتاب سے اعراض کرتے کہ جس پر (دوسرے) افراد اعتماد و بھروسہ کرتے ہیں اس لئے کہ عبیدلی نے اپنی کتاب مذکور (اخبار زینبات) میں زینب بنت یحییٰ المتوج ذکر کیا ہے جس کی نص عبارت آپ کی خدمت میں پیش کررہے ہیں۔

زینب بنت یحییٰ بن الحسن بن زید بن الحسن بن علی بن ابی طالبؑ ہیں جن کی ماں ام ولد (یعنی کنیز تھیں) ہم سے ابو جعفر الحسین نے محمد بن یحییٰ العثمانی کے واسطے سے خبر دی وہ بیان کرتے ہیں میں اس وقت مصر میں تھا جبکہ زینب بنت یحییٰ اپنی پھوپی نفیسہ بنت الحسن کے ہمراہ تشریف لائیں ہم نے آپ سے سوال کیا آپ اپنی پھوپی کے ساتھ کتنے عرصہ سے ہیں؟ آپ نے کہا چالیس سال سے زینب بنت یحییٰ نے مصر میں انتقال کیا آپ نے کوئی (اولاد) نہیں چھوڑی۔

آپ کے مقام قبر کے متعلق استاد قاسم مصری کہتے ہیں۔

قرافۃ قریش میں شافعی کے مقام سے مشرقی جانب سیدہ زینب بنت یحییٰ المتوج جو سیدہ نفیسہ بنت سید حسن مدنی امیر مدینہ کے بھائی ہیں ابو جعفر منصور کی خلافت میں ۱۹۳ھ میں مصر میں داخل ہوئیں جیسا کہ عبیدلی نے ذکر کیا ہے۔

آخری گمان:

اسی طرح کا گمان اور شبہ نسابۂ نجف سید جلیل سید عبدالرزاق کمونہ دام ظلہ کو ہوا ہے جیسا کہ انہوں نے احتمال دیا ہے کہ یہ قبر زینب بنت احمد محمد بن عبداللہ بن جعفر بن محمد جو ابن حنفیہ ابن امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ مشہور ہیں کی ہے۔

کہتے ہیں (زینب) کی نسبت علی بن ابی طالبؑ کے ساتھ چند واسطوں سے ہے جس کو انہوں نے مشاہد العترہ صفحہ ۲۴۱ میں بیان کیا ہے۔

اس وہم کا سبب بھی وہی ہے جو گزر چکا ہے اس لئے کہ عبیدلی نے اس کو بھی ذکر کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں زینب بنت احمد بن محمد بن عبداللہ بن جعفر محمد حنفیہ بن علی بن ابی طالبؑ ہمارے لئے ذکر کیا گیا ہے ۲۱۲ھ میں آپ اور آپ کے بھائی محمد مصر میں آئے یا کہا گیا ہے کہ ۲۱۳ھ میں آئے تھے۔

استاد مصری (حسن قاسم) نے آپ کی قبر کا مقام اس طرح بیان کیا ہے باب النصر کے باہری جانب معبد سیدہ زینب مشہور ہے آپ احمد بن محمد بن عبداللہ بن جعفر بن محمد حنفیہ بن علی بن ابی طالبؑ کی دختر ہیں عبیدلی نے بیان کیا ہے آپ مصر تشریف لائیں تھیں اور آپ کا مشہد (روضہ) مشہور ہے۔

(خلاصہ یہ ہے کہ) زینب نامی دو خواتین جن کا تذکرہ ہوا وہ حضرت زینب کبریٰ کے علاوہ ہیں اگر چہ یہ بھی مصر میں وارد ہوئیں اور دونوں مذکورہ خواتین (زینب) کا مقام قبر مشہور ہے آپ کی قبر کے بارے میں کس قسم کا اشتباہ اور گمان نہیں ہے لیکن مذکورہ دو بزرگ عالم سید الامین اور سید عبدالرزاق کمونہ نے جو رائے پیش کی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ دونوں بزرگوار عبیدلی کی کتاب سے ناواقف رہے جو قدیم ترین مصدر اور اس بارے میں قابل اعتماد ہے اور عصمت تو اپنے اہل ہی سے مخصوص ہے۔

تاریخ المرقد:

آج کل آپ کی ضریح مقدس مشہور میدان (میدان سیدہ زینب) جو مشہور محلّہ (محلّہ سیدہ زینب) ہے میں واقع ہے اور ضریح مبارک کے نزدیک دو بزرگ عالم حسینی بزرگوار عترلیس جن کا نام محمد بن ابی المجد ابن قریش الحسینی اور وجیہ الدین ابوالمراحم عبدالرحمٰن الحسینی الیمنی متوفی ۱۱۹۲ھ کی قبریں ہیں حج پر جاتے ہوئے قاہرہ کی زیارت کے موقع پر ۱۳۹۶ھ ہم سے حضرت زینبؑ کے روضہ کے سامنے شیخ ابراہیم جھلوم نے بیان کیا کہ مذکورہ دونوں بزرگوار نے اپنی زندگی ہی میں سیدہ زینبؑ کا جوار اختیار فرمایا اور مرنے کے بعد وہیں پر دفنائے جانے کی وصیت فرمائی اور یہی دو قبریں ہیں جو روضہ کے اندر نمایاں ہیں دو قبروں کے علاوہ اور کوئی قبر نمایاں نہیں ہے روضہ زینبیہ کے پہلو میں بڑی مسجد ہے جس میں اپنے اپنے اوقات میں دروس اور نماز ہوتی ہے اس وقت امامت کے فرائض شیخ جھلوم انجام دیتے تھے وہاں ایک (پتھر) کی تختی نصب ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمال عبدالناصر کے زمانہ میں ۲۴ جمادی الاخر ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۹۶۴ء بروز جمعہ مسجد کی

توسیع ہوئی۔

سید حسن محمد اپنی کتاب (سیدہ زینب) ص ۸۷ پر بیان کرتے ہیں سب سے پہلے اس کی تعمیر ابوتمیم معد بن نزار بن المعز الدین اللہ نے ۳۶۹ھ میں کرائی اور سیاح ابوعبداللہ محمد اللوھینی القاسمی متوفی ۴۱۸ھ نے جب روضہ کی زیارت ۱۴ محرم ۳۶۹ھ میں کی اس طرح بیان کیا۔

پھر ہم زینب بنت علیؑ کے روضہ میں داخل ہوئے (جیسا کہ ہم سے کہا گیا تھا) پس ہم نے آپ کی (قبر) بڑے حجرے میں دیکھی جہاں ہم سیڑیوں سے اترے آپ کی ضریح بلند ہے وہاں ہم نے پاکیزہ خوشبو سونگھی اور ضریح پر بلند قبہ بنا ہوا ہے صدر حجرہ میں تین محرابیں بنی ہیں جس پر نقش بنے ہوئے ہیں جس پر بسم اللہ کے بعد لکھا ہے (ان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا) اس کا حکم عبداللہ اور اس کے ولی ابوتمیم امیر المومنین الامام عزیز باللہ صلواۃ و درود ہو محمدؐ اور آپ کی آل پاک پر سیدہ طاہرہ بنت زہرا بتول زینب بنت امام علی بن ابی طالبؑ کے مشہد کی تعمیر کا حکم دیا۔

شیخ جعفر نقوی نے اپنی کتاب (زینب الکبریٰ) میں اس طرح بیان کیا ۶۰۰ھ بادشاہ عادل سیف الدین ابوبکر ابن ایوب نے اس مشہد کی تعمیر کا حکم جاری کیا یہ مشہد اس حالت پر برقرار رہا یہاں تک کے ۱۰۰۰ھ دسویں صدی ہجری میں والی مصر کے وزیر امیر باشا نے سلطان سلیمان خان بن سلطان کی جانب سے مسجد تعمیر کرائی۔

اور ۱۱۷۴ھ میں امیر عبدالرحمٰن کتخدا الغاز نے روضہ کی از سر نو عمارت تعمیر کرائی حوض اور شیخ محمد عتریس کی قبر بنوائی۔

اور ۱۲۱۰ھ میں (ضریح) پر زرد پینٹ سے تزئین کاری کی گئی اور دروازہ پر اس طرح لکھا گیا (یا سیدہ زینب ابنۃ فاطمہ الزہرا امدد کن ۱۲۱۰ھ) ۱۱۱۲ھ میں مسجد کی دیواریں اور عمارت کمزور ہوگئی جس کی عثمان بک المرادی کی حکومت نے تعمیر شروع کروائی جب مصر میں فرانسیسی داخل ہوئے اس وقت تعمیری کام رک گیا بعد میں یوسف باشا وزیر نے ۱۲۱۶ھ میں مکمل کروایا اور اشعار لوح پر لکھوا کر

نصب کرائے۔

یہ تاریخ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں عدد مذکور کے موافق نہیں ہے ممکن ہے تاریخ اکمال پر مقدم ہو۔

پھر مسجد کی تعمیر میں موانع پیش آئے جس کو محمد علی باشا کبیر خاندان علوی کے جد نے مکمل کیا پھر عباس باشا نے اپنی حکومت کے زمانے میں مسجد کی تعمیر وتوسیع شروع کی اور ۱۲۷۰ھ میں خود اپنے ہاتھوں سے بنیاد رکھی لیکن موت نے مہلت نہیں دی جس کے سبب کام رک گیا جس کو مرحوم سعید باشا نے مکمل کیا اور عتریس والعیدروس کی قبروں کو بنوایا یہ کام ۱۲۷۶ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچا اور عمارت کی تعمیر کے بعد لوح پر تاریخی ابیات لکھے جن کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

۱۲۹۴ھ میں باب قبہ کے مقابل نیا باب تعمیر کیا گیا جس میں مصری اور استنبولی مرمر استعمال ہوا جو آج بھی موجود ہے خدیوی محمد توفیق باشا کے حکم سے تعمیر ہوا ۱۲۹۷ھ میں قبہ و مسجد اور منارہ کا حکم دیا جس کا کام ۱۳۲۰ھ میں مکمل ہوا قبہ شریف کے دروازوں پر حسب ذیل اشعار لکھے گئے۔

من فایض الاوقاف اتحف زینبا　　　عون الوریٰ بنت النبیؐ الاکرم

میں کہتا ہوں یہ تاریخ جس کو آپ دیکھ رہے ہیں یعنی ۱۲۹۳ھ وہ خدیوی توفیق کی تجدید باب۔ ۱۲۹۴ھ سے ایک عدد کم ہے۔

انہوں نے کہا اس تاریخ کے زمانہ میں قبہ اور مشہد میں خوبصورت نقش ونگار کیے گئے نیا غلاف چڑھایا گیا مسجد اور مشہد میں روشنی کا انتظام کیا گیا۔ آقائے جلالی کہتے ہیں۔ ہم نے (آقائے) نقوی کے بیان کردہ امور پر بکثرت مراجعہ کیا جس کو صحیح پایا اور اس کو باوجود طولانی ہونے کے اس مقام پر بیان کیا تا کہ مرقد کے بارے میں مکمل معلومات فراہم ہو سکے اور ڈاکٹر سعاد ماہر کی کتاب مساجد مصر میں وہ کچھ وارد ہوا ہے جو آقائے نقوی سے حاصل ہوتا ہے ہم آپ کی خدمت میں نص کلام پیش کر رہے ہیں۔

جامع سیدہ زینب اس میدان میں واقع ہے جو آپ کے ہی نام سے مشہور ہے جو اس سے قبل قنطرہ السباع یعنی ان نقوش کی نسبت سے مشہور تھا جو قنطرہ (پل) پر موجود تھے جو خلیج پر بنا تھا جو (دریا) نیل سے نکل کر خلیج کے دہانے سے ہوتا ہوا سویس تک تمام ہوتا تھا یہ پل ۱۳۱۵ھ میں بنایا گیا تھا توسیع کے وقت میں جامع سیدہ زینب کے آثار ظاہر ہوئے جس کو عثمانی والی علی باشا نے ۹۵۱ھ میں بنوایا تھا پھر امیر عبدالرحمٰن کتخدا نے ۱۱۷۰ھ مطابق ۱۷۶۸ء میں بنادیا تھا اور اس وقت سے میدان کو بلکہ محلہ کو محلہ عقیلہ بنی ہاشم کہا جانے لگا پھر وزارت اوقات نے ۱۹۴۰ء میں مسجد میں سات رواق بنوائے جن کے درمیان چوکور صحن ہے جس پر قبہ بنا ہے اور قبلہ کے بالمقابل سیدہ زینب کی ضریح کا قبہ ہے اور مسجد سے شمالی جانب دو راستے ہیں اور شمالی غربی جانب میں سید عتریس کی ضریح ہے وزارت اوقاف نے ۱۹۶۹ء میں ۱۷x۳۲ اراضی شامل کی دوسری مرتبہ پھر اس طرح اراضی مسجد میں شامل کی لہٰذا اس طرح پہلے اضافہ شدہ زمین میں مسجد کے درمیان محراب بنائی گئی اور محراب قدیم کو بھی باقی رکھا گیا۔

تراث سیدہ زینبؑ:

روایات اہل البیت میں وارد ہوا ہے کہ زینب کبریٰ کوفہ میں درس تفسیر کہتی تھیں آپ کا یہ درس خواتین سے مخصوص تھا آپ کے درس میں شامل ہونے والی یزید بن معاویہ کی زوجہ بھی شریک ہوئی تھی جب کہ وہ کوفہ میں رہتی تھی آپ کے علمی سرمایہ سے آپ کے وہ خطبات ہیں جو آپ نے اپنے بھائی امام حسین کی شہادت ۶۱ھ کے بعد فی البدیہہ ارشاد فرمائے خزیمہ الاسدی بیان کرتا ہے میں امام حسینؑ کی شہادت کے بعد کوفہ میں داخل ہوا پس ہم نے زینب بنت علی کو دیکھا خدا کی قسم ہم نے آپ سے زیادہ طلیق اللسان کسی کو نہیں دیکھا اس وقت یزید کے دربار میں آپ کے خطبات نے اسلامی سماج میں انقلابی آثار پیدا کئے آپ کا خطبہ حسب ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ...... الحمدللہ رب العالمین ....

راس الحسینؑ :

قتلوک عطشانا ولما یرقبو   فی قتلک التاویل والتنزیلا

مندرجہ بالا اشعار خالد بن معدان تابعی نے اس وقت کہے جب شمر بن ذی الجوشن ملعون کو شام میں امام حسین کے سر مبارک کو نیزہ پر بلند کئے ہوئے دیکھا اور خود شمر بن ذی الجوشن بھی امام حسین کے قاتلوں میں سے ایک ہے۔

امام حسین کے سر مبارک کے مقام دفن کے متعلقہ مورخین کے درمیان اختلاف ہے کہ آپ کا سر مبارک کربلا یا دمشق یا قاہرہ وغیرہ میں کس مقام پر دفن ہے شاید اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ اموی حکومت نے (شہداء) کے سروں کو مذکورہ شہروں میں پھرائے جانے کا حکم دیا تھا جیسا کہ تاریخ میں موجود ہے اور جس جس مقام پر سید الشہدا کا سر مبارک رکھا گیا انہیں مقامات کو مومنین نے امام حسین کے اہداف قربانی اور جہاد کا رمز قرار دیا اس بارے میں تین اقوال حسب ذیل ہیں جو صحیح ترین ہیں۔

قول اول......ابن حجر نے الاصابہ ج ۲ ص ۷ میں بیان کیا آپ کا سر مبارک جسم مبارک کے ساتھ کربلا میں دفن کیا گیا اسی سبب بعض افراد روز اربعین (چہلم) کو آپ کے سر مبارک کی عراق واپسی سے تعبیر کیا ہے اور ابی مخنف کی روایت میں ہے کہ یزید کے ایک خصوصی غلام نے ایک لاکھ دینار میں سید الشہداءؑ کا سر مبارک خرید کر کربلا بھیجا۔

سید ابن طاؤس کہتے ہیں (امام حسینؑ کے سر کے بارے میں روایت کی گئی ہے کہ آپ کا سر مبارک واپس کیا گیا اور آپ کے جسم مبارک کے ساتھ کربلا میں دفن کیا گیا اور ایک گروہ کا عمل اس پر ہے اور بہت سے مختلف آثار روایت کئے گئے ہیں جن کو ہم نے ذکر کیا ہے۔

مذکورہ بیان ابن طاؤس کے اس بیان سے معارض ہے جس کو انہوں نے مقتل میں نقل کیا ہے جو اس طرح ہے۔

(یزید) نے امام زین العابدینؑ سے کہا اپنی تین حاجتیں بیان کرو جن کے پورا کرنے کا ہم نے وعدہ کیا ہے۔ امام نے فرمایا۔

۱۔ مجھے میرے بابا سید الشہداءؑ کا سر دکھا دے تاکہ میں اس کی زیارت کروں

۲۔ جو کچھ ہمارا سامان لوٹا گیا ہے اس کو واپس کر دے۔

۳۔ اگر تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو کسی ایسے شخص کو بھیج جو ان اہل حرم کو ان کے جد رسول اللہ صلعم کے روضہ پر پہنچا دے۔

پس یزید نے کہا جہاں تک تمہارے باپ کے سر کا سوال ہے تم اس کو کبھی نہیں دیکھو گے۔

پس ہم دیکھتے ہیں کہ یزید نے سر کی واپسی کے علاوہ دیگر چیزیں منظور کر لیں اس لئے کہ یزید جانتا تھا امام حسینؑ کے سر مبارک کی واپسی امام زین العابدینؑ کے گریہ اور نوحہ کا سبب ہوگی جس کے نتیجہ میں میری رسوائی ہوگی اور واقعہ کے اسباب ظاہر ہو جائیں گے اور یزید تو چاہتا ہی تھا کہ اہل بیتؑ اپنے آقا کو بھول جائیں۔

قول دوم۔ امام حسینؑ کے سر مبارک کے نجف اشرف میں دفن ہونے کے متعلق علامہ مجلسی نے جلد ۱۰۰ ص ۲۴۱ پر اس طرح روایت کی اہل بیتؑ کے غلاموں سے ایک غلام نے امام حسین کا سر چوری کر کے نجف میں دفن کیا جو آج بھی نجف اشرف ''مسجد حنانہ'' مقام پر موجود ہے اور عوام کے نزدیک مشہور ہے کہ اس مقام پر سید الشہداءؑ کا سر مبارک ہے جہاں پر خاص جالی لگی ہوئی ہے اور عوام کہتے ہیں کہ چونکہ اس مقام پر امام حسینؑ کا جب سر مبارک رکھا گیا اس وقت زمین سے رونے کی آواز سنی گئی لیکن یہ وجہ تسمیہ غلط ہے اس لئے کہ اس مقام کا نام (حبانہ) ہے اور اس طرح یہ غلط لغت رائج ہو گئی اور معنی میں بھی اس کے اعتبار سے تحریف ہو گئی اس کی وضاحت ہم نے اپنے مقالہ میں کر دی ہے (یہ مقام حبانہ ہے حنانہ نہیں)۔

بہر حال جو بھی ہو عبداللہ بن طلحہ مشہدی نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی جبکہ اس نے نجف اشرف میں امیر المومنین علی بن ابی طالب کی زیارت کی امام نے اسمٰعیل سے فرمایا جاؤ اپنے

جد حسینؑ پر سلام کرو (عبداللہ بن طلحہ) نے عرض کی میں آپ پر قربان ہو جاؤں کیا امام حسینؑ کربلا میں نہیں ہیں۔

امام نے ارشاد فرمایا کیوں نہیں لیکن جب ہمارے غلام نے سید الشہداء کا سر حاصل کیا اس کو امیر المومنینؑ کے پہلو میں دفن کیا اس کی روایت تہذیب جلد ۲ صفحہ ۱۲ اور فرحۃ الغری صفحہ ۵۲ میں دونوں کی سند سے کی گئی ہے۔ حر عاملی نے الوسائل جلد ۱۰ صفحہ ۳۰۹ پر مستقل ایک باب مقرر کیا ہے جس میں ۸۰ روایتیں امام جعفر صادقؑ سے بیان کی ہیں اور بعض روایات میں (مقام سر امام حسینؑ) وارد ہوا ہے اس بنا پر اس سے مراد یہ ہوگا کہ آپ کا سر مبارک اس مقام پر اس وقت رکھا گیا جب اہلبیتؑ کو قیدی بنا کر کوفہ لیجایا جا رہا تھا۔

ہاں بعض روایات دفن کے بارے میں واضح ہیں یا ظاہر ہیں اور وہ روایات جن کی سند (سر امام حسینؑ کے چوری کئے جانے کے بارے میں) دی گئی یہ فقط پوشیدہ طور پر ہی ممکن ہے پس اس صورت میں حقیقت کا عام لوگوں سے پوشیدہ رہنا لازمی تھا اگر روایت صحیح ہو۔ تیسرا قول امام حسینؑ کے سر مبارک کا قاہرہ میں دفن ہونا جمہور کے نزدیک مشہور ہے اور اعتبار بھی اسی کی کمک کرتا ہے اس لئے کہ یہ امر تاریخ سے ثابت ہے کہ دشمن خدا یزید ملعون نے امام زین العابدینؑ کی موجودگی میں آپ کے بابا کے سر کی توہین کی اور جو کچھ اس نے کیا وہ واضح ہے جو مقاتل میں مفصل موجود ہے اور یہ بھی موجود ہے کہ امامؑ نے یزید سے اپنے بابا کا سر مانگا اور اس نے انکار کر دیا اس لئے کہ اسے جمہور مسلمانوں سے اپنے لئے خوف تھا یہ تمام باتیں اس امر کی دلیل ہیں کہ سر مبارک شام ہی میں موجود تھا اور اس سے قبل چوری نہیں ہوا تھا اور اس کے بعد چوری کا محقق ہونا ممکن نہیں ہے پس اگر اموین کے پاس سید الشہداء کا سر مبارک کا محفوظ اور ان کی حراست میں رہنے والی روایت صحیح ہو پھر وہاں سے عسقلان اور عسقلان سے قاہرہ گیا ہو۔

اور اگر سر مبارک کے چوری والی روایت صحیح ہو تو حضرت کا سر مبارک آج بھی قاہرہ میں موجود ہے اس میں بھی شک نہیں کہ آپ کا سر مبارک ان شہداء کے سروں کے درمیان تھا جو آپ

کے ہمراہ ۶۱ھ میں شہید ہوئے۔

آقائے جلالی فرماتے ہیں۔ یہ تمام ایسی برکتیں ہیں جن کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اہم ترین بات یہ ہے کہ ان اہداف و مقاصد کو سمجھا جائے جن کے سبب امام حسین شہید ہوئے اور وہ اسباب جن کے پیش نظر مسلمان اس جگہ کا احترام کرتے ہیں جہاں آپ کا سر مبارک دفن کیا گیا یا اس سبب کو کہ اس سر کی نسبت امام حسینؑ یا واقع کربلا میں شہید ہونے والے کسی شہید سے دی جاتی ہے سبط ابن جوزی نے کیا خوب کہا ہے امام حسینؑ کا سر مبارک کسی بھی مقام پر دفن ہو آپ تو ہر دل اور ضمیر میں موجود ہیں اور اسی چیز کو ابو بکر آلوسی نے نظم کیا ہے۔

تاریخ مشہد:

نور الابصار صفحہ ۱۳۴ میں شبلنجی نے اس طرح بیان کیا ایک گروہ کی رائے کے مطابق یزید بن معاویہ نے حکم دیا کہ سید الشہداء کے سر مبارک کو شہر شہر لیجایا جائے پس آپ کے سر کی تشہیر کی گئی یہاں تک کہ عسقلان پہنچا تو وہاں کے امیر نے دفن کر دیا بس جب عسقلان پر فرنج غالب آئے اس وقت فاطمی وزیر صالح طلائع نے کثیر مال دیکر سر حاصل کر لیا اور آبنوس کے صندوق میں سبز ریشم میں سر لپیٹ کر اور اس کے نیچے پاکیزہ خوشبو اور مشک رکھ کر اس کو "خان الخلیلی" مقام پر قاہرہ میں دفن کر کے مشہد تعمیر کرایا۔

مقریزی نے نقل کیا ہے کہ (امام حسینؑ کا) مشہد عسقلان میں سردار فوج بدر الجمالی نے تعمیر کرایا پھر اس کے بیٹے افضل نے ۴۹۱ھ میں مکمل کرایا مقریزی اپنی کتاب خطط جلد ۲ صفحہ ۲۸۳ میں اس طرح بیان کرتا ہے۔ ۴۹۱ھ شعبان میں افضل بن امیر الجیوس بدر الجمالی بیت المقدس گیا۔ یہاں تک کہ وہ بیان کرتا ہے۔ پس عسقلان پہنچا وہاں مقام وارس میں حسین بن علی بن ابی طالبؑ کے سر مبارک کی قبر تھی پس اس نے حضرت کے سر مبارک کو نکالا اس پر عطر لگایا اور اپنے گھر لے آیا اور آپ کا مشہد بنوایا پس جب مشہد مکمل ہو گیا اس وقت افضل اپنے سینے سے لگا کر پا پیادہ چل کر

حضرت کا سر مبارک مقبرہ تک لے کر آیا۔

۵۴۸ھ میں امام حسینؑ کا سر مبارک عسقلان شام سے قاہرہ منتقل کیا گیا اور آپ کا سر مبارک امیر سیف المملکۃ تمیم والی عسقلان ۸ جمادی الآخر بروز یکشنبہ ۵۴۸ھ میں لیکر گیا۔ جیسا کہ مقریزی بیان کرتا ہے پس اس کو استاد مکنون اپنے دس خادموں کے ہمراہ کافوری لیکر پہنچا پھر سرداب میں قصر زمرد میں قبۃ دیلم کے نزدیک دفن کر دیا۔

۵۴۹ھ میں ملک صالح طلائع بن رزیک نے باب زویلہ کے باہر جامع بنوائی تا کہ سید الشہداء کا سر مبارک دفن کیا جائے اور اس کے ذریعہ فخر کرے پس اہل قصر غالب آئے اور انہوں نے کہا یہ نہیں ہوسکتا۔ مگر اس کو ہم انجام دیں گے چنانچہ انہوں نے مقام تعمیر کرایا (جو آج کے زمانہ میں مشہد راس الحسینؑ کے نام سے مشہور ہے) اور (اس کے لئے عمارت بنوائی) پس یہ کام فائز علی کی خلافت میں ملک صالح کے ہاتھوں انجام پایا۔ ۵۷۸ھ میں سیاح ابن جبیر نے اپنے سفر نامہ میں اس طرح بیان کیا۔ قاہرہ میں امام حسینؑ کا عظیم مشہد ہے وہاں حضرت کا سر مبارک چاندی کے صندوق میں زمین کے نیچے دفن ہے جس پر ایک عمارت بنی ہے جس کی تعریف ناممکن ہے اور اک جس کا احاطہ نہیں کرسکتا جس میں دیباج کے پردے اور سفید بڑی بڑی شمعیں ہیں جن سے چاندی اور سونے کے رنگ کی مانند روشنیاں ظاہر ہوتی ہیں چاندی کی قندیلیں معلق ہیں۔ جس کے حسن و جمال پر نظریں نہیں پڑتیں ہیں مختلف قسم کے مرمر لگے ہوئے جس کے بارے میں خیال کرنے اور داخل ہونے والا گمان بھی نہیں کرسکتا مشہد کے نزدیک مسجد ہے جو خوبصورتی میں اپنی مثال آپ ہے۔ جس کی دیواریں مرمر سے بنی ہیں۔

۶۳۴ھ میں ابوالقاسم بن یحیٰی بن ناصر العسکری نے مشہد کے دروازہ پر مینارہ تعمیر کرنے کی وصیت کی جو آج بھی موجود ہے۔ جس پر یہ عبارت لکھی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ حاج ابوالقاسم ابن یحییٰ بن ناصر العسکری جوزرزور کے نام سے مشہور ہیں انے آقا حسینؑ کے مشہد پر خدا سے نزدیک وقرب حاصل کرنے کی غرض سے مینارہ بنوایا خدا وند عالم قبول فرمائے جس کو آپ کے فرزند اصغر نے اپنے والد مذکور کے وصیت کردہ مال کے علاوہ اپنی جانب سے اپنا ذاتی مال شامل کرتے ہوئے خود تعمیر کرایا جس کا کام ۶۳۴ھ میں مکمل ہوا۔

۶۴۰ھ ملک صالح نجم الدین ایوب کے زمانہ میں مشہد راس الحسینؑ میں آگ لگ گئی جس کا سبب یہ تھا کہ شمع بردار ایک شخص کسی چیز کو اٹھانے کی غرض سے وہاں داخل ہوا جس کا ایک شعلہ اس مقام پر گر گیا پس ملک صالح کے نائب امیر جمال الدین نے خود آگ بجھائی۔

۶۶۲ھ میں ملک ظاہر رکن الدین نے اس میں توسیع اور اضافہ کرایا اور ۶۸۴ھ میں ملک ناصر محمد بن قلاؤون نے اس میں ایوان اور علوی فقہا کے لئے گھر بنوائے ۷۴۰ھ میں مشہد میں آگ لگ گئی جیسا کہ جرجی زیدان نے نقل کیا ہے پھر اس کی مثل سابق تعمیر کی گئی۔

۱۰۰۴ھ میں امیر سلطان سلیم عثمانی نے مسجد کی تعمیر کا حکم دیا جو ۱۰۰۶ھ تک جاری رہا۔

۱۱۷۵ھ میں امیر عبدالرحمٰن کتخدا نے روضہ سے ملحق مسجد از سر نو تعمیر کرائی اور اس میں دو ایوان شامل کرائے۔

۱۲۷۹ھ میں سلطان عبدالعزیز عثمانی نے روضہ حسینیہ کی زیارت کی اور تعمیر کا حکم دیا جس کا کام ۱۲۹۰ھ تک جاری رہا۔

۱۲۹۰ھ میں عباس حلمی (دوم) نے آنحضرتؐ کے آثار کا مرکز تعمیر کرایا۔

۱۳۷۲ھ مطابق ۱۹۵۳ء میں مصری حکومت نے روضہ اور مسجد کے احاطہ میں توسیع کی یہاں تک کہ کل مساحت (لمبائی چوڑائی) ۳۳۴۰ میٹر مربع ہوگی۔

۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۵ء یکم شوال کو بوہرہ (شش امامی) نے چاندی کی ضریح جس میں ہیرے لگے تھے مشہد راس الحسینؑ کو ہدیہ کی جہاں ایک پتھر لگا ہے جس کی زیارت ہم نے کی ہے جس سے اس چیز کا استفادہ ہوتا ہے۔

معاصر ڈاکٹر سعاد ماہر نے روضہ اور مسجد کی تعریف اس طرح بیان کی ہے۔ مسجد میں خوبصورت لکڑی کا منبر ہے جس پر سونا منڈھا ہوا ہے درحقیقت وہ جامع ازبک کا منبر تھا جو قبہ خضراً میں موجود تھا جب مسجد منہدم ہوگئی اس وقت منبر کو مشہد امام حسینؑ میں منتقل کر دیا گیا مسجد کا صحن ۴۴ ستون پر مشتمل ہے جو چھت کو اٹھائے ہوئے ہیں جو لکڑی سے بنی ہے جس پر متعدد رنگوں کے نقش و نگار بنے ہیں سونے کا کام بہت ہی دقت اور خوبصورتی سے بنا ہے چھت کے درمیان تین مینارے ہیں اور مسجد کی چاروں دیواروں میں پیتل کی تیس بڑی کھڑکیاں ہیں جن پر سونے کی پالش ہے اس کے علاوہ دوسری کھڑکیاں بھی ہیں جن کے دائرے مرمر کے بنے ہیں مسجد کے دو گلدستہ اذان ہیں جن میں ایک چھوٹا اور قدیم ہے جس کو ۶۳۴ھ مطابق ۱۲۳۶ء ابوالقاسم ابن یحییٰ بن ناصر السکری المعروف زرزور نے قبہ کے اوپر بنوایا تھا (جس کی جانب سابق میں ہم اشارہ کر چکے ہیں) تمام آثار کی حفاظت کے پیش نظر لوہے کی جالیاں بنائی گئیں ہیں اور دوسرا گلدستہ اذان مسجد کے آخر میں واقع ہے جس کی بناوٹ قلم کی مانند ہے جس پر تختیاں لگی ہیں جس پر سلطان عبدالمجید خان کی تحریر میں ایک پر ۱۳۶۶ھ اور سورہ انعام کی آیت نمبر ۶ اور دوسری تختی پر (احب اهل بیتی الی الحسن و الحسین) لکھا ہے۔

اور اسی طرح ۱۹۵۳ء میں مسجد الحسین اور زیارت اور اس کے فرش پر خاص طور سے توجہ دی گئی یہاں تک کہ زائرین اور نمازیوں کے لئے توسیع کی گئی اس لئے کہ مسجد نمازیوں اور زائرین کیلئے ناکافی تھی خاص مواقعوں پر جیسے عید وغیرہ۔ لہٰذا توسیع کر کے اس کے حدود ۳۳۴۰ میٹر کئے گئے جبکہ توسیع سے قبل مسجد کی حدود ۱۵۰۰ میٹر تھی اس طرح ۱۸۳۰ میٹر مربع کا اضافہ کیا گیا۔

شبہہ:

حافظ سخاوی متوفی ۹۵۳ھ مقاصد محسنہ صفحہ ۲۸۱ پر بیان کرتے ہیں..... قاہرہ میں جو مقام مشہد حسین کے نام سے مشہور ہے وہاں حسینؑ دفن نہیں اس بارے میں اتفاق ہے بلکہ وہاں آپ کا

سر دفن ہے جیسا کہ بعض مصری کہتے ہیں اور بعض اس سے انکار کرتے ہیں جس کے بارے میں ہمارے شیخ (ابن حجر) اور انہیں میں ابن تیمیہ ہیں ہم نے اس بارے میں اس سے متعلق ان کا جواب انکار میں دیکھا ہے۔

ابن تیمیہ سے تعجب ہے کہ ہم ان کے یہاں اہلبیت علیہم السلام جن کو خداوند عالم نے ہر طرح کی کثافت سے پاک رکھا ہے کی نسبت بغض وعداوت دیکھتے ہیں کہ انہوں نے سید الشہداء کے وہاں سر مبارک کے وجود سے انکار کیا۔ بغیر کسی سند یا معتبر علمی حوالے سے پیش کرتا ہو کہ یہ بات علمی منطق سے دور ہے اسی طرح کہتے ہیں (اہل علم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مشہد عسقلان حسینؑ کے قتل کے ۴۳۰ سال سے زیادہ مدت کے بعد بنایا گیا)......

ابن تیمیہ کے کلام پر حسب ذیل اعتراض پیدا ہوتے ہیں۔

اول......وہ لوگ کون ہیں جن کو ابن تیمیہ نے اہل علم کہا ہے اور ان میں سے کسی ایک کا نام تک ذکر نہیں کیا۔

دوم......کیا یہ ممکن ہے کہ آنحضرتؐ کے جسم مبارک اور اصحاب کے قبروں میں موجود ہونے سے انکار کر دیا جائے اور استدلال وثبوت پیش کیا جائے کہ یہ (عمارت اور روضہ) تو بعد میں تعمیر کئے گئے ہیں؟ کیا اس طرح کی منطق سے سر مبارک سید الشہداء سے انکار کیا جا سکتا ہے خداوند عالم سے خوف کرنے والا اور علم منطق پر عمل کرنے والا یہ بات ہرگز نہیں کہے گا کم از کم حق کا احتمال دیگا تو توقف (خاموشی) اختیار کریگا لیکن دشمنی قلب اور آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

توضیح امر......قبر بنانا اور اس کی تجدید کرنا ایک چیز ہے اور کسی مقام پر وجود قبر ایک دوسری چیز ہے قبر اور مشہد بنانے کا لازمہ یہ نہیں ہے کہ صاحب قبر کو اس وقت دفن کیا گیا ہے اس لئے کہ میت کی یاد تازہ رکھنے کے لئے مشاہد (اور روضے) بعد میں بنائے جاتے ہیں اور مشاہد و

(روضات) کی تعمیر سیکڑوں سال بعد ظاہر ہوتی ہے یہاں تک کہ پیغمبر اسلام اور آپ کے اصحاب کے بارے میں بھی یہی ہوا اس لئے کہ آنحضرتؐ اور آپ کے اصحاب کے مشاہد (روضے) بھی سیکڑوں سال بعد بنائے گئے کیا ابن تیمیہ یہ امید کر سکتے ہیں کہ امام حسینؑ کا مشہد حضرت کی شہادت کے فوراً بعد بنا دیا جاتا اور یزید جیسے ظالم کے دور میں ہی بنا دیا جاتا؟

اہلبیت علیہم السلام کے دشمنوں کی زیادتی و کثرت کے باوجود رات دن اسی کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ نور خدا کو کس طرح خاموش کریں (**اللہ الا ان تیم نورہ ولو کرہ المشرکون**)

ان لوگوں نے حق کو حق ثابت نہیں کیا نہ ہی اپنے کام اور زبان کے ذریعہ خدا کا خوف کیا بلکہ انہوں نے اہلبیتؑ سے دشمنی کی لیکن حق ہمیشہ سربلند رہتا ہے اور مسلمان یہ بھی جانتے ہیں کہ ان پر روضہ مطہرہ کا احترام واجب ہے جس میں سید الشہداءؑ کا سر مبارک دفن ہے اور اس مقام کی تعظیم کرنا آنحضرتؐ کی تعظیم کرنے اور اس حق کی تعظیم کرنا ہے جس کے لئے امام حسینؑ شہید ہوئے۔

محمدؓ بن ابی بکر:

محمدؓ بن ابوبکر حضرت ابوبکر کے فرزند ہیں آپ کی والدہ اسماء بنت عمیس خثعمہ تھیں جن سے پہلے جعفر بن ابی طالب نے شادی کی جب ان کا انتقال ہوا تو ابوبکرؓ کی شادی اسماء سے ہوئی اور حضرت ابوبکر کے انتقال کے بعد جناب امیر المومنین بن ابی طالبؑ نے آپ سے عقد کیا رمضان المبارک ۳۷ھ میں حضرت علیؑ نے محمد کو اپنی جانب سے مصر کا والی مقرر فرمایا جس کو قلقشندی نے قلائد الجمان صفحہ ۱۴۳ پر اس طرح تحریر کیا ہے۔

محمد کو حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں مصر کا والی مقرر کیا پھر حضرت علیؑ نے بھی مصر کا والی بنایا جنگ صفین کی واپسی پر محمدؓ اور عمر عاص کے درمیان جنگ جاری رہی یہاں تک کہ محمد نے فرار اختیار کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ محمدؓ بن ابوبکر کو ایک مردہ گدھے کے اندر داخل کر کے نذر

آتش کردیا اس طرح آپ کا انتقال ہوا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پہلے آپ کو قتل کیا گیا بعد میں گدھے کے اندر رکھ کر نذر آتش کیا گیا یہ واقعہ ۳۸ھ میں پیش آیا۔

عمر عاص مصر کے والیوں میں سے تھا جنہوں نے مصر سے اس وقت فرار کیا جب مصریوں نے اس پر ہجوم کیا اور عثمانؓ سے جا ملے یہاں تک کہ جو ہونا تھا وہ ہوا۔

بعد میں عمر عاص معاویہ سے جاملا اور اس سے مصر کی ولایت کی شرط کی اور جاسوسی سے بھی علیحدہ نہیں ہوا یہاں تک وہ شام کے لشکر کا سردار ہو گیا اور شدید ترین قتال کیا اور جب محمد بن ابی بکر کو ان کے ساتھیوں کے ہمراہ قیدی بنا کر لایا گیا اس وقت آپ نے پانی مانگا معاویہ بن خدیج نے کہا اگر میں تجھے ایک قطرہ پانی کا دوں خدا مجھے کبھی بھی سیراب نہ کرے اس لئے کہ تم نے عثمانؓ کو پانی نہیں دیا خدا کی قسم میں تجھے قتل کرونگا تاکہ خداوند عالم تجھے گرم پانی پلائے۔

محمد بن ابوبکرؓ نے کہا اے یہودیہ کے بیٹے یہ تیرے اختیار میں نہیں ہے اس کا اختیار خدا کو ہے جو اپنے دوستوں کو سیراب کرتا ہے اور دشمنوں کو پیاسا رکھتا ہے اور تیری مثال انہیں دشمنان خدا جیسی ہے خدا کی قسم اگر میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تیری یہ جرأت نہیں ہو سکتی تھی پس ابن خدیج نے کہا کیا تمہیں معلوم ہے تمہارے ساتھ کیا کریں گے؟ میں تمہیں گدھے کے شکم میں داخل کر کے نذر آتش کرونگا۔

محمد بن ابی بکر نے کہا اگر تو نے میرے ساتھ ایسا کیا تو تم جیسے ظالم اس طرح کا ظلم اولیاء خدا پر کرتے رہے ہیں اور مجھے امید ہے کہ خداوند عالم معاویہ اور تیرے دوستوں پر ایسی آگ مسلط کریگا جس قدر اس کو بجھایا جائیگا خداوند عالم اس میں اضافہ فرمائے گا۔

پھر ابن خدیج نے آپ کو قتل کر کے آپ کی لاش کو مرے ہوئے گدھے کے اندر رکھ کر نذر آتش کردیا جیسا کہ ابن اثیر کی الکامل جلد ۳ صفحہ ۱۸۰ پر موجود ہے۔

پس محمد بن ابوبکر کے سر کو اس مقام پر دفن کیا گیا جو آج (جامع محمد صغیر) کے نام سے مشہور

ہے جو قدیم مصر میں شارع ''الوداع'' پر واقع ہے۔

جس کی اہلسنت زیارت اور سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں اور ڈاکٹر سعاد ماہر کی کتاب ''مساجد مصر'' کے طبع ۱۳۹۳ھ میں (جامع محمد صغیر) دقیق اوصاف بیان کئے گئے ہیں جس کو ہم مکمل طور پر آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ (یہ مسجد قدیم مصر میں شارع باب الوداع پر باب میسرہ سالک سے مشرقی جانب واقع ہے اور قبر منہدم جو کردی کے نام سے مشہور ہے کہ نزدیک ہے۔ اس لئے کہ محمد بن ابی بکر کے قتل کے ایک مدت بعد آپ کا غلام اس مقام پر آیا جہاں آپ کو دفن کیا گیا تھا اس نے مذکورہ مقام کو کھودا تو آپ کے سر کے علاوہ کچھ نہیں تھا اس کو لیکر اس مسجد کے قریب آیا جو آج ''مسجد زمام'' کے نام سے مشہور ہے اور وہاں دفن کر دیا اور اس پر مسجد تعمیر کی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کا سر قبلہ کی جانب دفن ہے اور اسی کو مسجد زمام کہا جاتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ محمد بن ابی بکر کے مکان کی جس وقت بنیادیں کھودیں گئیں اس وقت ایک سر ملا جو (بغیر جسم کے تھا) پس لوگوں کے درمیان خبر عام ہوگئی کہ محمد بن ابی بکر کا سر ہے اسی طرح لوگوں نے مسجد زمام کی محراب کو کھودا تا کہ آپ کا سر وہاں سے برآمد ہو وہاں کچھ نہیں ملا اس طرح مسجد کے مشرقی گوشے کی کھدائی کی تا کہ وہاں سے آپ کا سر برآمد ہو وہاں کچھ نہیں ملا۔

پھر قدیم محراب کی کھدائی کی گئی وہاں بھی کچھ نہیں ملا اسی طرح مغربی گوشے کی کھدائی کی گئی وہاں بھی کچھ نہیں ملا لہٰذا اس بنیاد پر جب بھی کہا جائے کہ محمد ابن ابی بکر کا سر محراب یا آپ کے گھر کی دیوار میں موجود ہے یہ امر ثابت ہے کہ آپ کا مشہد مسجد کی جگہ ہی میں موجود ہے جو آپ کے نام سے مشہور ہے جو اس وقت قدیم مصر میں موجود ہے کتاب ''الکواکب السیارہ'' میں اس طرح موجود ہے۔ مصر کی اکثر قبروں کے بارے میں اختلاف ہے اور مصر میں موجود مسلمہ بن مخلد اور مشہد محمد بن ابی بکر و مشہد زین العابدین اور مشہد عفان سے زیادہ صحیح کسی کے مقامات نہیں ہیں اسی طرح اسعد النسابہ نے اپنی تاریخ (مشاہد الروس) میں بیان کیا ہے کہ انہیں میں مشہد رأس محمد بن ابی بکر ہے ۵۳۰ھ بمطابق ۱۴۲۶ء میں مسجد کو از سر نو سلطان اشرف برسیای کے زمانہ میں معز تاج الدین

شوکلی شاہی والی قاہرہ کے ذریعہ تعمیر کیا گیا اور اس میں دیگر عبادات کے علاوہ نماز جمعہ قائم کی گئی اہل مصر کے نزدیک یہ مقام قبولیت دعا کے اعتبار سے مشہور ہے پھر ۱۲۸۷ھ عثمانی زمانہ میں سعادہ محمد باشا امیر کے ہاتھوں نئے طریقے پر تعمیر کی گئی جیسا کہ وہاں پر موجود تختی سے ثابت ہوتا ہے اس مسجد کا شمار بزرگ ترین مساجد میں ہے کچھ سیڑھیاں طے کرنے کے بعد اس تک پہنچا جاتا ہے جس کا داخلی رئیسی حصہ شمالی جانب میں جو دیوار قبلہ کے سامنے واقع ہے اور شمال مغربی رکن میں ضریح مبارک کا حجرہ ہے جس کی بناوٹ شاہی انداز کی ہے جو چار ستون پر بنی ہے اور بلندی پر قبہ ہے جس کا کچھ حصہ اور گلدستہ اذان زلزلہ کے سبب منہدم ہو گیا آج کے زمانہ میں چھت لکڑی کے تختوں کی بنی ہے اور مسجد کے داخلی حصہ میں گلدستہ اذان ہے جو تین حصوں پر مشتمل ہے پہلا حصہ چار گوشوں اور دوسرا حصہ آٹھ گوشوں پر اور آٹھ گوشوں میں سے ہر گوشے میں سے دونوں جانب دو ستون ہیں جس میں ایک دروازہ لگا ہے جو موذن کیلئے مخصوص ہے دوسرے اور تیسرے مرحلہ کے درمیان لکڑی کا چھوٹا حجرہ بنا ہے لیکن تیسرے مرحلہ کی تعمیر عثمانی زمانہ کی ہے جو قلم کی مانند ہے۔

مشہد زین العابدین

قاہرہ میں ''حی زین العابدین'' یعنی زین العابدینؑ کے نام پر ایک محلّہ ہے جہاں ایک روضہ ہے جو روضہ زین العابدینؑ کے نام سے مشہور ہے اس مقام پر زید بن زین العابدین علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالبؑ کا سر مبارک دفن ہے آپ نے اموی ظلم واستبداد کے خلاف انقلاب کیا یہاں تک کہ آپ ۱۲۱ھ ماہ صفر میں شہید ہوئے آپکے جسم کو سولی پر چڑھایا گیا اور سر مبارک ہشام بن عبدالملک کے پاس دمشق (شام) بھیجا گیا۔

کتاب ''نجوم الزہرہ'' میں اس طرح موجود ہے (۱۲۳ھ حنظلہ بن صفوان کی حکومت

میں مصر میں زید بن علی زین العابدینؑ کا سر بھیجا گیا جس کو معلق کرنے اور دیار بہ دیار پھرانے کا حکم دیا گیا۔

کتاب ''اجوھر المکنور'' میں اس طرح موجود ہے (جب حضرت ''زید'' کا سر مبارک مصر آیا پہلے اس کو کشاں کشاں پھرایا گیا پھر ۱۲۲ھ میں جامع مصر کے منبر پر نصب کیا گیا جہاں سے وہ چوری ہوا اور اس مقام پر دفن کیا گیا اور فاطمی حکومت میں اس مقام پر روضہ تعمیر کیا گیا۔

ڈاکٹر سعاد ماہر کی کتاب ''مساجد مصر'' میں روضہ کی تعریف اس طرح کی گئی ہے (اسلامی ابتدائی زمانہ میں یہ مقام ''حمراقصوی'' کے نام سے مشہور تھا جو یہ علاقہ فسطاط شہر (جو آج کل قدیم مصر ہے) کے شمال مشرق میں واقع ہے یہاں پر عباسیوں نے فوجی شہر مصر کے دوسرے پایہ تخت کی بنیاد ڈالی جہاں اس وقت مسجد موجود ہے اس کا تعلق انیسویں صدی عیسوی کے اوائل سے ہے جس کو عثمان آغا مستحفظان نے ازسرنو تعمیر کرایا فاطمی حکومت کی کوئی عمارت باقی نہیں ہے البتہ ایک حصہ باقی ہے جو قبلہ کے رواق (برآمدوں) کے داہنی جانب واقع ہے جیسا کہ مسجد قدیم میں موجودہ تختی (لوح) جو مغربی جانب موجود ہے سے واضح ہوتا ہے عبارت اس طرح ہے (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ زید بن علی زین العابدین ابن امام حسین بن علی بن ابی طالب صلواۃ اللہ علیہم اجمعین کا روضہ ہے۔ ۵۴۹ھ...... البتہ ضریح پر موجود قبہ کا تعلق شاہی زمانہ ۸۰۰ھ سے ہے اور ۱۳۰۰ھ کے آخر میں ضریح بنائی گئی جو مصر میں لوہے کی بناوٹ میں مثالی نمونہ ہے جس پر اس طرح تحریر ہے اس ضریح کو سعادہ محمد قطقان پاشا نے ۱۲۸۰ء میں بنوایا اسی طرح روضہ کے باب قبلہ پر نیلے رنگ کے خوبصورت عثمانی پتھر) کے بلاک لگوائے۔

سیدہ نفیسہ:

جمال الدین ابن عنبہ نسابہ متوفی سن ۸۲۸ھ نے زید بن حسین بن علی بن ابی طالبؑ کے حالات میں اس طرح بیان کیا۔

حضرت زید کی ایک دختر تھیں جن کا نام نفیسہ تھا آپ کا انتقال مصر میں ہوا وہاں پر آپ کی قبر ہے جس کی لوگ زیارت کرتے ہیں جس کو اہل مصر السیدہ نفیسہ کہتے ہیں آپ کی تعظیم کرتے اور آپ کی قبر پر تبرکات تقسیم کرتے ہیں اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپ کا عقد عبدالملک بن مروان سے ہوا آپ کا انتقال جب ہوا اس وقت آپ حاملہ تھیں۔ پہلا قول صحیح ترین ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مصر میں نفیسہ صاحب قبر نفیسہ بنت الحسن بن زید اسحاق بن جعفر صادقؑ کے عقد میں تھیں لیکن پہلا قول باوثوق راویوں سے ثابت ہے۔

اور کتاب (سر السلسلۃ) میں اس طرح ہے کہ آپ حضرت عباس بن علی بن ابی طالبؑ کی زوجہ تھیں آپ کے شوہر کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے پھر آپ سے ولید بن عبدالملک نے شادی کی۔

آقائے جلالی فرماتے ہیں اس مقام پر ظاہر ہوتا ہے کہ اس طرح اموی (حکام وظالم) واقعہ کربلا میں رونما ہونے والے جرائم کو پوشیدہ کرنا چاہتے تھے مثلاً ان کا اہلبیت النبیؐ کے گھرانے کا داماد بنایا اس خاندان میں اندراج کرنا وغیرہ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کے زخم کبھی مندمل نہیں ہوتے۔ لیکن زبانوں پر جو شہرت ہے اور جیسا کہ (موجودہ) تختی سے ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ صاحب قبر حسن الانور بن زید بن امام حسن بن علی بن ابی طالبؑ کی دختر ہیں۔

آپ کی زندگی کا مختصر خاکہ:

سیدہ نفیسہ ۱۴۵ھ روز چہار شنبہ مکہ مکرمہ میں متولد ہوئیں اور مدینہ منورہ میں پرورش پائی ۱۹۳ھ میں مصر تشریف لائیں انتقال کے وقت تک آپ وہیں رہیں ۲۶ رمضان المبارک ام ہانی کے یہاں تشریف لائیں اور روایت میں وارد ہوا ہے کہ آپ اپنے اہل وعیال میں (مدینہ) واپس جانا چاہتی تھیں لیکن مصر کے حاکم نے آپ کو نہیں جانے دیا اس طرح آپ کی کرامات کی روایت کی گئی ہے ابن حجر نے آپ کی ۱۰۰ کرامات ذکر کی ہیں اور جب کبھی "امام" شافعی کسی بیماری میں

مبتلا ہوئے اس وقت وہ اپنے قاصد کو سیدہ نفیسہ کے پاس بھیج کر اپنے حق میں دعا کراتے تھے اور ابھی آپ کا قاصد سیدہ نفیسہ کی جانب سے واپس نہیں آتا تھا کہ آپ کو مرض سے شفا حاصل ہو جاتی تھی چنانچہ جناب امام شافعی نے جب اپنے مرض موت میں آپ کی جانب اپنا قاصد روانہ کیا اس وقت سیدہ نفیسہ نے ارشاد فرمایا خداوند عالم شافعی پر نظر رحمت فرمائے جب آپ کا قاصد واپس آیا تو آپ انتقال فرما چکے تھے۔

طبقات شعرانی جلد نمبرا صفحہ نمبر۶۶ میں اس طرح موجود ہے کہ شیخ ابوالمواہب شاہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں "اے محمد اگر تمہاری اللہ سے کوئی حاجت ہو نفیسہ طاہرہ کیلئے نذر کر لیا کرو اگر چہ ایک ہی درہم کے ذریعہ ہو خداوند عالم تمہاری حاجت پوری فرمائے گا۔

اور نورالابصار جلد نمبر۲ صفحہ نمبر۲۳۱ میں اس طرح موجود ہے جب سیدہ نفیسہ احتضار میں مبتلا ہوئیں آپ نے سورہ انعام کی تلاوت شروع کی جب آپ آیت کریمہ (لھم دار السلام عند ربھم) یعنی ان کے لئے اپنے پروردگار کے پاس دارالسلام (جنت ہے) پر پہنچیں اس وقت آپ نے انتقال فرمایا۔

مقریزی نے اپنی کتاب "خطط" جلد نمبر۳ صفحہ نمبر۳۳۱ پر اس طرح بیان کیا ہے کہ (سیدہ نفیسہ) نے اپنی قبر خود کھودی اور اس پر ۱۹۰ مرتبہ قرآن ختم کیا۔

مذکورہ خبر سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اپنے وقت کے حکام کے زمانے میں کس قدر زندگی سے عاجز اور خداوند عالم سے ملاقات کی مشتاق تھیں۔

تاریخ مرقد:

ابن بطوطہ نے آپ کے مزار کی اس طرح تعریف کی ہے (آپ کی قبر پر روضہ تعمیر ہے) جس کی لوگ زیارت کرتے ہیں۔ کتاب "مساجد مصر" جلد نمبر۲ صفحہ نمبر۱۳۸ میں اس طرح وارد ہوا

ہے کہ (بیان کیا جاتا ہے کہ سب سے پہلے آپ کی قبر پر عبید اللہ بن سری بن الحکم امیر مصر نے (روضہ) تعمیر کرایا اور ۴۸۲ھ میں فاطمی خلیفہ مستنصر باللہ نے ضریح کو از سر نو بنوایا اس طرح خلیفہ حافظ الدین اللہ نے ۵۳۲ھ میں قبہ کی تجدید کرائی اور ۱۱۷۳ھ میں امیر کتخدا نے ضریح و مسجد کی تجدید کرائی ۱۳۱۰ھ میں مسجد کا بڑا حصہ نذر آتش ہو گیا جو آج کل مسجد القائم کے نام سے مشہور ہے)

مراقد المعارف جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۵۴ پر اس طرح آیا ہے۔

آپ کا مرقد مصر میں قاہرہ کی بلندی پر ہے سابقہ زمانہ میں یہ جگہ درب سباع یعنی (جانوروں کے مقامات) سے مخصوص تھی لیکن بعد میں جانوروں کا مقام ختم ہو گیا۔ صرف آپ کا مشہد شریف باقی رہا مامون عباسی کی جانب سے امیر مصر عبید اللہ بن السری نے آپ کی قبر پر قبہ بنوایا اور آپ کی ضریح مبارک کے دروازے پر اس طرح لکھا

بسم اللہ الرحمٰن رحیم۔ عبد اللہ اس کے ولی محمد بن نجیم الامام مستنصر باللہ امیر المومنین کیلئے اللہ کی مدد اور فتح قریب ہے سید اجل امیر لشکر سیف الاسلام ناصر الانام کافل قضا المسلمین جس کے ذریعہ خداوند عالم دین کو مضبوط بنائے نے اس دروازہ کی تعمیر کا حکم دیا خداوند عالم اس کی قدرت کو دوام اس کے کلمہ کو بلندی اور اس کے فرزند الاجل الافضل سیف الاسلام اشرف الانام ناصر الدین الجلیل کے ذریعہ اس کے بازوؤں کو طاقت عطا فرمائے ۴۸۲ھ ربیع الاول

ہم نے جب ۱۳۹۶ھ میں اس روضہ کی زیارت کی اس وقت زائرین اور محبان اہلبیتؑ سے بھرا دیکھا اسی طرح ہم نے قبر مطہر پر سونے سے کڑھی ہوئی چادر بھی دیکھی جس پر لکھا تھا یہ سیدہ نفیسہ زہرا حسن الانور کی چادر ہے ۱۱ ربیع الاول جس کو اللہ اور رسولؐ اور آپ کے اہلبیتؑ کے فقیر سید کمال الدین عبد النبی نے آپ کی ولادت کے روز ہدیہ کیا پھر "دار الکسوۃ" میں تحریر کر دیا ۱۳۹۱ھ

مالک اشتر:

اب ہم مزارات کے تذکرہ کا اختتام مالک اشتر کے مزار کے تذکرے پر کر رہے ہیں جن

کے بارے میں حضرت علی بن ابی طالبؑ نے ارشاد فرمایا (کان لی کما کنت الرسول اللہ) ''مالک'' میرے لئے ویسے ہی تھے جس طرح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے تھا مصر میں ایک قریہ کے علاوہ تمام اہلبیت علیہم السلام کے محب تھے جس میں مسلمانوں نے اموی ظلم کے خلاف انقلاب کیا اس قریہ کی عالم اسلام میں کافی اہمیت ہے حضرت علی بن ابی طالبؑ کا مخالف لشکر نہیں چاہتا تھا کہ اس میں امام اور آپ کے والیوں کی حکومت قائم ہو حضرت کے دورے خلافت میں حسب ذیل چار والی مقرر ہوئے۔

۱۔ محمد بن ابی حذیفہ (جن کو شہید کیا گیا)

۲۔ قیس بن سعد بن مبارۃ الخزرجی (جن کو امام علیؑ نے جنگ صفین میں شرکت کرنے کیلئے بلایا۔

۳۔ مالک اشتر جن کو زہر سے شہید کیا گیا اور آپ آخری والی تھے۔

۳۷ھ میں حضرت علیؑ نے مالک اشتر کو مصر کا والی مقرر کیا جب معاویہ کو اس کی خبر ہوئی اس نے ایک قاصد ''قلزم'' کے والی کے پاس روانہ کیا اور پیغام بھیجا کہ اگر اس نے مالک اشتر کو قتل کردیا تو وہ جب تک زندہ ہے اس کا خراج معاف کردیگا۔ جب مالک اشتر قلزم پہنچے تو اس نے نہایت احترام کیا پھر شہد میں زہر ملا کر دیدیا اس کے اثر سے مالک کا انتقال ہوا۔ معاویہ کو جب مالک اشتر کے انتقال کی خبر ہوئی اس وقت معاویہ نے کہا۔

علیؑ کے دو بازو تھے جن میں سے ایک صفین میں قطع ہوا اور دوسرا قلزم میں یعنی ایک بازو صحابی عمار بن یاسر اور دوسرے بازو سے مراد حضرت مالک اشتر ہیں اور معاویہ نے حدیث بھی بیان کی۔ ترجمہ...... بیشک اللہ کا شہد (کی مکھیوں) کا لشکر ہے۔ جس کے بارے میں ہم نے المعجم میں بیان کیا ہے مراجعہ کیا جاسکتا ہے۔

صبح الاعشی جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۳۱۹ پر اس طرح موجود ہے پھر امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ نے ۳۷ھ کے وسط میں مالک بن الحارث نخعی جو اشتر کے نام سے مشہور ہیں کو (مصر) کا والی مقرر فرمایا اور آپ کے لئے ایک عہد نامہ تحریر فرمایا جس کا ذکر عہدوں کے ضمن میں آئیگا ابھی مالک اشتر مصر میں داخل بھی نہ ہوئے تھے کہ آپ کو زہر سے شہید کر دیا گیا۔

آقائے جلالی کہتے ہیں جلد نمبر ۱۰ صفحہ نمبر ۱۲ پر عہد کا ذکر کیا گیا ہے اور اس عہد کی متعدد اسناد سے روایت کی گئی ہے جس کے بارے میں ہم نے نہج البلاغہ کی سند سے بحث کو شامل کیا ہے بس مراجعہ کیجئے۔

یہ امر پوشیدہ نہ رہے کہ مقریزی کے "مصر" کے ذکر سے مراد قاہرہ ہے جو آج بھی مصریوں کے نزدیک اسی طرح سمجھا جاتا ہے جب ہم نے ۱۳۸۶ھ میں مصر کی زیارت کی اس وقت بھی مصر سے قاہرہ مراد لیتے تھے لیکن غیر مصری افراد مصر سے حکومت مصر مراد لیتے تھے۔

حضرت مالک اشتر کی قبر کے متعلق مورخین نے وضاحت سے بیان کیا ہے کہ آپ مقام قلزم میں پہنچے تھے کہ زہر کے سبب آپ نے انتقال کیا آپ کی قبر قاہرہ سے باہر (المرج) مقام پر موجود ہے اور عام لوگ قاہرہ کی جگہ "الف" استعمال کرتے ہیں جہاں پر ریلوے اسٹیشن ہے "میدان باب تحریر" سے قاہرہ کیلئے ٹرین جاتی ہے جو قاہرہ سے تقریباً دس کلومیٹر دور ہے قبر پر روضہ اور بلند قبہ تعمیر ہے اور قبر پر تختی لگی ہے۔

مالک اشتر نخعی بن حارث نخعی کوفی علی بن ابی طالبؑ کے مشہور جان باز شیعوں میں سے ایک تھے آپ خلیفہ کے نزدیک جلیل القدر اور اپنی قوم کے بزرگ تھے آپ نے جنگ جمل و صفین میں شرکت کی سعد بن عبادہ کے بعد عمرؓ بن خطاب نے آپ کو مصر کا والی مقرر کیا پس جب آپ قلزم پہنچے آپ کو شہد میں زہر دیدیا جس سے آپ کی شہادت واقع ہوئی یعنی آپ نے خوش بختی کے عالم

میں انتقال کیا اور قابل تعریف زندگی بسر کی'' آپ کی وفات ۳۷ھ میں واقع ہوئی آپ کے آثار موجود ہیں جس کی علامہ عبدالرسول شیرازی (مقیم مصر) ۱۳۴۳ھ سے حفاظت فرمارہے ہیں خداوند عالم ان کی اور ہماری اپنی محبوب چیزوں میں مدد فرمائے وہی ہمارے لئے کافی اور بہترین (وکیل) یعنی کمک کرنے والا ہے۔

ہم مالک اشتر کے مزار کو قاہرہ میں موجود اہلبیتؑ کے مزارات خاتمہ قرار دے رہے ہیں ممکن ہے کہ (مستقبل) میں ایسے بعض صاحبان ہمت بلند ہوں جو تمام یا بعض خاص مزارات کی تحقیق کریں بالخصوص جن کا تعلق اہلبیتؑ سے ہو اس لئے کہ اہلبیتؑ ہی اپنے گھر کی بات اور دیگر کی نسبت زیادہ بہتر جانتے ہیں اور اللہ غنی کی ذات کا فقیر محمد حسین بن محسن بن علی الحسین الجلالی الحائری نے اس کو تحریر کیا خداوند عالم اس پر احسان فرمائے اور اس کو اپنے عیوب کی جانب متوجہ فرمائے اور اپنے محبوب امر کی توفیق عنایت فرمائے قاری کریم سے التماس ہے کہ ہمیں دعائے خیر میں (فاتحہ کے وقت) فراموش نہ کریں۔

☆☆☆☆☆

امام ہشتم علی بن موسیٰ الرضا کی تعلیم کردہ زیارت جامعہ (مختصر) جو تمام انبیاء اور معصومین کے مزارات پر پڑھی جا سکتی ہے

اَلسَّلَامُ عَلٰی اَوْلِیَاءِ اللّٰہِ وَاَصْفِیَائِہٖ ○ اَلسَّلَامُ عَلٰی اُمَنَاءِ اللّٰہِ وَاَحِبَّائِہٖ ○ اَلسَّلَامُ عَلٰی اَنْصَارِ اللّٰہِ وَخُلَفَائِہٖ ○ اَلسَّلَامُ عَلٰی مَحَالِّ مَعْرِفَۃِ اللّٰہِ ○ اَلسَّلَامُ عَلٰی مَسَاکِنِ ذِکْرِ اللّٰہِ ○ اَلسَّلَامُ عَلٰی مُظْہِرِیْ اَمْرِ اللّٰہِ وَنَہْیِہٖ ○ اَلسَّلَامُ عَلَی الدُّعَاۃِ اِلَی اللّٰہِ ○ اَلسَّلَامُ عَلَی الْمُسْتَقِرِّیْنَ فِیْ مَرْضَاتِ اللّٰہِ ○ اَلسَّلَامُ عَلَی الْمُخْلِصِیْنَ فِیْ طَاعَۃِ اللّٰہِ ○ اَلسَّلَامُ عَلَی الْاَدِلَّاءِ عَلَی اللّٰہِ ○ اَلسَّلَامُ عَلَی الَّذِیْنَ مَنْ وَالَاھُمْ فَقَدْ وَالَی اللّٰہَ ○ وَمَنْ عَادَاھُمْ فَقَدْ عَادَی اللّٰہَ ○ وَمَنْ عَرَفَھُمْ فَقَدْ عَرَفَ اللّٰہَ ○ وَمَنْ جَہِلَھُمْ فَقَدْ جَہِلَ اللّٰہَ ○ وَمَنِ اعْتَصَمَ بِھِمْ فَقَدِ اعْتَصَمَ بِاللّٰہِ ○ وَمَنْ تَخَلّٰی مِنْھُمْ فَقَدْ تَخَلّٰی مِنَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ ○ وَاُشْہِدُ اللّٰہَ اَنِّیْ سِلْمٌ لِمَنْ سَالَمْتُمْ وَحَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتُمْ ○ مُؤْمِنٌ بِسِرِّکُمْ وَعَلَانِیَتِکُمْ ○ مُفَوِّضٌ فِیْ ذٰلِکَ کُلِّہٖ اِلَیْکُمْ ○ لَعَنَ اللّٰہُ عَدُوَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَاَبْرَءُ اِلَی اللّٰہِ مِنْھُمْ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ ○

اہم مصادر کتاب

۱۔	تفسیر امام حسن عسکری	۲۶۰ھ
۲۔	اخبار زہنبیات۔عبیدلی	۲۷۷ھ
۳۔	الارشاد شیخ مفید	۴۱۳ھ
۴۔	التاریخ۔طبری	۳۱۰ھ
۵۔	الاستیعاب ابن عبدالبر	۴۶۳ھ
۶۔	الاصابۃ عسقلانی	۸۵۲ھ
۷۔	سنن ابن ماجہ	۲۷۵ھ
۸۔	صحیح بخاری	۳۵۶ھ
۹۔	شرح سنن نسائی، سیوطی	۹۱۱ھ
۱۰۔	اعلام الوری طبری	۵۴۸ھ
۱۱۔	انساب الاشراف بلاذری	۳۷۹ھ
۱۲۔	تاریخ بغداد۔خطیب	۴۶۳ھ
۱۳۔	تذکرہ الخواص، سبط ابن الجوزی	۶۵۴ھ
۱۴۔	بحار الانوار، علامہ مجلسی	۱۱۱۱ھ
۱۵۔	تہذیب الاحکام، شیخ طوسی	۴۶۰ھ
۱۶۔	التوحید، شیخ صدوق	۳۸۱ھ

۱۷۔	الرحلۃ، ابن بطوطہ	۷۷۹ھ
۱۸۔	زادالمعاد، ابن قیم	۷۵۱ھ
۱۹۔	السنن بیہقی	۴۵۸ھ
۲۰۔	شفاءالاسقام، سبکی	۷۵۶ھ
۲۱۔	فرحۃ الغری، ابن طاؤس	۶۶۴ھ
۲۲۔	کامل الزیارت، ابن قولویہ	۳۹۹ھ
۲۳۔	اللھوف، ابن طاؤس	۶۶۴ھ
۲۴۔	مجموعۃ الرسائل، ابن تیمیہ	۷۲۸ھ
۲۵۔	مروج الذہب، مسعودی	۳۴۶ھ
۲۶۔	المزار، شیخ مفید	۴۱۳ھ
۲۷۔	المزار، ابن مشہدی	۵۶۹ھ
۲۸۔	معجم البلدان، حموی	۶۲۶ھ
۲۹۔	نورالابصار، شبلنجی	۱۲۹۰ھ
۳۰۔	نیل الاوطار، شوکانی	۱۲۵۵ھ
۳۱۔	وسائل الشیعہ، حرالعاملی	۱۱۰۴ھ
۳۲۔	النجوم الزاہرہ، ابن تغری بردی	۸۷۴ھ
۳۳۔	رحلات، عبدالوہاب عزام	۱۳۵۸ھ
۳۴۔	زینب الکبری النقدی	۱۳۷۰ھ
۳۵۔	صبح الاعشی، قلقشندی	۸۲۱ھ

2495
786/1

Acc No. 8059 Date 21/11/02
چہاردہ معصومین ۲
Section .... Class ....
B.D. Class ....
NAJAFI BOOK LIBRARY

NAJAFI BOOK LIBRARY
Managed by ... Welfare Trust (B
Shop No. ...
...
... Road ... Pakistan